

التحرف والكلام كالتملح في الطعام

حکوی ہمیں سبیل



تصنیف

حضرت محمد حنیف خان رضوی بریلوی
علامہ مولانا محمد مدنی

صدرالدرسین جامعہ فوریه رضویہ بریلی شریف انڈیا،



النَّخْوُ فِي الْكَلَامِ كَالْمَلْحِ فِي الطَّعَامِ

نکوی پیدیاں

تصنیف

حضرت محمد حذیفہ خان رضوی بریلوی
علامہ مولانا گلبرگ

صدر مدرسین جامعہ فوریہ رضویہ بریلی شریفہ انڈیا،

داتا دربار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0315-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نحوی پہلیاں

نام کتاب

اردو

زبان

مولانا حنیف خان رضوی مدظلہ العالی

مصنف

162

صفحات

اکتوبر 2017

سن اشاعت

نحو

موضوع

1000

تعداد

180/-

ہدیہ

ناشر

مکتبہ اعلیٰ حضرت

داتا دربار مارکیٹ لاہور

042.37247301 0300.8842540

فہرست

50	چوتھا دور	3	حرف آغاز
51	علمائے نحو پر مسلم سلاطین کی	5	مقدمہ
52	علم نحو سقوط بغداد سے زمانہ	8	علم نحو کی تعریف
55	اس دور کے علمائے نحو	10	موضوع نحو
57	ہندوستان میں علم نحو	11	غرض و غایت
57	ہندوستان میں آنے والے پہلے نحوی	12	ایجاد نحو سبب
58	ہندوستان کے پہلے امام النحو	13	علم نحو کی عظمت و اہمیت
60	علمائے ہند کی نحوی خدمات	18	بارگاہ رسالت میں نحو و اہل نحو کا مقام
61	آٹھویں صدی	19	علم نحو کی شرعی حیثیت
62	نویں صدی	21	علم نحو کی ماخذ
62	دسویں صدی	24	علم نحو کی تاریخ
63	گیارہویں صدی	31	عہد بنو امیہ 41ھ تا 132ھ
64	بارہویں صدی	34	عہد بنی عباس
64	تیرہویں صدی	35	پہلا دور
64	چودھویں صدی	35	پہلا دور
66	علمائے دیوبند اور علم نحو	36	بصری و کوفی مکاتیب فکر
75	فاعل کی پہلیاں	37	بصری و کوفی اختلافات کی بنیاد
76	جوابات فاعل کی پہلیاں	39	عباسی خلفاء کی جانبداری
82	نائب فاعل یعنی معقول	40	بصری و کوفی اختلافات کے چند نمونے
82	جوابات نائب فاعل کی پہلیاں	47	اس دور کے مشاہیر نحوات
86	مبتدا و خبر کی پہلیاں	48	دوسرا دور
87	جوابات مبتدا و خبر کی پہلیاں	49	تیسرا دور

131	حروف جارہ کی پہلیاں	95	خبر حروف مشبہ بالفضل کی پہلیاں
131	جوابات حروف جارہ کی پہلیاں	95	جوابات خبر حروف مشبہ بالفضل
134	اضافت کی پہلیاں	97	مفعول مطلق کی پہلیاں جوابات
134	جوابات اضافت کی پہلیاں	97	مفعول مطلق کی پہلیاں
140	ضمائر کی پہلیاں	99	مفعول بہ کی پہلیاں
140	جوابات ضمائر کی پہلیاں	99	جوابات مفعول بہ کی پہلیاں
143	غیر منصرف کی پہلیاں	102	مفعول فیہ کی پہلیاں
143	جوابات غیر منصرف کی پہلیاں	102	جوابات مفعول فیہ کی پہلیاں
143	تثنیہ کی پہلیاں	102	مفعول لہ کی پہلیاں
145	جوابات تثنیہ کی پہلیاں	105	جوابات مفعول لہ کی پہلیاں
145	جمع کی پہلیاں	105	مفعول معہ کی پہلیاں
147	جوابات جمع کی پہلیاں	108	جوابات مفعول معہ کی پہلیاں
147	اسم فاعل کی پہلیاں	108	حال کی پہلیاں
151	جوابات اسم فاعل کی پہلیاں	110	جوابات حال کی پہلیاں
151	صفت مشبہ کی پہلیاں	111	تمیز کی پہلیاں
155	جوابات صفت مشبہ کی پہلیاں	117	جوابات تمیز کی پہلیاں
159	اسم تفضیل کی پہلیاں	120	مستثنیٰ کی پہلیاں
159	جوابات اسم تفضیل کی پہلیاں	120	جوابات مستثنیٰ کی پہلیاں
162	متفرق پہلیاں	123	خبر افعال ناقصہ کی پہلیاں
162	جوابات متفرق پہلیاں	123	جوابات خبر افعال ناقصہ کی پہلیاں
		125	منادی کی پہلیاں
		126	جوابات منادی کی پہلیاں

حرف آغاز

باسمہ تعالیٰ و تقدس

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

نحوی پہیلیاں حصہ اول جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی ترتیب ۱۴۰۸ھ میں اب سے انیس (۱۹) سال قبل ہوئی تھی اور اسی وقت اس کا پہلا ایڈیشن منظر عام پر آیا تھا، اس کے بعد ایک بہ مرتبہ مزید طبع ہوئی، لیکن جب رضا دارالاشاعت سے نشر و اشاعت کا سلسلہ بند ہوا تو اس کی صبا مت بھی موقوف ہوئی، اس کے بعد سے اب تک اہل علم اور باذوق حضرات کی طرف سے مطالبہ رہا کہ اس کی طباعت جاری رکھی جائے، چونکہ اس کتاب کی کتابت اچھی نہیں تھی، لہذا عصر حاضر کے مطابق دوبارہ اس کو کمپیوٹر پر کمپوز کرایا گیا۔

راقم نے اس سے پہلے بھی وعدہ کیا تھا کہ اس کا دوسرا حصہ بھی ہدیہ قارئین ہوگا، لیکن کثرت کار کے سبب وہ وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہو سکا ہے، دوسرے حصہ کا آغاز اگرچہ اسی وقت ہو گیا تھا لیکن دوسرے کام درمیان میں آتے گئے اور یہ کام ٹلتا رہا اور پھر گویا نسیا منسیا ہو گیا۔ لہذا اس مرتبہ بھی پہلا حصہ ہی منظر عام پر لایا جا رہا ہے، انشاء المولیٰ تعالیٰ اب جلد ہی دوسرا حصہ بھی ہدیہ ناظرین ہوگا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا مختار احمد صاحب قادری مدظلہ کا علم نحو کی تدوین و ارتقاء کے موضوع پر نہایت وقیع اور معلوماتی مقدمہ حسب سابق زینت

کتاب ہے جو دراصل کتاب کی جان ہے، قارئین علماء و طلبہ نے اس کو خوب خوب سراہا اور پسند کیا تھا۔ مولانا موصوف نے مقدمہ لکھنے کے ساتھ ہی پوری کتاب کی اصلاح بھی فرمائی تھی جس پر میں ان کا ممنون ہوں۔

مولیٰ تعالیٰ ہم سب کی مساعی کو مشکور فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیة والتسلیم۔

محمد حنیف خاں رضوی

خادم الطلبة جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

۳ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ بروز پنجشنبہ

۲ فروری ۲۰۰۶ء

مقدمہ

از قلم: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا مختار احمد صاحب قادری

صدر المدرسین مدرسہ بحر العلوم بہیڑی

بسم لله الرحمن الرحيم

الحمد لله العليم الغفار، والصلوة والسلام على نبيه المختار، وعلى آله

واصحابه الكاملين في جميع الاطوار۔

علم الالغاز ”پہیلیوں کا علم“ ایک قدیم علم ہے جس کو مورخین علوم نے ایک مستقل علم کی حیثیت سے علوم و فنون کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ علمائے سلف نے اس میں بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، چنانچہ عزالدین حمزہ بن احمد شافعی دمشقی متوفی ۸۸۴ھ نے ایک کتاب ”کتاب الالغاز“ کے نام سے تصنیف فرمائی، ان سے قبل جمال الدین عبدالرحیم بن حسن اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ اور تاج الدین عبدالوہاب سبکی متوفی ۷۷۱ھ نے بھی پہیلیوں کی کتابیں تالیف کیں ”الذخائر الاشرفیہ فی الالغاز الخفیہ“ کے نام سے ایک کتاب قاضی عبدالبر بن شحہ جلی متوفی ۹۲۱ھ نے ترتیب دی۔

مگر اس قسم کی ساری کتابیں فقہی الغاز پر مشتمل ہیں جن میں مسائل فقہ کو پہیلیوں کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

علم الالغاز کی تاریخ میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ نہیں ملتا جس میں فقہ کے علاوہ کسی دوسرے علم کے مسائل کو پہیلیوں کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہو۔

حضرت علامہ محمد حنیف خاں صاحب قابل صد تحسین و تہنیت ہیں کہ انہوں نے نحوی پہیلیاں جمع کر کے علم الالغاز کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے جو انکا یقیناً ایک عظیم کارنامہ ہے۔

مولانا موصوف ایک ابھرتے ہوئے جواں سال عالم ہیں جو اپنی وسیع علمی صلاحیتوں

کی بنیاد پر نو جوان علماء میں ایک منفرد و ممتاز حیثیت اور نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ پختہ کارانہ تدریسی مہارت اور شگفتہ و سنجیدہ انداز خطابت کے ساتھ ساتھ رب کریم نے موصوف کو عظیم تصنیفی ملکہ بھی عطا فرمایا ہے۔

مولانا نے دیگر موضوعات کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ علوم عربیہ سے متعلق کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جو انشا اللہ تعالیٰ عنقریب ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر طالبان علوم عربیہ کے لئے بہترین معاون اور رہنما ثابت ہوں گی ”الالغاز النحویہ“ ”نحوی پہیلیاں“ ان کی تازہ ترین تصنیف ہے جس میں انہوں نے سوالات و جوابات کی صورت میں نحو کے ایسے اہم مسائل ترتیب دیئے ہیں جن کی طرف عام طور سے طلبہ بہت کم توجہ دیتے ہیں۔

کتاب کا انداز یہ ہے کہ پہلے پہیلیوں کے عنوان سے سوالات درج کئے گئے ہیں جن کو پڑھ کر نحو کا طالب علم سخت حیرت اور خلجان میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کا ذہن اس کشمکش میں پڑ جاتا ہے کہ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔

ذہن میں پیدا ہونے والا یہ تحیر و تجسس اس کی ساری توجہات کو جواب کی جانب مرکوز کر دیتا ہے اور طالب علم بے اختیار ہو کر جواب کا صفحہ کھولنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ پھر جیسے جیسے وہ جواب پڑھتا جاتا ہے اس کے ذہن کی گرہیں کھلتی جاتی ہیں اور بالآخر وہ اضطراب و کشمکش کے اندھیروں سے نکل کر یقین و آگہی کے اجالوں میں آ جاتا ہے۔

اس طرح سوالات سے پیدا ہونے والا تجسس و استعجاب پھر جوابات پڑھ کر ذہنی خلجان سے نجات پانے کی روحانی لذت و فرحت اور ایک الجھے ہوئے باریک مسئلہ کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لینے کا مسرور کن احساس، طالب علم کو پوری طرح کتاب میں غرق کر دیتا ہے اور مسائل اس کے ذہن پر مثبت ہوتے چلے جاتے ہیں۔

علم نحو علوم عربیہ شرعیہ و ادبیہ کے لئے اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر موجودہ دور میں اس کی جانب سے سخت بے توجہی و غفلت اختیار کر لی گئی ہے جس کے نتیجے میں طلبہ برسوں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی عربی علوم سے نا آشنا و بے شعور رہتے ہیں۔ عربی کلام کو سمجھنا اور عربی زبان میں گفتگو کرنا تو درکنار عربی عبارت کی چند سطریں تک صحیح طور سے نہیں پڑھ پاتے ایسے وقت میں مولانا نے یہ کتاب تصنیف کر کے طلبہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔

جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء“

موصوف نے ازراہ اخلاص و مودت اس خاکسار سے اس کتاب پر مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی جو علم نحو کے مبادیات، اس کی ضرورت و اہمیت، شرف و عظمت اور مختلف ادوار کی تاریخ پر مشتمل ہو۔

مولانا چونکہ عزیز ترین قریبی احباب میں ہیں۔ اس لئے اس راہ میں اپنی بے بضاعتی کے کامل احساس کے باوجود مجھے ان کے شدید و پیہم اصرار سے مجبور ہو کر وعدہ کرنا ہی پڑا مگر تدریسی و تقریری مصروفیات کی کثرت کے سبب ایفائے وعدہ کا موقع نہ مل سکا۔ ادھر کتاب کا تب کے پاس پہنچ گئی اور خلاف توقع بہت جلد ہی کتابت کے مراحل طے کرتی ہوئے تکمیل کے قریب آگئی جس کے نتیجے میں مولانا کے مخلصانہ تقاضوں نے غیر معمولی شدت اختیار کر لی اور مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

جب مقدمہ کا آغاز کیا تو پتہ چلا کہ مقدمہ النحو لکھنے کی یہ راہ کس قدر سنگلاخ اور دشوار گزار ہے کیونکہ تفسیر، حدیث۔ فقہ اور ادب وغیرہ علوم متداولہ کے متعلق تمام ضروری معلومات عام طور پر کتب مروجہ میں بکھری ہوئی ہیں بلکہ بعض درسی کتابوں کے حواشی و شروح میں بطور مقدمہ ان کو یکجا بھی کر دیا ہے اور کوئی بھی موجودہ مقدمہ نگار انہیں نہایت آسانی کے ساتھ اپنے انداز پر ترتیب دے کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو سکتا ہے مگر علم نحو کے بارے میں کوئی ایسی تصنیف نظر نہیں آئی جس میں اس کے متعلق ضروری معلومات یکجا طور پر دستیاب ہو سکیں۔

درسی کتابیں عام طور پر کلمہ و کلام کی تعریفات سے شروع ہوتی ہیں۔ کسی نے زیادہ کیا تو علم نحو کی تعریف، موضوع اور غایت بیان کر دی۔ محشیں و شارحین نے بھی زیادہ سے زیادہ نحو کے واضح اور اس کے سبب وضع کو بیان کر دینا کافی سمجھا۔ طبقات نحات پر مشتمل جو کتب فراہم ہو سکیں وہ بھی صرف نحو یوں کے حالات زندگی تک محدود ہیں۔

اس صورت حال میں موصوف سے کئے ہوئے اس وعدہ کو پورا کرنا تو قلع سے زیادہ دشوار اور مشکل ثابت ہوا۔ مگر یہ پیر و مرشد آقائے نعمت قطب عالم حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ وارضوان کی روحانی عنایات کا صدقہ ہے کہ ہر مشکل آسان ہوتی چلی گئی۔ اور مواد فراہم ہوتا چلا گیا۔ سرکار مفتی اعظم ہی کی مخفی دستگیری اور انھیں کے فیضان باطنی سے یہ مقدمہ انتہائی قلیل

وقت میں منزل تکمیل تک پہنچ گیا۔

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مری سرکاروں کے

علم نحو کی تعریف

لغوی اعتبار سے لفظ نحو مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے جس کی تفصیل ”صاحب المسالك البہیہ“ نے اس طرح بیان کی ہے: پوشدہ نحو ابد کہ نحو لغتہ برائے چہار معنی آید۔

اول: قصد یقال نحوت هذا نحو ای قصدت قصدا

دوم: جہت نحو وھن نحو البیت عامدات ای قاصدات

سوم: مثل یقال هذا نحو ہ ای مثله

چہارم: نوع یقال هذا علی اربعة انحاء ای انواع

پوشیدہ نہ رہے کہ لفظ نحو لغت میں چار معنی کے لئے آتا ہے

(۱) قصد: کہا جاتا ہے نحوت هذا نحو یعنی میں نے اسکا ارادہ کیا

(۲) جانب: جیسے ”وھن نحو البیت عامدات“ یعنی وہ گھر کی جانب ارادہ کرنے

والی ہیں۔

(۳) مثل: کہا جاتا ہے ”هذا نحو ہ“ یعنی یہ اس کی مثل ہے۔

(۴) نوع: کہا جاتا ہے هذا علی اربعة انحاء ”یعنی یہ چار قسموں پر ہے۔

امام داؤدی نے لفظ نحو کے سات معانی بتائے ہیں اور ان کو اس طرح ایک شعر میں جمع

کیا ہے۔

جمعتها ضمن بیت مفرد کمالا

للنحو سبع معان قد ات لغة

نوع و بعض و صرف فا حفظ المثلا

قصد و مثل و مقدار و ناحیہ

لفظ نحو کے لغت میں سات معانی آئے ہیں ان سب کو میں نے ایک شعر میں جمع کر دیا

ہے۔

ارادہ، مثل، مقدار، جانب، نوع۔ بعض اور پھیرنا

لغت کی مشہور کتاب منتخب اللغات میں نحو کے مندرجہ ذیل معانی بیان کئے گئے

ہیں:

نحو سومی و راہ و مانند و علم کہ اعراب کلام عربی بدایں دانستہ شود و قصد و آہنگ کردن و بر کرانیدن و نام مردیست و بنو نحو قوے ست از اعراب کہ بدو منسوب اند۔

نحو کے معانی یہ ہیں۔ جانب، راستہ، مثل، وہ علم جس سے عربی کلام کے اعراب معلوم ہوں، قصد و ارادہ کرنا، پھرانا، اور ایک مرد کا نام کہ جس کی نسبت سے عرب کا ایک قبیلہ بنو نحو کہلاتا ہے۔

اصطلاحی طور پر علم نحو اس علم کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اسم۔ فعل اور حرف کے اعرابی و بنائی حالات اور ان کے باہم مرکب کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔

مدینۃ العلوم اور مفتاح السعاده میں علم نحو کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:

علم باحث عن احوال المركبات الموضوعات و ضعا نوعيا لنوع نوع
من المعانی الترکیبۃ النسبۃ من حیث دلالتھا علیھا

علم نحو وہ علم ہے جو بحث کرتا ہے ان مرکبات کے احوال سے جن کی معانی ترکیبہ نسبتیہ میں سے ہر ہر نوع کے لئے وضع نوعی کی گئی ہے اس اعتبار سے کہ وہ مرکبات ان معانی پر دلالت کرتے ہیں۔

الارشاد کے مصنف علم نحو کی تعریف اس طرح کرتے ہیں

هو علم يعرف به كيفية التركيب العربي صحة و سقما و كيفية ما يتعلق
بالفاظ من حيث وقوعها فيه من حيث هو او لا وقوعها فيه۔

علم نحو وہ علم ہے جس کے ذریعہ صحت و سقم کے اعتبار سے ترکیب عربی کی کیفیت اور الفاظ کی وہ کیفیت پہچانی جاتی ہے جو الفاظ سے تعلق رکھتی ہے ان کے ترکیب من حیث ہو، ہو میں وقوع یا لا وقوع کے اعتبار سے۔

عام کتب نحو میں علم نحو کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

النحو علم باصول يعرف بها احوال او اخر الكلم الثلاث من حيث

الاعراب والبناء

انحوان اصول کا علم ہے جن کے ذریعہ معرب و مبنی ہونے کی حیثیت سے تینوں کلموں کے آخر کے حالات پہچانے جاتے ہیں۔

موضوع نحو

عام نحوات کے ارشاد کے مطابق نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہیں، کیونکہ اس میں ان دونوں کے عوارض ذاتیہ یعنی اعرابی و بنائی احوال سے بحث کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے مرکبات، مفردات اور ادوات کو موضوع نحو قرار دیا ہے چنانچہ مدینۃ العلوم اور مفتاح السعاده میں ہے:

وموضوعه المركبات والمفردات من حيث وقوعها في التراكيب والادوات لكونها روابط التركيب نحو کا موضوع مرکبات ہیں اور مفردات ہیں اس حیثیت سے کہ وہ تراکیب میں واقع ہوتے ہیں اور حروف ہیں، اس وجہ سے کہ وہ روابط تراکیب ہیں۔

غالباً ان حضرات کی اصطلاح میں حرف پر مفرد کا اطلاق نہیں کیا جاتا ہے، اسی لئے ان کو مفردات سے الگ بیان کیا گیا ہے ولا مشاحة في الاصطلاح۔ موضوع نحو کے بارے میں ایک نظریہ یہ بھی ہے:

هو المركب باسناد اصلي
نحو کا موضوع وہ مرکب ہے جو اسناد اصلی کے ساتھ ہو،
ارباب تحقیق و تدقیق کا مسلک یہ ہے کہ علم نحو کا موضوع، لفظ موضوع ہے خواہ مفرد ہو یا مرکب۔

چنانچہ کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے:

وموضوعه اللفظ الموضوع مفردا كان او مرکبا وهو الصواب،
نحو کا موضوع لفظ موضوع ہے چاہے مفرد ہو یا مرکب یہی صحیح ہے
جامع الغموض میں ہے:

وتحقق حقیق اینست کہ موضوع علم نحو متعدد نیست بلکہ واحد است وهو اللفظ

الموضوع للمعنى -

تحقیق حق یہی ہے کہ نحو کے موضوع متعدد نہیں ہیں بلکہ ایک ہے یعنی وہ لفظ جو معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

بعض محققین نحو نے اسی تحقیق کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

وموضوعه اللفظ الموضوع باعتبار هيئته التركيبية و تا ديتها لمعانيها

الاصلية لا مطلقا -

نحو کا موضوع لفظ موضوع ہے لیکن مطلقاً نہیں بلکہ اپنی ہیئت ترکیبہ اور اپنے معانی

اصلیہ کی ادائیگی کے اعتبار سے۔

غرض و غایت

نحو کی غرض و غایت یہ ہے کہ انسان تراکیب عربیہ کو معانی وضعیہ اصلیہ پر منطبق کرنے میں خطاؤں سے محفوظ رہے۔ اور اس میں اس کو ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ جب وہ کسی معنی کے ظہور کا ارادہ کرے تو اس کی ادائیگی کے لئے ایسی تراکیب لاسکے جن کی اس معنی کے لئے وضع نوعی کی گئی ہو اور وہ عربی بولنے اور پڑھنے میں لسانی خامیوں اور لفظی غلطیوں کا ارتکاب نہ کرے، نیز انسان میں عربی تراکیب کے معانی موضوع لہ اور متکلم کی مراد کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا ہو جائے۔

قال صاحب مفتاح السعادة و غرضه تحصيل ملكة يقدر بها على

ايراد تركيب وضع وضعاً نوعياً لما اراد المتكلم من المعنى وعلى فهم معنى اى

مركب كان بحسب الوضع المذكور وغايته الاحتراز عن الخطاء فى تطبيق

التركيب العربية على المعانى الوضعية الاصلية كذا فى مدينة العلوم وثمرات

الحياة فى طبقات النحاة وقريب منه ما فى كشف اصطلاحات الفنون

والارشاد وحواشيه -

نحو کی ابتدائی کتابوں میں متعلمین کی آسانی کے لئے علم نحو کی غرض و غایت کو

اختصاراً اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

والغرض منه صيانة الذهن عن الخطاء اللفظي في كلام العرب -
اس کی غرض ذہن کو کلام عرب میں خطاء لفظی سے محفوظ رکھنا ہے۔

ایجاد نحو کا سبب

اسلام کا سورج طلوع ہونے سے پہلے عربی صرف اہل عرب کی زبان تھی اور وہ اپنی مادری زبان ہونے کی وجہ سے فطری طور پر بلا تکلف فصیح و بلیغ عربی میں کلام کیا کرتے تھے۔ انھیں عربی زبان میں قدرت و مہارت حاصل کرنے کے لئے نہ قواعد کی ضرورت تھی اور نہ قوانین کی حاجت۔ مگر جب اسلام عربوں کے ساتھ جزیرہ نمائے عرب سے باہر نکلا اور قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر اپنی عظمتوں کے پرچم لہراتا ہوا مغرب ادنیٰ تک پہنچ گیا اس وقت سے عربی صرف اہل عرب کی زبان نہ رہی بلکہ ان فاتح عربوں کے ساتھ عجم کے متمدن شہروں میں پہنچ کر اسلام کے زیر نگین آنے والی مختلف اقوام کی زبان بھی بن گئی۔

مگر ظاہر ہے کہ یہ مختلف زبانیں بولنے والے عجمی لوگ عربوں کی طرح عربی زبان بولنے کی صلاحیت و قدرت نہیں رکھتے تھے لہذا عرب و عجم کے اس اختلاط کی بناء پر عربی زبان میں فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ کثرت سے زبان و محاورہ کی غلطیاں ہونے لگیں۔ نظم میں خلل، عبارت میں گنجلک پن اور ترتیب میں بے ربطی پائی جانے لگی، یہاں تک کہ قرآن پاک کی تلاوت میں بھی لوگ لسانی غلطیوں کا ارتکاب کرنے لگے۔

چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ایک اعرابی مدینہ شریف میں آیا اور اس نے قرآن پاک کی آیات سیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ کسی شخص نے اس کو سورہ برأت کی چند آیات پڑھائیں اور آیت کریمہ ،، ان الله برئى من المشركين ورسوله ،، میں رسولہ کو رفع کی بجائے جر کے ساتھ پڑھایا۔

آیت کریمہ کا ترجمہ یہ ہے:

”بیشک اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہے،“

مگر رسولہ کو جر کے ساتھ پڑھنے میں آیت کریمہ کا ترجمہ اس طرح ہو جاتا ہے:

بیشک اللہ مشرکین سے اور اپنے رسول سے بری ہے۔

چونکہ اس اعرابی کو رسولہ جبرہی کے ساتھ پڑھایا گیا تھا۔ اس لئے اس نے یہی مفہوم سمجھ کر کہا:

کیا اللہ اپنے رسول سے بری ہے؟ جب ایسا ہے تو میں بھی اس کے رسول سے بری ہوں۔

غرض کہ جب اس قسم کی لسانی غلطیاں روزمرہ کی گفتگو اور باہمی مکالمات سے بڑھ کر قرآنی عبارات میں بھی واقع ہونے لگیں تو عربی کی لسانی لغزشوں سے قرآن کی حفاظت کے لئے علم نحو کی ایجاد کی گئی اور نحوی قواعد ترتیب دیئے گئے تاکہ وہ لوگ جن کی مادری زبان عربی نہیں ہے ان قواعد کی روشنی میں تلاوت قرآن پاک اور عربی کلام پر صحیح قدرت حاصل کر سکیں اور اس طرح کی غلطیوں کے مرتکب نہ ہوں جن سے زبان کا حلیہ بھی بگڑ جاتا ہے۔ اور مفہوم بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

علم نحو کی عظمت و اہمیت

قرآن و حدیث اور علوم اسلامیہ کا اصل ذخیرہ عربی زبان میں ہے جس کو سمجھنے کے لئے علوم عربیہ سے واقفیت ضروری ہے، علوم عربیہ میں علم نحو کو اساسی و مرکزی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ عربی زبان کے حصول کا تمام تر دار و مدار علم نحو کی مہارت پر ہی ہے۔ علم نحو کے بغیر نہ عربی زبان حاصل ہو سکتی ہے اور نہ علوم عربیہ کو سمجھا جاسکتا ہے، کیونکہ کسی بھی دوسری زبان کی عبارت کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے اسم و فعل و حرف کے درمیان امتیاز کیا جائے کلمات کے باہمی تعلق کو سمجھا جائے اور فاعل و مفعول۔ مبتداء و خبر، مضاف مضاف الیہ، موصوف صفت وغیرہ کی شناخت کی جائے۔ ان امور کو جانے بغیر کسی عبارت کے مفہوم کو سمجھنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔

عربی زبان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں اعراب کے ذریعہ کلمات کی حیثیات اور ان کے باہمی روابط کو سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے اس زبان میں اعراب کا معمولی سا فرق بھی مفہوم کو کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے اور سننے والا متکلم کے مافی الضمیر کے قطعا برعکس و مخالف مفہوم سمجھ لیتا ہے۔ مندرجہ ذیل واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اعرابی فرق عربی زبان کے مفہوم میں کتنی

بڑی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔

اغالی نے بروایت ائمہ نجات نقل کیا ہے کہ بصرہ میں انتہائی شدید گرمی کا موسم تھا۔
 واضح نحو حضرت ابوالاسود دہلی کی صا: "زادی نے ان سے کہا" یا ابت ما اشد الحر"
 اس کا مقصد گرمی کی شدت پر تعجب کا اظہار کرنا تھا مگر اظہار تعجب کے لئے اس کو "ما اشد الحر"
 بولنا چاہیے تھا۔

اعراب کے اس معمولی فرق نے اس جملہ کا مفہوم اظہار تعجب کے بجائے یہ بنا دیا کہ
 کونسا مہینہ زیادہ سخت گرمی والا ہے۔

حضرت ابوالاسود یہی مفہوم سمجھے اور اسی کے مطابق جواب دیتے ہوئے زیادہ سخت گرمی
 والے مہینہ کا نام بتا دیا۔

اسی قسم کا ایک واقعہ جا حظ نے البیان والتبیین میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے کسی
 اعرابی سے دریافت کیا۔

،، کیف اهلك ،، اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے اہل و عیال کا کیا حال ہے۔ لیکن اس
 مقصد کے لئے اسے کیف اهلك بولنا چاہئے تھا۔ اعراب کی اس تبدیلی کی بنا پر جملہ کا مفہوم
 یہ ہو گیا کہ میں کیسے مردوں؟ اعرابی نے یہی مفہوم سمجھ کر جواب دیا۔ صلباً یعنی سولی کے
 ذریعہ۔

اسی طرح کا وہ واقعہ بھی ہے جو آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ایک اعرابی کو کسی ناواقف
 شخص نے "ان الله برى من المشركين ورسوله" کو رفع کے بجائے جر کے ساتھ پڑھا دیا
 جس سے مفہوم اتنا تبدیل ہو گیا کہ اعرابی نے اس کی بنیاد پر رسول پاک ﷺ سے اپنی برأت و
 بیزاری کا اعلان کر دیا۔

عربی ادب کے لٹچر میں اس قسم کے بے شمار واقعات بکھرے ہوئے ہیں جن سے
 ایک عام انسان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ عربی پڑھنے، بولنے، سمجھنے اور عربی زبان میں اپنا مافی
 الضمیر ظاہر کرنے کے لئے اعراب کا پہچانا کس قدر ضروری ہے۔ اور اعراب سے ناواقفیت اور
 ان کا غلط استعمال مفہوم میں کتنا بڑا تغیر و تبدل پیدا کر دیتا ہے۔، اسی لئے عربی زبان کو حاصل
 کرنے کے لئے اعرابی کیفیات و تغیرات اور اعرابوں کے استعمال کے صحیح مواقع کو پہچانا انتہائی

لازمی و ضروری ہے۔ ان چیزوں سے ناواقف انسان نہ عربی عبارت پڑھ سکتا ہے اور نہ اس کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے۔

اعرابی شناخت ہی کے لئے علم نحو کو وضع کیا گیا ہے۔ نحو ہی کے ذریعہ انسان کو عربی بولنے، عبارت پڑھنے اور عربی کلام کو سمجھنے کی لیاقت و صلاحیت حاصل ہوتی ہے اور علم نحو کے بغیر اسی قسم کے نتائج سامنے آتے ہیں۔ جن کی مثالیں آپ نے مذکورۃ الصدر واقعات میں ملاحظہ فرمائیں۔

بہت سے ائمہ نحو اپنی ابتدائی حیات میں علم نحو سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے مگر جب علم نحو سے غفلت کے سبب ان کو اس طرح کے نتائج کا شکار ہو کر اہل علم کے سامنے ندامت اٹھانا پڑی تو وہ اس علم کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور پھر اس میں ایسی مہارت تامہ حاصل کی کہ آسمان نحو کے آفتاب و ماہتاب بن کر مرجع نجات و ادبا ہو گئے۔

چنانچہ نجات بصرہ کے امام سیبویہ ابتداء فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ اس وقت تک انھیں علم نحو کی طرف کوئی رغبت و توجہ نہ تھی۔ وہ اس زمانہ میں مشہور محدث حضرت حماد بن سلمہ کے مستملی بھی تھے۔ ایک روز کسی حدیث کی روایت کرتے ہوئے حضرت حماد نے ”لیس ابا الدرداء“ املا کیا۔ سیبویہ نے ”لیس ابو الدرداء“ پڑھا، اس پر حضرت حماد نے باواز بلند کہا: سیبویہ تم غلطی کر رہے ہو ”لیس ابا الدرداء“ کہو، کیونکہ یہ استثنا ہے۔ اس غلطی سے سیبویہ نہایت منفعل ہوئے اور اسی وقت اپنے دل میں یہ عہد کر لیا کہ اب میں وہ علم ضرور سیکھوں گا جو ایسی غلطیوں کے ارتکاب سے میری حفاظت کرے اور اس کے ذریعہ میری زبان ایسی درست ہو جائے کہ پھر کوئی شخص کسی قسم کی خامی اس میں نہ نکال سکے۔

یہی احساس و عزم انہیں تحصیل علم نحو کے لئے خلیل و غیرہ اساتذہ نحو کی درسگاہوں میں لے گیا جہاں انہوں نے اس علم کے اصول و فروع سیکھ کر اس میں ایسی مہارت و قابلیت حاصل کی کہ نجات بصرہ کے امام اور مرجع خواص و عوام بن گئے، اور نحو نے جو شاندار ترقی اور عظیم وسعت حاصل کی وہ انہیں کی تحقیق کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح کوئی نحویوں کے پیشوا کسائی بھی ابتدا میں نحو سے کوئی شغف نہیں رکھتے تھے، بلکہ مکمل طور پر علم قرأت کی خدمت میں ڈوبے ہوئے تھے اور اس فن میں ایسا اعلیٰ مقام حاصل کیا

تھا کہ صاحب مذہب اور امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ ایک روز کہیں جا رہے تھے، طویل مسافت طے کی، چلتے چلتے تھک گئے، چند ذی علم شناسا حضرات کو بیٹھے ہوئے دیکھا یہ بھی ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے، چونکہ سفر کی تھکن سے طبیعت بوجھل تھی، اس لئے تھکاوٹ کا اظہار کرنے کے لئے کہا ”قد عیبت“ یہ حضرات ارباب فضل و کمال اور عربی زبان کے ماہر تھے، کسائی کا یہ جملہ سن کر چہروں پر ناگواری کے تاثرات پیدا ہو گئے اور کسائی سے کہنے لگے کہ تم عربی زبان میں ایسا کھلا ہوا لحن کرتے ہو، تم پر ہماری صحبت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، کسائی نے حیران ہو کر دریافت کیا کہ اس جملہ میں کیا لحن ہوا؟ ان لوگوں نے بتایا کہ اگر تمہارا مقصود اظہار کسل کرنا تھا تو ”اعیبت“ کہنا چاہیے تھا۔ اور اگر انقطاع حیلہ یا اور کسی امر میں تحیر کا اظہار مقصود تھا تو ”عیبت“ تخفیف کہنا چاہیے تھا۔ کسائی کو اپنی اس کم علمی پر سخت ندامت ہوئی اور اس مجلس سے یہ عزم کر کے اٹھے کہ اب علم نحو و لغت میں ایسی مہارت حاصل کروں گا کہ یہ لوگ بھی ان علوم میں میرے تفوق و برتری کے قائل ہو جائیں۔ اس کے بعد مختلف اساتذہ کی بارگاہوں میں حاضر ہو کر ایسی استعداد بہم پہنچائی کہ آج بھی زمانہ انھیں ائمہ نحو میں شمار کرتا ہے۔

ان تمام شواہد کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ علم نحو کی معرفت کے بغیر عربی زبان اور علوم عربیہ کا حصول قطعاً ناممکن ہے اور کوئی ذی ہوش انسان اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ جب تک علوم عربیہ پر عبور حاصل نہ ہو اس وقت تک قرآن و حدیث کے معانی و مطالب تک رسائی میسر نہیں ہو سکتی اور نہ دیگر علوم شرعیہ کا حصول ہو سکتا ہے۔ لہذا قرآن و حدیث اور دیگر علوم شرعیہ کی تحصیل کے لئے علم نحو کو بنیادی و اساسی حیثیت حاصل ہوئی۔ انسان کی تمام تر دنیوی و اخروی سعادات و ترقیات اور فلاح و نجات قرآن و حدیث کے علم پر موقوف ہے، لہذا جو علم قرآن و حدیث کو پڑھنے اور سمجھنے کے لئے نہ صرف مدد و معاون بلکہ مدار و موقوف علیہ ہو وہ کس قدر اہم اور با عظمت ہوگا، اسی سے علم نحو کے شرف و عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ پھر یہ ایک ایسا علم ہے جس کے اصول و قواعد دیگر علوم کے مسائل کی جانب بھی ہدایت و رہنمائی کرتے ہیں اور ان پر قیاس کر کے ایک ماہر فن دقیق النظر انسان دوسرے علم کے احکام کا بھی استخراج کر لیتا ہے۔ چنانچہ امام نحو فرا کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ایک علم میں مہارت حاصل کر لینے سے دوسرے علوم میں بھی رہنمائی حاصل ہو

جاتی ہے، اس پر حضرت امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم علم نحو میں کامل مہارت رکھتے ہو، اپنے علم کی روشنی میں بتاؤ کہ اگر کسی شخص کو نماز میں سہو ہو جائے اور جب وہ سجدہ سہو ادا کرے تو سجدہ سہو کے دوران پھر سہو ہو جائے تو اس پر دوبارہ سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ امام فرما نے جواب دیا کہ اس کے لئے وہی سجدہ سہو کافی ہے دوبارہ سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ امام محمد نے دریافت فرمایا کہ تم نے علم نحو کے کس اصول سے اس مسئلہ کا استخراج کیا؟ فرما نے جواب دیا کہ ”المصفر لا یصغر“ تصغیر کی تصغیر نہیں آتی۔ اس قاعدہ پر قیاس کر کے میں نے یہ مسئلہ معلوم کر لیا۔

ان ذاتی فضائل کے علاوہ علم نحو کو نسبتی عظمت بھی حاصل ہے کہ اس کی تاسیس و ایجاد امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جیسی عظیم المرتبت جلیل القدر شخصیت نے فرمائی ہے جو سرور کونین ﷺ کے داماد اور مدینۃ العلم ہیں، اس نسبت کے اعتبار سے بھی یہ علم دیگر علوم کے درمیان خصوصی عظمت و اہمیت کا حامل ہے۔

صاحب درایۃ النحو علم نحو کی عظمت و اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

و اذا كان الغرض من النحو والفائدة منه هو العصمة عن الخطاء في كلام العرب والاعتماد منه على فهم نظم القرآن والحديث والفقہ وبه يتيسر الارتقاء الى علم البيان ويحصل الاقتدار على البيّنات والتقوى على التاويلات فكان اشرف العلوم لان شرف العلوم بشرف المعلوم منه و غايته اقرب العربية فائدة وارجحها معيارا و اسناها عظيمة ومقدارا،

چونکہ علم نحو کی غرض اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ کلام عرب میں خطا سے حفاظت ہو اور اس سے نظم قرآن اور حدیث وفقہ سمجھنے میں سہارا ملتا ہے، علم بیان کی طرف ارتقاء آسان ہو جاتا ہے، دلائل پر قدرت اور تاویلات کی قوت حاصل ہوتی ہے، اس لئے یہ علم سارے علوم میں اشرف ہے، کیونکہ علم کا شرف اسکے معلوم اور اسکی غایت کے شرف سے ہوتا ہے، نیز یہ علم فائدہ کے اعتبار سے علوم عربیہ میں سب سے زیادہ نافع، معیار کے اعتبار سے سب سے زیادہ راجح، اور عظمت و مرتبہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ بلند ہے۔

بارگاہ رسالت میں نحو و اہل نحو کا مقام

مفتاح السعاده میں روایت کیا گیا ہے کہ ابو بکر بن مجاہد مقری نے بیان کیا کہ ایک بار ابو العباس ثعلب نحوی نے مجھ سے نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ کہا کہ اے ابو بکر! علمائے قرآن علوم قرآنیہ کی خدمت میں مصروف رہے۔ محدثین نے زندگی بھر احادیث کریمہ کی خدمت و اشاعت کی۔ اور فقہانے مسائل شریعت کی ترتیب و تدوین کی اور دین حنیف کی عظیم خدمت انجام دی۔ یہ سب حضرات فائز المرام ہوئے، مگر ہم ساری زندگی علم نحو میں مشغول رہ کر زید و عمر وہی کرتے رہے، نہ جانے ہمارا کیا انجام ہوگا؟ ابو بکر کہتے ہیں کہ میں جب گھر آ کر رات کو سویا تو اسی شب خواب میں مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر! ابو العباس کو میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ سرکار نے فرمایا ہے:

انت صاحب العلم المستطیل۔ تم دراز علم والے ہو

اخبار نجات میں محمد ابن حمدان سے روایت ہے کہ ایک شخص امام نحو کسائی کی غیبت کیا کرتا تھا، میں نے اسے ہر چند سمجھایا مگر وہ اپنی ناشائستہ حرکت سے باز نہیں آیا اور اپنی محفلوں میں کسائی کی غیبت کرتا رہا، چند ایام کے بعد اس شخص نے مجھ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں نے کسائی کو خواب میں دیکھا ہے، انکی شکل نہایت ہی حسین تھی، میں نے ان سے ان کی سرگذشت پوچھی، انہوں نے بتایا کہ خداوند کریم نے قرآن کے طفیل مجھے بخش دیا، اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ عالم آخرت میں آ کر مجھے سرور کونین ﷺ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا، سرکار نے فرمایا کہ پڑھو، میں نے عرض کیا: کیا پڑھوں؟ فرمایا:

والصافات صفاً۔ فالزاجرات زجراً۔ فالتالیات ذکراً۔ ان الہکم لوا

حد۔

میں نے تعمیل حکم کی، نہایت مسرور ہوئے اور میرے بازو پر اپنا دست پاک مار کر فرمایا کہ قیامت کے دن ہم فرشتوں کے مجمع میں تم پر فخر کریں گے۔

علم نحو کی شرعی حیثیت

علوم کی شرعی حیثیت متعین کرنے کے لئے بنیادی اصول یہ ہے کہ جو علم تحصیل فرض کے لئے ذریعہ و وسیلہ بنتا ہے اس کا حاصل کرنا فرض ہوتا ہے، اور جو علم تحصیل واجب کا ذریعہ بنتا ہے اس کا حاصل کرنا واجب ہوتا ہے، اسی طرح جو علم سنت یا مستحب کی تحصیل کا ذریعہ بنے اس کا حاصل کرنا سنت یا مستحب ہوتا ہے۔

چنانچہ تلمیذ صاحب ہدایہ حضرت علامہ شیخ برہان الدین زرلوجی "تعلیم المحتلم" میں ارشاد فرماتے ہیں:

ما یتوسل بہ الی اقامة الفرض یكون فرضا وما یتوسل بہ الی اقامة الواجب یكون واجبا۔

جس علم کو فرض قائم کرنے کا وسیلہ بنایا جائے وہ فرض ہوتا ہے اور جس کو اقامت واجب کا ذریعہ بنایا جائے وہ واجب ہوتا ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ وغیرہ علوم شرعیہ کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ شیخ محمد آفندی رومی علیہ الرحمہ "الطریقتہ المحمدیہ" میں فرماتے ہیں:

الصنف الثانی فروض الکفایہ وهو ما یتعلق بحال غیر اعنی الفقہ کلہ والتفسیر والحديث والاصول والقراءة۔

علوم کی دوسری قسم وہ ہے جس کی تحصیل فرض کفایہ ہے اور یہ وہ علوم ہیں جو غیر کے حائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یعنی پورا فقہ، تفسیر، حدیث، کلام، اصول فقہ، قرأت۔

اور گذشتہ مضمون میں ہم نے تفصیلی طور پر اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ علم نحو علوم شرعیہ کے لئے نہ صرف ذریعہ و وسیلہ ہے بلکہ ان کی تحصیل سراسر علم نحو پر موقوف ہے۔ لہذا جب وہ علوم شرعیہ جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، علم نحو پر موقوف ہیں تو مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں علم نحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہوا، کیونکہ وہ فروض کفایہ کی تحصیل کا وسیلہ و مدار ہے۔

حضرت علامہ شیخ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقتہ المحمدیہ" میں علوم عربیہ کی حیثیت بیان کرتے ہوئے ان کو بارہ علوم میں تقسیم کیا ہے جن میں پہلا

مقام علم نحو کو دیا ہے، اور مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں ان سارے علوم عربیہ کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

(والذی یقتضیہ الاصل) المقرّر عند العلماء (اعنی) ای اقصد بالاصل (ان ما) ای الذی (یتو سل به الی) تحصیل (الفرض) من ای نوع کان من انواع العبادات فهو (فرض و كذلك فی الواجب) ما یتو سل به الیه فهو واجب (وغیره) ای الامر المسنون والمستحب فما یتو سل به الیهما فحکمہ کحکمہما (کونہا) ای علوم العربیة (فرض کفایة لان العلوم الشرعیة) المترجمة من قبل الشارع الذی هو النبی العربی ﷺ (متوقفة علیہا) فلا تفہم الایہا۔

علماء کے نزدیک ثابت شدہ یہ اصول کہ جو علم انواع عبادات میں سے کسی بھی نوع کی فرض عبادت کا ذریعہ بنے وہ فرض ہے، ایسے ہی جو علم واجب، سنت، مستحب کے لئے وسیلہ بنایا جائے وہ علی الترتیب واجب، سنت، مستحب ہے۔ علوم عربیہ کے فرض کفایہ ہونے کا متقاضی ہے، کیونکہ علوم شرعیہ جو شارع کی جانب سے عطا فرمائے ہوئے ہیں انہیں علوم عربیہ پر موقوف ہیں اور ان کے بغیر سمجھ میں نہیں آتے ہیں۔

نیز صاحب مدینۃ العلوم اور صاحب مفتاح السعاده نے بھی تصریح کی ہے کہ علم نحو کا حاصل کرنا فرض کفایہ میں سے ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول سے استدلال کرنے میں اس کی احتیاج واقع ہوتی ہے۔ بعض فقہائے کرام نے تعلیم علم نحو کو صراحتہً واجب بھی قرار دیا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی ارشاد فرماتے ہیں:

قد نکون البدعة واجبة کنصب الادلة لرد علی اهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفہم للکتاب والسنة۔

کبھی بدعت واجب ہوتی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو قرآن و حدیث کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "اشعة اللمعات" میں تحریر فرماتے

ہیں:

بعض بدعتہا ست کہ واجب ست چنانچہ تعلیم و تعلم صرف و نحو کہ ہداں معرفت آیات و احادیث حاصل کر دو۔

بعض بدعتیں ایسی ہیں جو واجب ہیں جیسے کہ علم نحو و صرف کا سیکھنا و سکھانا۔ کیونکہ ان سے آیات و احادیث کے مفہیم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔
صاحب درایۃ النحو کہتے ہیں:

و کان تعلمہ و تعلیمہ من الواجبات۔

علم نحو کا سیکھنا سکھانا واجبات میں سے ہے۔

علامہ شامی اور محدث دہلوی کے مندرجہ بالا ارشادات میں تحصیل نحو و صرف کو واجب بتانے کے ساتھ ساتھ ان کو بدعت بھی قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر بدعت پر حرمت و عدم جواز کا حکم لگانا سراسر غلط اور اصول شریعت کے منافی ہے، کیونکہ جب بعض بدعتیں واجب بھی ہوتی ہیں پھر ہر بدعت حرام و ناجائز کس طرح ہو سکتی ہے؟

اس طرح ان اقوال طیبہ سے دیوبندیوں وغیرہ فرق باطلہ کا وضاحت رد ہو جاتا ہے جو ہر بدعت پر حرمت و ضلالت کا حکم لگا کر میلاد و فاتحہ وغیرہ مراسم اہل سنت کو حرام و ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اور بجا طور پر یہ جماعتیں اس سوال کی زد میں آ جاتی ہیں کہ جب احناف فقہاء و محدثین نے علم نحو و صرف کی تعلیم و تعلم کو بدعت قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک ہر بدعت حرام و گمراہی ہے تو انکے مدارس میں نحو و صرف کی تعلیم کیوں رائج ہے؟

علم نحو کے ماخذ

ایجاد نحو کا سبب، کے عنوان کے تحت ہم نے اس امر کی مکمل وضاحت کی ہے کہ جب عربی زبان میں لسانی خامیوں کی وجہ سے فساد واقع ہونے لگا تو عربوں کو اپنی زبان کے تحفظ کی فکر پیدا ہوئی اور انہوں نے اس مقصد کے لئے علم نحو کی ایجاد و تدوین کی، عربی زبان میں یہ فساد عجمیوں کے اختلاط کی بنا پر پیدا ہوا تھا، ورنہ اس سے پہلے عربوں کی زبان انتہائی فصیح اور اغلاط سے پاک تھی جو نثری و شعری صورت میں سینہ بسینہ منتقل ہوتی ہوئی بعد کے لوگوں تک پہنچی۔

مگر عربی ادب کے راویوں نے نثر کی جانب کچھ زیادہ توجہ نہیں کی، اس سے اس دور کی نثر کا صرف وہ حصہ محفوظ رہا جو اپنی موزونیت و نفاست یا ایجاز و بلاغت کی وجہ سے زباں زد خاص و عام ہو گیا تھا۔ جیسے ضرب الامثال، حکیمانہ مقولے، وصایا، خطبات۔

ہاں اہل عرب میں شاعری کا بہت چرچا تھا، وہ کثرت سے اشعار کہتے اور بہت اہتمام و توجہ کے ساتھ ان کو محفوظ رکھتے تھے، ہر شاعر کے ساتھ ایک راوی لگا رہتا جو اس کے اشعار کو عوام میں مشتہر کرتا تھا، میلوں اور بازاروں میں مشاعرے منعقد کئے جاتے تھے جہاں مختلف قبائل کے لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا تھا اور مقبولیت حاصل کرنے والے اشعار سارے عرب میں پھیل جاتے تھے، پھر سینہ بسینہ ان کی منتقلی عمل میں آتی رہتی تھی۔ اس طرح ان کی شاعری اتنی کثیر تعداد میں محفوظ ہو کر بعد کے لوگوں تک پہنچی جس کو یکجا کرنا بھی انتہائی مشکل ہے۔

اس دور کی شاعری، ضرب الامثال، حکیمانہ مقولہ جات، وصایا اور خطبات کا محفوظ شدہ ذخیرہ ہر قسم کی لسانی خامیوں اور غلطیوں سے مبرا تھا، اسی ذخیرہ کی زبان کو نمونہ بنا کر اور اس کی تراکیب اور الفاظ کے طریق استعمال کو سامنے رکھ کر اہل نحو نے قواعد نحویہ کی ترتیب کی۔

اس کے علاوہ ان کے سامنے عربی زبان کا شاہکار قرآن پاک بھی تھا جسکی فصاحت و بلاغت اور نفاست و موزونیت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ اس کی پاکیزہ زبان بھی نحو کی تشکیل میں بہت بڑی معاون بنی۔

پھر عجمیوں کے اختلاط سے پیدا ہونے والے لسانی امراض کا دائرہ صرف بڑے بڑے شہروں تک محدود تھا، دیہات تک ان کا اثر نہیں پہنچا تھا، دیہاتیوں میں ابھی تک خالص زبان معروف تھی، لہذا دیہات کی موجودہ زبان سے بھی قواعد اخذ کیے گئے۔

چنانچہ کسائی کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے ایک بار اپنے استاذ خلیل سے دریافت کیا کہ آپ نے علم نحو کس سے حاصل کیا؟ خلیل نے جواب دیا کہ حجاز، نجد، ہمامہ کے صحراؤں میں رہنے والے اعرابیوں سے۔

کسائی نے اپنے استاذ کا یہ جواب سن کر عزم کر لیا کہ مجھے بھی اعرابیوں سے ہی اس فن کی تکمیل کرنا ہے، چنانچہ بصرہ کو خیر باد کہا اور دیہات میں گھوم پھر کر اقوال اعراب جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور انکا اتنا بڑا ذخیرہ فراہم کیا کہ پندرہ شیشے سیاہی کے صرف ہو گئے، اس طرح

مدونین نحو نے تین چیزوں کو نحو کا ماخذ بنایا۔

(۱) قرآن کریم۔

(۲) پچھلے عربوں کی زبان کا محفوظ شدہ سرمایہ جو اشعار، ضرب الامثال، حکیمانہ

مقولے، وصایا اور خطبات پر مشتمل ہے۔

(۳) اپنے دور کے خالص اعراب کی زبان جو عجمیوں کے اختلاط کے اثرات سے

محفوظ تھی۔

انہیں تینوں ماخذوں سے نحوی قوانین اخذ کئے گئے اور آج تک کتب نحو میں قواعد نحو یہ

کی تائید و اثبات کے لئے انہیں سے لائل فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہاں اس امر کو بھی پیش نظر

رکھنا ضروری ہے کہ علم نحو وغیرہ علوم عربیہ کا ماخذ تمام اہل عرب کی زبان کو نہیں بنایا گیا، بلکہ اس

سلسلہ میں انہیں قبائل کی زبان کو قابل اعتماد سمجھا گیا ہے جو حجاز و نجد کے درمیانی علاقوں میں رہتے

تھے اور غیر عربی لوگوں سے انکا اختلاط نہیں تھا جس کی وجہ سے ان کی زبان خالص اور عجمی اثرات

سے پاک تھی۔

ایسے قبائل میں ہذیل، کنانہ، قیس، غیلان اور بعض بنو تمیم زیادہ مشہور ہیں۔ لیکن عرب

کے وہ قبائل جو عجم کی سرحدوں پر آباد تھے، جیسے حمیر، ہمدان، خولان، جن کی آبادی حبشہ سے ملی

ہوئی تھی، طی اور غسان جو روم و شام کے پڑوسی تھے، اور عبدالقیس جو اہل جزیرہ و فارس کے ہما

یہ تھے اس قسم کے قبائل کی زبان کو ادبی علوم کے لئے قابل استناد نہیں تسلیم کیا گیا، کیونکہ ان کی

زبانوں میں عجمیوں سے اختلاط کے اثرات پیدا ہو گئے تھے اور وہ فصاحت و بلاغت کے اس

معیار پر باقی نہیں رہی تھی کہ خالص عربی کی نمائندگی کر سکیں اور ان سے عربی کے لسانی قواعد اخذ

کئے جاسکیں۔

قال صاحب کشف اصطلاحات الفنون واعلم ان هذه العلوم فى

العربية لم تؤخذ عن العرب قاطبة بل عن الفصحاء البلغاء منهم وهم الذين لم

يخالطوا غيرهم كهذيل وكنانة وبعض تميم وقيس وغيلان ومن يضا هيهم من

عرب الحجاز وواسط نجد، فاما الذين اصابوا العجم فى الاطراف فلم تعتبر

لغاتهم واحوالها فى اصول هذا العلوم وهو لاء كحمير وهدان وخولان

والا زد لمقاربتهم الحبشة والزنج و طى وغسان لمخالطتهم الروم والشام
وعبدالقيس لمجاورتهم اهل الجزيرة وفارس -

علم نحو کی تاریخ

علم نحو کی ایجاد کب ہوئی اور اس کی ایجاد کا سہرا کس کے سر ہے؟ اس بارے میں مورخین
کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض لوگوں کا نظریہ ہے کہ علم نحو کی وضع نسب سے پہلے عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے
کی ہے۔ بعض لوگ نصر بن عاصم کو نحو کا واضع اول بتاتے ہیں۔ ان دونوں اقوال کے مطابق علم نحو
کی بنیاد عہد بنو امیہ میں پڑی۔ مگر یہ دونوں نظریے تاریخی حقائق کی روشنی میں قابل اعتماد نہیں ہیں
کیوں کہ محققین طبقات نحاۃ نے ان دونوں حضرات کو حضرت ابوالاسود دہلی کے تلامذہ میں شمار کیا
ہے۔ چنانچہ ابوالبرکات عبدالرحمن بن محمد الانباری متوفی ۵۷۹ھ ”زہد الالبانی طبقات
الادباء“ میں فرماتے ہیں:

واخذ عن ابي الاسود عنبسة الفيل وميمون الاقرن و نصر بن عاصم و
عبد الرحمن بن هرم بن زويحي بن يعمر -

اسی طرح اخبار نحات وغیرہ میں بھی ان دونوں حضرات کو حضرت ابوالاسود کے تلامذہ
میں شمار کیا گیا ہے۔

پھر ان دونوں کو علم نحو کا موجد اور واضع اول قرار دینا کس طرح درست ہو سکتا ہے؟
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابوالاسود دہلی نے کوفہ و بصرہ کے گورنر زیاد بن ابیہ کی
اجازت سے علم نحو کو ایجاد کیا تھا۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت ابوالاسود دہلی نے امیر المومنین
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قواعد نحو یہ کو وضع کیا۔ فاروق اعظم نے
ایک اعرابی کی زبان سے ”ان الله برئ من المشركين ورسوله“ کے بجائے ”ان الله برئ
من المشركين ورسوله“ سن کر حضرت ابوالاسود کو توبہ کا حکم دیا تھا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ علم
نحو کے بانی و موجد امیر المومنین سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ آپ ہی نے
سب سے پہلے نحو کے چند ابتدائی اصول وضع فرمائے اور پھر آپ کے حکم سے انہیں اصول کی

روشنی میں حضرت ابوالاسود دہلی نے قواعد نحو ترتیب دیئے چنانچہ ”نزہة الالباسم طبقات الادب“ میں واضعین نحو کے بارے میں مندرجہ بالا اقوال نقل کرنے کے بعد عبدالرحمن انباری فرماتے ہیں:

والصحيح ان اول من وضع النحو على ابن ابى طالب رضى الله عنه لان الروايات كلها تسند الى ابى الاسود وابو الاسود يسند الى على فانه روى عن ابى الاسود انه سئل هذا النحو فقال لفت حدوده من على ابن ابى طالب ، صحيح یہ ہے کہ جس نے سب سے پہلے نحو کی وضع کی وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں، کیونکہ ساری روایات کی نسبت حضرت ابوالاسود کی طرف کی جاتی ہے، اور ابوالاسود حضرت علی کی جانب نسبت کرتے ہیں، چنانچہ ابوالاسود سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کو یہ نحو کہاں سے حاصل ہوا؟ تو انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کے حدود حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حاصل کئے۔

اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے اور یہی محققین کا مسلک ہے کہ نحو کے اولین موجد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں، آپ ہی سے اخذ کر کے ابوالاسود نے قواعد نحو کو مرتب کیا ہے۔ چنانچہ ابو عبید بن معمر بن اشمش فرماتے ہیں:

اخذ ابو الاسود الدثلی النحو عن علی بن ابی طالب رضى الله تعالى عنه ابو الاسود دہلی نے نحو کو علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔ ابو حاتم جستانی حکایت کرتے ہیں:

ولد ابو الاسود الدثلی فی الجاهلیة واخذ النحو عن علی بن ابی طالب رضى الله تعالى عنه ابو الاسود دور جاہلیت میں پیدا ہوئے اور انھوں نے علم نحو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا۔

مفتاح السعادة میں ہے:

فعلم من هذه الروايات ان اول من وضع النحو ابو الاسود اخذه عن علی بن ابی طالب كرم الله تعالى وجهه

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ابوالاسود نے علم نحو کی وضع کی اور اسے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔
ابن خلدون کہتے ہیں:

اول من كتب فيها ابو الاسود الدثلي من بني كنانة ويقال باشارة على
رضي الله تعالى عنه ،

جس نے سب سے پہلے صناعت نحو میں لکھا وہ ابوالاسود دثلی ہیں، اور کہا جاتا ہے کہ
انہوں نے حضرت علی کے اشارہ سے یہ کام کیا۔
ثمرات الحیوة فی طبقات النخاة میں ہے:

اول من وضع النجوم باب مدينة العلم الذي طلعت كلماته البليغة في
المشارك والمغرب طلوع النجم في الغياض على بن ابي طالب كرم الله
تعالى وجهه الكريم -

جنہوں نے سب سے پہلے نحو کی بنیاد ڈالی وہ باب مدینۃ العلم حضرت علی ابن ابی طالب
رضی اللہ عنہ ہیں جن کے کلمات بلیغہ مشارق و مغارب میں اس طرح روشن ہیں جیسے تاریکیوں
میں ستارے روشن ہوتے ہیں۔

المسالک البہیۃ میں ہے:

ووضع آن ابوالاسود دثلی است کہ بامر جناب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ
تعالیٰ وجہہ این علم را وضع نمود و ازیں جا است کہ ہر گاہ جناب مدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسم و فعل
و حرف و قدرے از اعراب بدو آموختہ فرمودند: انح هذا النحو یا ابا الاسود، مسمی بنحو گردید۔
علم نحو کے واضع ابوالاسود دثلی ہیں کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ کے حکم سے اس علم کو وضع کیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسم و فعل و حرف اور کچھ
اعراب سکھائے تو فرمایا: انح هذا النحو یا ابا الاسود“ اس وجہ سے اس علم کا نام نحو ہوا۔

”درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو“ اور ”اخبار نحات“ وغیرہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا گیا

ہے۔

ان تمام باتوں سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ قابل اعتماد اور مشہور قول یہی ہے

کہ علم نحو کے بانی و موسس امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔ آپ نے نحو کے قواعد حضرت ابوالاسود کو تعلیم فرمائے اور آپ ہی کی رہنمائی میں انھوں نے نحوی قواعد کی وضع و ترتیب کی۔

چنانچہ صاحب ”ثمرات الحیوة“ اس موقف کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

وذلك مشهور بحيث لا يكون لئلا نكار سبيل اليه ولا يسوغ الاعتماد

الاعليه۔

یہ اتنا مشہور ہے کہ نہ اس کے انکار کا کوئی راستہ ہے اور نہ اس کے سوا کسی دوسرے قول پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

مورخین اور تذکرہ نگاروں نے ایجاد نحو کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ عجمیوں کے میل جول کی وجہ سے عربی زبان میں فساد واقع ہونے کی بنا پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو تدوین نحو کا خیال پیدا ہوا، اور آپ نے ایک رقعہ پر چند ابتدائی اصول لکھ کر حضرت ابوالاسود کو عطا فرمائے اور انھیں اسی انداز پر مزید قواعد جمع کرنے کا حکم دیا، آپ کے تحریر کردہ رقعہ کا مضمون یہ تھا:

الكلام كله اسم وفعل وحرف، والا سم ما انبا عن المسمى۔ والفعل ما

انبي به والحرف ما افاد معنى۔

ابوالاسود نے آپ کے حکم کے مطابق اصول نحو جمع کرنا شروع کر دیئے یہاں تک کہ کافی مجموعہ تیار ہو گیا۔ حضرت ابوالاسود تفصیلی طور پر اس ماجرے کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

دخلت على امير المومنين على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنه فو

جدت فى يده رقعة فقلت ما هذه يا امير المومنين فقال انى تاملت كلام العرب

فوجدته قد فسد بمخالطة هذه الحمراء يعنى الاعاجم فاردت ان اضع شيئا

يرجعون اليه ويعتمدون عليه ثم القى لى الرقعة وفيها مكتوب الكلام كله اسم

وفعل وحرف فالاسم ما انبا عن المسمى والفعل ما انبى به والحرف ما افاد

معنى وقال انح هذا النحو واضف اليه ما وقع اليك۔

میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس آیا تو میں نے آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ پایا، میں نے پوچھا امیر المومنین! یہ کیا ہے؟ فرمایا: میں نے کلام عرب میں غور کیا تو محسوس کیا کہ اس میں عجمیوں کے میل جول کی وجہ سے فساد واقع ہونے لگا ہے، لہذا میں نے سوچا کہ کچھ ایسے اصول وضع کر دوں جن کی طرف لوگ رجوع کریں اور ان پر اعتماد کریں، پھر آپ نے وہ رقعہ مجھے عطا فرمایا جس میں لکھا ہوا تھا۔ الکلام کلہ اسم و فعل و حرف۔ فالاسم ما انبأ عن المسمى والفعل ما انبئى به والحرف ما افاد معنى۔ اور آپ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اسی طریقہ کی پیروی کرو اور جو بات تمہارے ذہن میں آئے اس میں اضافہ کر دو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت ابوالاسود نے اس طرح قواعد نحو کی ترتیب شروع کر دی کہ لوگوں کی گفتگو میں جو نحوی غلطی سنتے اس کی اصلاح کے لئے ایک قاعدہ وضع کر دیتے۔

چنانچہ ایک بار آپ کے سامنے آپ کی بیٹی نے ”ما احسن السماء“ کہا، آپ نے جواب دیا: بنجو مها۔ اس نے کہا: میرا مقصد یہ نہیں تھا، بلکہ میرا مقصد آسمان کے حسن پر تعجب کرنا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقصد کے لئے تمہیں ”ما احسن السماء“ کہنا چاہئے تھا۔ اس غلطی کو سنکر ابوالاسود نے باب التعجب اور باب الاستفہام کے قواعد وضع فرمائے تا کہ تعجب و استفہام کے درمیان التباس نہ ہو۔

بعض محققین کی رائے یہ ہے کہ ابوالاسود نے سب سے پہلے باب تعجب ہی کو وضع کیا

تھا۔

چنانچہ نزمۃ الالباب میں ہے:

و اول ما رسم منه باب التعجب۔ سب سے پہلے باب تعجب تحریر کیا۔

المسالک السببہ کے ضمیمہ میں ہے:

و اول باب تعجب وضع کر وہ۔ پہلے باب تعجب وضع کیا۔

اسی طرح ایک بار کسی شخص کو ”توفی ابانا و ترک بنون“ یعنی فاعل کو منصوب اور

مفعول بہ کو مرفوع بولتے ہوئے سنا تو باب فاعل و مفعول کے قواعد مرتب کئے۔ اسی طرح ”ان

اللہ بری من المشرکین و رسوئہ“ کے بجائے ”ورسولہ“ سن کر باب عطف تحریر کیا۔
غرض کہ اسی طرح حسب ضرورت قواعد نحو تحریر فرماتے رہے۔ مگر علم نحو میں کوئی نیا باب لکھتے تھے تو
اس کو اصلاح کے لئے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ
نچہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

و کنت کلماً وضعت با با من ابواب النحو عرضتہ علیہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ۔

جب میں نحو کا کوئی باب وضع کرتا تھا تو اسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی
خدمت میں پیش کر دیا کرتا تھا۔

جب باب ”ان و اخواتہا“ لکھ کر حضرت علی کی خدمت میں پیش کیا تو اس میں لکن
شامل نہیں تھا، حضرت علی نے حکم دیا کہ لکن کو بھی اس باب میں شامل کیا جائے، چنانچہ آپ نے
اس کو بھی اس باب میں شامل کر لیا۔ اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصلاحات و
ہدایات کی رہنمائی میں حضرت ابوالاسود نے نحوی قواعد کا کافی بڑا مجموعہ تیار کر لیا جس کو دیکھ کر
حضرت علی انتہائی مسرور ہوئے اور فرمایا:

ما احسن هذا النحو الذی قد نحوت۔

آپ کے اسی ارشاد کی وجہ سے اس علم کا نام ”علم نحو“ رکھا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے
کہ حضرت ابوالاسود نے صرف باب تعجب اور باب فاعل و مفعول وضع کیا تھا، دیگر قواعد نحو ابوعمر و
عیسیٰ بن عمر ثقفی نے اضافہ کئے جیسا کہ ”المسالک البہیہ“ کے ضمیمہ میں ہے:
گویند ابوالاسود غیر از باب فاعل و مفعول و باب تعجب ہم دو قول دیگر از نحو وضع نہ کردہ و
عیسیٰ بن عمر ابواب دیگر بر آں افزودہ۔

کہتے ہیں کہ ابوالاسود نے باب فاعل و مفعول اور باب تعجب کے علاوہ دوسرے دو قول
بھی نحو کے وضع نہیں کئے بلکہ عیسیٰ بن عمر نے دوسرے ابواب کا اضافہ کیا۔
اس قول کے مطابق مندرجہ بالا تین ابواب کے علاوہ دیگر ابواب نحو کے واضح حضرت
عیسیٰ بن عمر قرار پاتے ہیں۔

یہ خیال تاریخی حقائق اور محققین کی تحقیق کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ مورخین نحو نے

اس امر کی صراحت کی ہے کہ حضرت ابوالاسود نے قواعد نحو کا جو مجموعہ بارگاہ شیر خدا میں پیش کیا تھا وہ لسانی ضروریات کے لئے کافی تھا جیسا کہ ”زہرۃ الالباب“ میں حضرت ابوالاسود سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

الی ان حصلت ما فیہ الکفاۃ۔

میں نے اتنے قواعد جمع کر لئے جو ضرورت کے لئے کافی تھے۔

اس کے علاوہ طبقات نحاۃ پر مشتمل کتابوں میں ابو عمر و عیسیٰ بن عمر ثقفی کو نحاۃ کے طبقہ ثانیہ میں شمار کیا گیا ہے، جبکہ طبقہ اولیٰ میں ایسے لوگوں کو داخل کیا گیا ہے جنہوں نے بلا واسطہ حضرت ابوالاسود سے علم نحو حاصل کیا، اگر باب تعجب اور باب فاعل و مفعول کے علاوہ دیگر ابواب نحو حضرت عیسیٰ بن عمر ثقفی نے وضع کئے ہوتے تو ان کا شمار طبقہ ثانیہ کے بجائے واضعین نحو میں ہونا چاہئے تھا۔

لہذا قابل اعتماد اور صحیح یہی ہے کہ وضع علم نحو حضرت ابوالاسود دہلی ہی ہیں۔

حضرت ابوالاسود کے بعد ان کے تلامذہ نے اس فن کی تدوین و اشاعت میں بھرپور کوشش کیں اور درجہ بدرجہ اسے ترقی کی منزلوں تک پہنچایا۔ پھر تکی بن عمر کے شاگرد عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی متوفی ۱۱۷ھ نے نحو کے اسباب و علل بیان کئے۔

علم نحو پر پہلی کتاب لکھنے کا شرف ابو عمر و عیسیٰ بن عمر ثقفی متوفی ۱۳۹ھ کو حاصل ہوا، انہوں نے ”الاکمال“ اور ”الجامع“ نام کی دو کتابیں تحریر کیں جو نحو میں سب سے پہلی تصنیف ہیں، علم نحو کو باقاعدہ فن کی حیثیت سے ضبط کرنے کا کام ہارون بن موسیٰ متوفی ۱۷۰ھ نے کیا۔

مسائل نحو کو ابواب کے تحت مرتب و مہذب کرنے کی خدمت سیبویہ نے انجام دی اور انہوں نے اس علم میں ایک جامع کتاب لکھی جس میں پہلی بار نحوی قواعد نین کو ابواب کے تحت مرتب کیا گیا۔

اس کتاب کو لوگوں کی نثر میں وہ مقام و احترام حاصل ہوا کہ انہوں نے اس کا نام ہی ”الکتاب“ رکھ دیا اور بعد کے تمام نحو یوں کا ماخذ یہی کتاب بنی۔

سیبویہ کے دور میں نحو یوں کے اندر بھری، کوئی، دو مختلف مکتب فکر پیدا ہو گئے اور دونوں فریقوں کی جانب سے اپنے مذہب کے اثبات اور دوسرے کے ابطال میں کثرت سے

دلائل و براہین پیش کئے جانے لگے جس سے علم نحو نے انتہائی طوالت و وسعت اختیار کر لی۔

جب بغداد اور اندلس کو عروج حاصل ہوا اور یہ دونوں مقامات مرجع علماء و فضلاء اور مرکز علوم و فنون بن گئے تو یہاں کے علمائے ادب نے بصری و کوئی مذاہب کو خلط ملط کر کے نئے مذاہب کی داغ بیل ڈالی جو بغدادی اور اندلسی کہلائے، مگر یہ مذاہب اپنے تشخصات و خصوصیات کے ساتھ دیر پا وجود اور دائمی رواج و شہرت حاصل نہ کر سکے۔

متاخرین نے بصریوں کے مذہب کو اختیار کر کے رواج دیا اور متعلمین کی مشکلات کو مد نظر رکھ کر اختصار پسندی کی راہ اپنائی اور ایجاز و اختصار کے ساتھ نحوی قواعد و مسائل ترتیب دیئے بعض نحاۃ نے علم نحو میں منطقی انداز استدلال اختیار کیا اور ایسے فلسفیانہ علل و اسباب اور قیاسات و دلائل استخراج کئے جس سے علم نحو ایک فلسفیانہ علم بن گیا۔

علم نحو کی تقریباً پونے چودہ سو سالہ تاریخ میں عالم اسلام اور ملت اسلامیہ کو قسم قسم کے حالات اور طرح طرح کی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، مگر اس علم سے علماء کی دلچسپی ہر دور میں برقرار رہی، ہر زمانے کے ارباب علم و فضل نے اس کی ترقی و اشاعت میں بھرپور حصہ لیا اور ہر قسم کے حالات میں علم نحو مسلسل عروج و ارتقاء کی منزلیں طے کرتا رہا۔

مختلف ادوار میں علم نحو کی مرحلہ وار ترقی کی اجمالی تاریخ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

عہد بنو امیہ ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ

گذشتہ مضمون سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی کہ علم نحو کی بنیاد امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مقدس ہاتھوں سے خلافت راشدہ کے مبارک زمانے میں پڑ چکی تھی، خلافت راشدہ کے بعد جب بنو امیہ کا زمانہ شروع ہوا تو عربوں کا حال یہ تھا کہ ان میں اگرچہ علمی شوق کا جذبہ تو پیدا ہو چکا تھا مگر ابھی تک ان کی طبیعتیں علوم کیلئے پوری طرح تیار نہیں ہوئی تھیں، بلکہ مخلصانہ دینی جذبات روز افزوں فتوحات کی مشغولیات اور ذہنوں میں راسخ ادبی رجحانات نے ان کی تمام تر توجہات کو اپنی جانب مشغول کر رکھا تھا، اور انھوں نے صرف ان علوم پر قناعت کر رکھی تھی جو انھیں اپنے آباؤ اجداد سے وراثت میں حاصل ہوئے تھے، اور جنہیں وہ اشد ضروری خیال کرتے تھے، جیسے طب اور نجوم وغیرہ، لیکن جیسے جیسے عجمی حدود میں اشاعت

اسلام اور سلطنت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا گیا عجیبوں کے اختلاط سے عربی زبان میں فساد واقع ہونے لگے اور روز بروز نئی نئی لسانی غلطیاں سامنے آنے لگیں جس کی وجہ سے نحو کی ضرورت بھی زیادہ شدید ہو گئی، اس لئے اس دور کے ارباب علم و فضل نے علم نحو کی نشر و اشاعت اور ترتیب و تدوین کی جانب بھر پور توجہ کی، اگرچہ علم نحو کو کامل ترقی اور پورا عروج عباسی دور میں حاصل ہوا مگر عہد بنو امیہ میں بھی اس کی ترقی کے لئے برابر کام ہوتا رہا، اسی دور میں عیسیٰ بن محمد ثقفی نے نحو کی سب سے پہلی کتابیں تصنیف کیں۔ اس دور کے بعض مشاہیر نحوات یہ ہیں:

(۱) ابوالاسود دلی

ان کا اصل نام ظالم بن عمرو ہے، بنو کنانہ کے ایک قبیلہ دلی کی نسبت سے دلی کہلاتے ہیں، کوفہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں نشوونما پائی اور وہیں انتقال ہوا، انہوں نے علم نحو کی تاسیس اگرچہ خلافت راشدہ کے دور میں کی تھی جس کی تفصیل پہلے گزر چکی، مگر تقریباً اٹھائیس سال دور بنی امیہ میں علم نحو کی خدمت میں مصروف رہے اور ۹۸ھ میں مرض طاعون میں وفات پائی۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب ”بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة“ میں حضرت ابوالاسود کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان من سادات التابعین ومن اکمل الرجال رأبا و اسدھم عقلا شیعیا
شاعرا سریع الجواب ثقة فی حدیثہ روی عن عمرو علی وابن عباس وابی ذر
وغیرھم۔

ابوالاسود کا شمار سادات تابعین میں ہوتا ہے، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ کامل رائے اور صاحب عقل، حضرت علی کے حمایتی، شاعر، حاضر جواب اور حدیث کی روایت میں ثقہ تھے، انہوں نے حضرت علی، عمر، ابن عباس اور حضرت ابو ذر وغیرہم سے روایت حدیث کی ہے۔

(۲) عنبسہ ابن معدان لفیل متونی ۹۳ھ

انہوں نے حضرت ابوالاسود سے علم نحو حاصل کیا، ان کے والد کا نام معدان تھا، ان کے زمانہ میں حاکم بصرہ کے پاس ایک ہاتھی تھا جس کے اخراجات سے وہ پریشان رہتا تھا، معدان نے اس کو اپنے ذمہ لیا اور اس کی غذا میں بتدریج مزید اضافہ کر دیا، اس لئے لوگ ان کو معدان

الفیل کہنے لگے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن عامر بن کریر کے ہاتھی کو قتل کر دیا تھا جس کی وجہ سے ان کو معدان الفیل کہا جاتا ہے، عنبہ انہیں کے صاحبزادے ہیں اور انہیں بھی ان کی نسبت سے عنبہ الفیل کہدیا جاتا ہے۔ عنبہ حضرت ابوالاسود کے تلامذہ میں سب سے زیادہ باصلاحیت اور ذی استعداد تھے، ۹۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

(۳) میمون الاقرن متوفی ۱۰۱ھ

یہ بھی حضرت ابوالاسود کے تلامذہ میں سے ہیں، بعض لوگ انہیں عنبہ پر ترجیح دیتے ہیں اور شاگردان ابوالاسود میں سب سے فائق و افضل بتاتے ہیں، جبکہ کچھ لوگوں نے انہیں عنبہ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقہ الحال

(۴) نصر بن عاصم لیثی متوفی ۹۸ھ

یہ قدمائے تابعین میں سے ہیں، ادب و نحو میں حضرت ابوالاسود سے نسبت تلمذ حاصل تھی، ابتداءً خارجیوں کے مذہب کی جانب مائل تھے، پھر تائب ہو کر راہ حق اختیار کی۔

(۵) عبدالرحمن ہرمز بن الاعرج متوفی ۱۱۷ھ

کچھ لوگوں نے انہیں علم نحو کا واضع قرار دیا ہے مگر صاحب ”نزہۃ الالباب“ کے بیان کے مطابق یہ نحو میں حضرت ابوالاسود کے شاگرد ہیں، ہشام بن عبدالملک کے دور میں وفات پائی۔

(۶) ابو بکر عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی متوفی ۱۱۷ھ

فن قرأت اور عربیت کے امام تھے، سب سے پہلے انہیں نے نحو کے علل و اسباب بیان کئے، اسی لئے انکو مبین نحو اور معلل نحو کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوالاسود کے تلامذہ تکی بن یحمر اور نصر بن عاصم سے اکتساب علوم کیا، بعد ہشام بن عبدالملک ۱۱۷ھ میں وفات پائی، صاحب مفتاح السعاده نے ان کی وفات ۱۲۷ھ بیان کی ہے۔

(۷) ابوسلمان تکی بن یحمر عدوانی متوفی ۱۲۹ھ

یہ ابوالاسود کے شاگرد تھے، تابعین میں ان کو شمار کیا جاتا ہے۔ فقہ، ادب اور نحو میں کامل

مہارت رکھتے تھے، اظہار حق میں نہایت بے باک تھے۔ جس کے نتیجہ میں انہیں بارہا حجاج بن یوسف کے عتاب کا نشانہ بننا پڑا، مگر کبھی اس کے ظلم و جبر سے مرعوب نہیں ہوئے اور نہ کبھی اس کے خوف سے حق چھپانے کی کوشش کی، بلکہ اس کے سامنے ہمیشہ حق و صداقت کا پر بلا اعلان کیا۔ آخر حجاج نے عاجز آ کر انہیں شہر بدر کر دیا اور خراسان بھجوا دیا۔ خراسان کے حاکم قتیبہ بن مسلم تھے انہوں نے کئی کو خراسان کا قاضی بنا دیا، پھر یہ نیشاپور، مرو، ہرات کے بھی قاضی رہے اور خراسان ہی میں بعہد مروان بن محمد وفات پائی۔

(۸) عطا بن ابوالاسود متونی ۱۳۰ھ

(۹) ابوالحارث بن ابوالاسود متونی ۱۳۸ھ

ان کو بعض لوگوں نے ابو حرب بھی کہا ہے یہ دونوں واضح نحو حضرت ابوالاسود کے صاحبزادے اور انہیں کے شاگرد تھے۔ علوم عربیہ خصوصاً علم نحو میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔

عہد بنی عباس ۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ

حکومت عباسیہ کا زمانہ سلطنت اسلامیہ کا وہ زریں عہد ہے جس میں مسلمانوں نے زندگی کے ہر شعبہ میں اس قدر ترقی کی جسکی مثال کسی دوسرے دور میں نظر نہیں آتی۔

فنون عربیہ اور علوم اسلامیہ کو بھی اسی دور میں کامل عروج حاصل ہوا، خلفاء و علماء نے علوم کی نشر و اشاعت، ترجمہ و تدوین کے کام میں بھرپور کوششیں کیں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

علم نحو جس کا پورا عہد عباسی سے بہت پہلے لگایا جا چکا تھا، اس دور میں کامل نشوونما پا کر ایک پھل دار تناور درخت بن گیا اور اس کی شاخیں اطراف عالم میں پھیل گئیں۔

ماہرین علوم و فنون نے علوم کی ترقی کے اعتبار سے عصر عباسی کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ان ادوار کی تحدید مندرجہ ذیل تاریخی واقعات سے کی ہے۔

(۱) پہلا دور:

۱۳۲ھ تا ۲۳۲ھ۔ آغاز عصر بنی عصر سے المتوکل کی مسند نشینی تک۔

(۲) دوسرا دور:

از ۲۳۲ھ تا ۳۳۲ھ۔ المتوکل کی خلافت سے دولت بویہ تک۔

(۳) تیسرا دور:

از ۳۳۲ھ تا ۴۲۷ھ۔ آغاز دولت بویہ سے سلاجقہ کی آمد تک۔

(۴) چوتھا دور:

از ۴۲۷ھ تا ۶۵۶ھ۔ سلاجقہ کی آمد سے ہلاکو کے ہاتھوں بغداد کی تباہی تک۔

ان ادوار میں علم نحو نے عروج و ارتقاء کے جو منازل طے کئے ان کی مختصر سی تفصیل دو

رواں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا دور

جب خلافت عباسیہ کا آغاز ہوا تو علم نحو اپنے ارتقائی دور سے گزر رہا تھا اس کے احکام اور اصول و ضوابط مرتب کئے جا رہے تھے اور اسے کتابوں میں مدون کیا جا رہا تھا۔ اساتذہ نحو مساجد میں مجالس درس قائم کر کے دور و دراز سے آنے والے تشنگان علوم کو اس فن سے روشناس کر رہے تھے۔

بنو عباس نے مسند خلافت پر متمکن ہو کر علوم و فنون کی سرپرستی اور ترویج و ترقی میں بے مثال کردار ادا کیا اور ان کے زیر سایہ دیگر علوم کی طرح علم نحو کو بھی بے پناہ عروج و ارتقاء حاصل ہوا۔

ابتدائے خلافت عباسیہ سے المتوکل کی مسند نشینی تک خلافت عباسیہ کا پہلا دور علم نحو کی ترقی و اشاعت کا اصل زمانہ ہے۔ اکبر اصحاب مذہب ائمہ نجات اسی دور کی پیداوار ہیں اسی دور میں علم نحو کی تبویب و تہذیب کی گئی

اس زمانہ میں علمائے نحو دور دور ملکوں میں پھیل گئے، کثرت کے ساتھ نحوی تصنیفات معرض تحریر میں آئیں اور چارواں عالم میں نحو کی دھوم ہو گئی۔ خلفائے وقت کے درباروں میں نحوی مسائل پر مباحثے ہونے لگے اور علمی مجالس میں ان کی تنقیح و تدقیق پر مناظروں کا بازار گرم ہو گیا۔

مسائل و قواعد کو دلائل و براہین سے آراستہ کیا گیا، اسباب و علل بیان کئے گئے اور کلام عرب میں تحقیق و تفتیش کر کے نئے نئے مسائل کا استخراج کیا گیا۔

اس طرح اس دور میں علم نحو نے نہایت ہی وسعت و ہمہ گیری حاصل کر لی، اسی زمانہ میں ابو مسلم ہزا (متوفی ۱۸۱ھ) نے علم صرف کو علم نحو سے الگ کر کے ایک مستقل فن کی حیثیت عطا کی ورنہ اس سے پہلے مسائل صرف بھی علم نحو میں شامل تھے، لہذا نحو کو علم صرف سے امتیاز و تشخص بھی اسی دور میں حاصل ہوا۔

بصری و کوفی مکاتب فکر

خلافت عباسیہ کے اسی دور میں عربی ادب و نحو کے دو مشہور مکاتب فکر، بصرہ، اور کوفہ عالم وجود میں آئے۔

اردو ادب میں دلی اور لکھنؤ کے اختلافات کی جو حیثیت ہے وہی حیثیت عربی ادب میں بصری و کوفی اختلافات کی ہے۔

گذشتہ مضمون سے معلوم ہو چکا ہے کہ واضح نحو حضرت ابوالاسود دہلی بصرہ کے حاکم و والی تھے نیز معلل قوانین نحو عبداللہ بن ابی اسحق حضرمی، ضابط نحو ہارون بن موسیٰ کتب نحویہ کے پہلے مصنف عیسیٰ بن عمر ثقفی اور نحوی مسائل کو سب سے پہلے ابواب کے تحت مرتب و مہذب کرنے والے سیبویہ یہ سارے حضرات بصرہ ہی سے تعلق رکھنے والے تھے، اس طرح نحو کی ایجاد و تدوین تصنیف و ترتیب اور تہذیب و اشاعت میں اولیت و فضیلت کا شرف اہل بصرہ ہی کو حاصل ہوا۔ اہل بصرہ کی مساعی سے جب یہ علم بصرہ اور قرب جوار کے علاقہ میں پوری طرح سے رائج و معروف ہو گیا تو اہل کوفہ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

انہوں نے اہل بصرہ سے نحو کی تعلیم حاصل کی اور جب اس کے اصول و ضوابط اور رموز و اسرار پر پوری طرح حاوی ہو گئے تو اس کی تعلیم و تدریس۔ تدوین و تعلیل اور شرح و تفصیل میں بصریوں کی برابری اور ان سے مقابلہ کرنے لگے جس کی وجہ سے دونوں فریقوں میں کشمکش اور باہمی آویزش کا آغاز ہو گیا۔

اہل کوفہ نے بصریوں کے اصول سے الگ کچھ نئے اصول و ضوابط وضع کئے اور ان سے ایسے مسائل کا استخراج کیا جو اہل بصرہ کے مقرر کردہ قواعد کے خلاف تھے۔ بس یہیں سے اہل کوفہ کا بصریوں سے الگ ایک نیامذہب عالم وجود میں آیا اس طرح نحو کے دو جداگانہ دبستان خیال تیار ہو گئے۔ ایک بصری جس کے امام سیبویہ ہیں اور دوسرا کوفی جس کے امام کسائی ہیں۔

دونوں مکاتب فکر کے علماء نے نحو کی اشاعت و ترقی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے اپنے مذہب کے اثبات کے لئے جدا جدا دلائل پیش کئے۔

بصری و کوفی اختلافات کی بنیاد

نحوی قواعد میں بصریوں اور کوفیوں کے درمیان واقع ہونے والے اختلافات کی بنیادی وجوہات دو ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ بصری سماع کو ترجیح دیتے ہیں اور نہایت سختی کے ساتھ روایات کی پیروی کرتے ہیں، سماع کے مقابلہ میں قیاسات اور عقلی دلائل کا کوئی اعتبار نہیں کرتے، صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے ہیں، ان کے وضع کردہ اکثر و بیشتر قواعد سماع پر مبنی ہیں، اس کے برخلاف کوفی قیاسات اور عقلی دلائل کو ترجیح دیتے ہیں اور انہیں کے مطابق اپنے قواعد وضع کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر تنازع فعلان کے باب میں بصریوں کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے جبکہ کوفی فعل اول کو عمل دینا بہتر سمجھتے ہیں۔

کوفیوں کی دلیل یہ ہے کہ معمول کے طلبگار دونوں فعلوں میں پہلے فعل کو اولیت حاصل ہے اور فعل ثانی سے پہلے اسے مطلوب کی احتیاج ہے۔ لہذا اس کی اولیت اس بات کی متقاضی ہے کہ اس کو عمل دینا اولیٰ ہو۔

نیز دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے، مگر جب پہلے فعل کو عمل دیا جائے تو یہ محذور لازم نہیں آتا۔ لہذا پہلے ہی فعل کو عمل دینا بہتر ہوگا۔

بصری کہتے ہیں کہ قرآن پاک اور فصحاء عرب کے کلام میں اکثر و بیشتر فعل ثانی کو عمل دیا جاتا ہے، جیسے کہ قرآن پاک میں ہے: ”ہاؤم اقرؤا کتابیہ“ اس میں فعل ثانی ”اقرؤا“ کو عمل دیا گیا ہے، اگر فعل اول کو عمل دیا جاتا تو ”اقرؤہ“ فرمایا جاتا، کیونکہ اعمال اول کے وقت فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر لانا مختار ہے، اسی طرح ”آتونی افرغ علیہ قطرا“ میں فعل ثانی کو عمل دیا گیا ہے ورنہ ”افرغہ“ فرمایا جاتا۔ ایسے ہی مندرجہ ذیل شعر میں بھی فعل ثانی کو ہی عمل دیا گیا ہے:

و کما مد ماہ کان متونہا

جری فوقہا واستشعرت لون مذہب

اس شعر میں ”لون مذہب“ کو ”استشعرت“ کا مفعول بتایا گیا ہے اور ”جری“ کا فاعل ضمیر مرفوع متصل کو قرار دیا گیا ہے جو اس میں پوشیدہ ہے۔
لہذا جب اہل عرب اپنے محاورات میں زیادہ تر فعل ثانی کو عمل دیتے ہیں تو اسی کو عمل دینا بہتر ہے۔

اس طرح کوئی اپنے مذہب کی بنیاد قیاس و عقل پر رکھتے ہیں اور بصری سماع کو ترجیح دیتے ہیں اور کلام عرب سے قواعد کا استنباط کرتے ہیں۔

بصری کوئی اختلاف کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل بصرہ صرف خالص اور فصیح عربوں کو قابل سند سمجھتے ہیں اور نحوی قواعد کے لئے انھیں کی زبان کو ماخذ بناتے ہیں۔

اس کے برعکس اہل کوفہ دیہات اور قبائل کو بھی لائق استناد سمجھتے ہیں جن کی فصاحت بصریوں کے نزدیک غیر مسلم ہے، بلکہ بقول بعض نحوات کسائی شواذ تک کو اصل قرار دیکر اس سے قواعد وضع کر لیتے تھے۔

چنانچہ ابن درستویہ کہتے ہیں:

كان الكسائي يسمع الشاذ الذي لا يجوز الا في الضرورة فيجعله اصلا

فيقيس عليه۔

کسائی اس شاذ کو بھی سن لیتے تھے جو بغیر ضرورت جائز نہیں، تو اسی کو اصل بنا کر اس پر قیاس کر لیتے تھے۔

عباسی خلفاء کی جانبداری

ادبی مہارت، علمی وسعت اور نحوی قابلیت میں اہل بصرہ اہل کوفہ سے بدرجہا فائق و برتر تھے۔ اختلافی مسائل میں ان کا مذہب زیادہ مستند اور عربی روایات کے مطابق تھا۔ نیز نحوی تدوین و ترقی میں بھی ان کو نہ صرف اولیت حاصل تھی بلکہ اہل کوفہ کے مقابلہ میں ان کی نحوی خدمات بھی زیادہ تھیں۔ مگر سیاسی مصالحوں کی بنا پر خلفائے بنو عباس نے اہل کوفہ کو ترجیح دی۔ انہیں اپنے درباروں میں خصوصی قرب اور اعزاز و اکرام سے نوازا اور اعلیٰ مقامات دیئے۔ اپنے بچوں کا استاذ و اتالیق مقرر کیا اور اختلافیات میں ان کی بے جا جانبداری کرتے ہوئے ان کے ہر قول و نظریہ کی تائید و حمایت کی جس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار بغداد میں کسائی و

سیبویہ کے درمیان بحث چھڑ گئی، کسائی نے کہا کہ عرب کہتے ہیں:

كنت اظن ان الزنبوز اشد لسعة من النحلة فاذا هو اياها۔

سیبویہ نے اس کی تغلیط کی اور کہا کہ صحیح ”فاذا هو ہی“ ہے، بات بڑھ گئی اور بالآخر یہ طے ہوا کہ اس قضیہ کا فیصلہ کسی ایسے اعرابی سے کرایا جائے جس کی زبان خالص اور اختلاط سے پاک ہو۔

امین کو اس سارے ماجرے کی اطلاع مل گئی، اس نے ایک اعرابی کو بلایا اور اس سے اس مثل کے بارے میں دریافت کیا، اعرابی نے سیبویہ کی تائید کی اور کسائی کے موقف کو غلط بتایا، کسائی چونکہ نہ صرف امین بلکہ مامون اور ہارون رشید کے بھی استاد تھے اس لئے امین نے اس سے کسائی کی تائید کرنے کو کہا، اعرابی نے انکار کیا اور کہا کہ میری زبان پر غلط مثل جاری نہیں ہو سکتی، امین کو ہر حال میں کسائی کی پاسداری منظور تھی، اس نے اعرابی کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ تم اپنی زبان سے غلط مثل ادا نہ کرنا بلکہ کوئی شخص تمہارے سامنے دونوں موقف بیان کر کے یہ سوال کریگا کہ دونوں میں سے کس کا موقف درست ہے تم کسائی کا موقف درست بتا دینا۔

اعرابی اس تجویز پر راضی ہو گیا، آخر مجلس فیصلہ منعقد کی گئی، بغداد کے ائمہ نحو، فضلاء ادب، ماہرین علوم اور طلباء و عوام کا ہجوم جمع ہو گیا، خود امین بھی موجود تھا، اعرابی بھی اپنے وقت پر حاضر ہو گیا۔

اعرابی کے سامنے دونوں کے موقف بیان کر کے فیصلہ طلب کیا گیا، انہوں نے طے شدہ معاملہ کے مطابق کسائی کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے ”فاذا هو ایاها“ کو صواب بتا دیا۔ سیبویہ کو سارے مجمع میں انتہائی ندامت اٹھانا پڑی اور اسی احساس ندامت میں وہ بغداد کو چھوڑ کر فارس کی طرف روانہ ہو گئے۔

دنیا نے نحو میں اہل کوفہ کو جو شہرت و ناموری حاصل ہوئی اس میں ان کی ذاتی قابلیت و صلاحیت کو اتنا دخل نہیں جتنا خلفائے عباسی کی اس سرپرستی و حمایت کو ہے، انہیں کی اس قسم کی بیجا طرفداری کی بنا پر اہل کوفہ کا مذہب شائع ہو اور نہ نحو کی ترقی کے حقیقی ضامن اہل بصرہ ہی ہیں۔ اگر کوفیوں کو بنو عباس کی سرپرستی و تائید حاصل نہ ہوتی تو انہیں نحو کے میدان میں اتنی شہرت کبھی نہیں ملتی اور نہ کتابوں میں ان کے اقوال نقل کئے جاتے۔

اس لئے خلافت عباسیہ کے زوال کے بعد اہل کوفہ کا مذہب بھی انحطاط پذیر ہو گیا، اور اس کے قبعین کی تعداد کم ہوتے ہوتے تقریباً بالکل ہی معدوم ہو گئی، متاخرین نے بصری مذہب کو اساسی حیثیت دی اور اسی کے مطابق کتابیں تصنیف کیں۔

موجودہ زمانے میں جو نحوی کتابیں متداول و مروج ہیں وہ سب بصریوں کے مذہب پر ہی ہیں، صرف اختلاف بتانے کے لئے کہیں کہیں کوفیوں کے اقوال نقل کر دیئے جاتے ہیں۔

بصری و کوفی اختلافات کے چند نمونے

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نمونہ کے طور پر بصریوں اور کوفیوں کے مابین مختلف فیہ چند مسائل بھی تحریر کر دیئے جائیں تاکہ ناظرین کے سامنے ان کے اختلافات کی صحیح نوعیت پوری طرح سے منکشف ہو جائے۔

پہلا نمونہ

مذہب بصریین

جب اسم اور لقب دونوں مفرد ہوں اور جملہ میں ایک ساتھ استعمال ہوں تو اسم کو لقب کی جانب مضاف کرنا واجب ہے۔

مذہب کوفیین

صورت مذکورہ میں اسم کو لقب کی جانب مضاف بھی کر سکتے ہیں اور لقب کو اعراب میں اسم کا تابع کرنا بھی جائز ہے۔

لہذا بصریوں کے مذہب پر ہذا سعید کرز، رأیت سعید کرز، مررت بسعید کرز، کہنا واجب ہے۔ اور کوفیوں کے مذہب پر۔ سعید کرز، سعید اکزرا، سعید کرز، کہنا بھی جائز ہے

دوسرا نمونہ

مذہب بصریین

فاعل ہمیشہ اپنے فعل یا شبہ فعل کے بعد ہی آتا ہے، اس کو فعل یا شبہ فعل سے پہلے لانا کسی

صورت میں بھی جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

فاعل، فعل یا شبہ فعل سے پہلے بھی لایا جاسکتا ہے۔

لہذا زید قام میں بصریوں کے نزدیک قام کا فاعل ضمیر ہو ہے جو قام میں پوشیدہ ہے اور زید کی طرف راجع ہے، زید کو تقدم کی وجہ سے اس کا فاعل نہیں بنایا جاسکتا۔

مگر کوفیوں کے نزدیک قام کا فاعل زید ہی ہے۔ اسی طرح الزید ان قاما۔ اور۔ الزیدون قاموا۔ میں بصریوں کے نزدیک قاما کا فاعل ضمیر الف اور قاموا کا فاعل ضمیر واؤ ہے، اسی بنا پر ان کے نزدیک ان دونوں مثالوں میں فاعل کو تثنیہ اور جمع لانا واجب ہے۔ کیونکہ جب فاعل ضمیر ہو تو اس کے ساتھ فعل کی مطابقت ضروری ہوتی ہے۔

کوفیوں کے نزدیک ان دونوں مثالوں میں الزیدان اور الزیدون فاعل ہیں، اسی وجہ سے ان کے یہاں ان دونوں مثالوں میں فعل کو واحد لانا واجب ہوگا، اور الزیدان قام اور الزیدون قام۔ کہا جائے گا، کیونکہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد آتا ہے۔

تیسرا نمونہ

مذہب بصریین

جب فعل مجہول کے بعد مصدر، ظرف اور جار مجرور کے ساتھ مفعول بہ بھی مذکور ہو تو اسی کو فاعل کا قائم مقام بنانا واجب ہوگا۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے معمول کو فاعل کا قائم مقام بنانا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

مفعول بہ کے موجودگی میں مصدر یا ظرف یا جار مجرور کو بھی فاعل کا قائم مقام بنانا جائز ہے۔

لہذا ”ضرب زید ضرباً شدیداً ایوم الجمعة امام الامیر فی دارہ“ میں بصریوں کے نزدیک زید ہی کو رفع دینا واجب ہے، اور کوفیوں کے نزدیک۔ ”زید ضرب یوم امام“ کسی بھی ایک کو رفع دیا جاسکتا ہے۔

چوتھا نمونہ

مذہب بصریین

جب خبر اسم جامد ہو اور معنی مشتق کو متضمن ہو جیسے زید اسد بمعنی شجاع تو وہ ضمیر کی حامل ہوگی اور جب معنی مشتق کو متضمن نہ ہو تو حامل ضمیر نہیں ہوگی۔

مذہب کوفیین

خبر اسم جامد ہر حال میں ضمیر کی حامل ہوگی، چاہے معنی مشتق کو متضمن ہو یا نہ ہو۔
لہذا بصریوں کے نزدیک زید اسد میں اسد ضمیر کا حامل ہوگا، کیونکہ وہ شجاع کے معنی میں ہے اور معنی مشتق کو متضمن ہے، اس لئے اس جملہ کی تقدیر زید اسد ہوگی، مگر زید اخوک میں اخوک حامل ضمیر نہیں ہوگا، کیونکہ وہ معنی مشتق کو متضمن نہیں ہے۔
کوفیوں کے نزدیک اسد کی مثل اخوک بھی حامل ضمیر ہوگا اور زید اخوک کی تقدیر بھی زید اخوک ہوگی۔

پانچواں نمونہ

مذہب بصریین

جب خبر غیر مشتق من ہو لہ پر جاری کی جائے تو مشتق کی ضمیر کو ظاہر کرنا واجب ہے، چاہے ضمیر کے بغیر التباس کا خوف ہو جیسے زید عمرو ضاربہ ہو۔ یا ضمیر کے بغیر التباس کا خوف نہ ہو، جیسے زید ہند ضاربہ ہو۔

مذہب کوفیین

صرف التباس کا خوف ہونے کی صورت میں ضمیر کا ظاہر کرنا واجب ہے، التباس کا خوف نہ ہونے کے وقت ضمیر کا ظاہر کرنا اور پوشیدہ رکھنا دونوں جائز ہیں۔
بصریوں کے نزدیک دونوں مثالوں میں ہولانا واجب ہے، مگر کوفیوں کے نزدیک صرف مثال اول میں ہولانا واجب ہے مثال ثانی میں نہیں۔

چھٹا نمونہ

مذہب بصریین

خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے موخر ہو مگر جب خبر کو مبتدا سے پہلے لانے میں التباس کا خوف نہ ہو تو اسے مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے۔ جیسے قائم زید۔ قام ابو ہ زید۔ ابو ہ منطلق زید۔ فی الدار زید۔ عندك عمرو۔ زید قائم۔

مذہب کو فہم

زید قائم، زید قام ابو ہ، زید ابو ہ منطلق۔

جیسے جملوں میں خبر کہ مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں۔

بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ بصریوں کے نزدیک جس خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے کوئی اس کی تقدیم کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں۔ یہ نقل درست نہیں ہے، کیونکہ فی دارہ زید کے جواز پر بصری اور کوئی دونوں کا اجماع منقول ہے۔

اسی طرح ابن شجرى کا یہ قول بھی صحیح نہیں کہ جب خبر جملہ ہو تو مبتدا پر اسکا مقدم کرنا فریقین کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے۔

ساتواں نمونہ

مذہب بصری

حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو نصب اور خبر کو رفع کرتے ہیں، لہذا ان کا عمل جملہ اسمیہ کے دونوں جزوں میں جاری ہوتا ہے۔

مذہب کو فہم

حروف مشبہ بالفعل جملہ اسمیہ کے صرف ایک جز یعنی مبتدا میں عمل کرتے ہیں خبر میں انکا کوئی عمل نہیں ہوتا بلکہ اس پر وہی رفع باقی رہتا ہے جو ان کے دخول سے قبل تھا۔

حروف مشبہ بالفعل کی خبر دونوں مذہبوں پر مرفوع ہی ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ بصریوں کے نزدیک اس کا رفع حروف مشبہ بالفعل کا اثر ہوتا ہے اور کوئیوں کے نزدیک خبر مبتدا ہونے کی بنا پر۔

آٹھواں نمونہ

مذہب بصریین

جب افعال ناقصہ کی خبر اسم سے موخر ہو تو ظرف اور جار مجرور کے علاوہ خبر کے کسی دوسرے معمول کو اسم سے مقدم کرنا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

صورت مذکورہ میں ظرف اور جار مجرور کی طرح خبر کے دوسرے معمولوں کو بھی اسم پر مقدم کرنا جائز ہے۔

لہذا ”کان عندك زيد مقيما“ اور ”کان فيك زيد راغبا“ دونوں کے نزدیک بالاتفاق جائز ہیں۔ اور ”کان طعامك زيد اكلًا“ کوفیوں کے نزدیک جائز اور بصریوں کے نزدیک ناجائز ہے۔

یہ مذہب امام نحاۃ بصرہ سیبویہ کا ہے، بعض بصری کوفیوں کی طرح ہر معمول کی تقدیم جائز قرار دیتے ہیں۔

نواں نمونہ

مذہب بصریین

تمیز ہمیشہ نکرہ ہی آتی ہے اس کو معرفہ لانا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

تمیز کو معرفہ لانا بھی جائز ہے۔

اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ طبت النفس یا قیس جیسی مثالوں میں الف لام کو بصری زائد قرار دیتے ہیں اور کوفی غیر زائد برائے تعریف۔

دسواں نمونہ

مذہب بصریین

افعال قلوب متصرفہ جب ابتدا میں واقع ہوں تو ان کا عمل کرنا واجب ہے، الغاء جائز

نہیں۔

مذہب کو فہین

ابتدا میں آنے کی صورت میں بھی افعال قلوب متصرفہ کا الغاء جائز ہے
لہذا بصریوں کے نزدیک ”ظننت زید ا قائماً“ کہنا واجب ہے اور کو فیوں کے
مذہب پر ”ظننت زید ا قائماً۔ ظننت زید قائم“ دونوں طرح بولنا جائز ہے۔

گیا رہواں نمونہ

مذہب بصریین

نکرہ کی تاکید لانا جائز نہیں چاہے نکرہ محدود ہو جیسے ”یوم، لیلة، شہر، یا غیر
محدودہ ہو جیسے ”زمن، حین“

مذہب کو فہین

نکرہ اگر محدود ہو تو اس کی تاکید لانا جائز ہے۔ جیسے ”صمت شہرا کله۔“

با رہواں نمونہ

مذہب بصریین

تشنیہ کی تاکید صرف نفس، عین اور کلا و کلتا کے ساتھ لائی جاسکتی ہے، ان کے علاوہ کسی
دوسرے تاکید لفظ کے ساتھ تشنیہ کی تاکید لانا جائز نہیں۔

مذہب کو فہین

دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی تشنیہ کی تاکید لانا جائز ہے۔ جیسے
جاء الجیشان اجمعان اور جاء القبیلتان جمعاً وان۔

تیر ہواں نمونہ

مذہب بصریین

ہو اور ہی فتح پر مبنی ہیں۔

مذہب کو فہین

ہو ضمہ پر مبنی ہے اور ہی کسرہ پر۔

اس اختلاف کا مبنیٰ یہ ہے کہ ہو میں واؤ اور ہی میں یا کو فیوں کے نزدیک اشباع کے لئے ہے اور بصری انھیں کلمہ کا جز قرار دیتے ہیں۔

چو دھواں نمونہ

مذہب بصریین

ضرورت کے وقت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن منصرف کو غیر منصرف کے حکم میں کرنا جائز نہیں۔

مذہب کوفیین

جس طرح ضرورت کے وقت غیر منصرف کو منصرف کے حکم میں کرنا جائز ہے اسی طرح منصرف کو غیر منصرف کے حکم میں کرنا بھی جائز ہے۔

پندرہواں نمونہ

مذہب بصریین

من کے زائد ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) اس کا مجرور نکرہ ہو (۲) وہ کلام غیر مو جب میں واقع ہو، جیسے: ما جاءني من احد۔

مذہب کوفیین

من کے زائد ہونے کے لئے صرف اس کے مجرور کا نکرہ ہونا شرط ہے لہذا اس شرط کے ساتھ کلام موجب میں بھی اس کی زیادتی جائز ہے۔

ان چند مثالوں سے ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بصریوں اور کوفیوں کے درمیان جو اختلافات واقع ہوئے وہ کس قسم کے ہیں اور عربی ادب پر ان سے کیا نتائج و اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض مسائل میں ایک ہی مذہب کے نحوات کے درمیان بھی باہمی اختلاف پایا جاتا ہے۔

جیسے کہ لولا ی۔ لولا ك۔ لولا و غیرہ کے بارے میں امام نحوات بصرہ سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ لولا حرف جر ہے جو صرف ضمیر ہی میں عمل کرتا ہے، لہذا یہ ساری ضمیریں محل جر

میں ہیں۔ مگر احنف کہتے ہیں کہ یہاں لو لا غیر عامل ہے اور اس کی مدخول ضمیریں ابتدا کے سبب محل رفع میں ہیں۔ ان کے برخلاف مبرد کا کہنا ہے کہ یہ تراکیب کلام عرب میں سرے سے مستعمل ہی نہیں ہیں۔ حالانکہ احنف و مبرد بصری مکتب فکر کے ائمہ عمائدین میں سے ہیں۔

اسی طرح ”ان“ نافیہ کے بارے میں کسائی وغیرہ اکابر کو فنیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ لیس کا عمل کرتا ہے مگر فراس کو غیر عامل قرار دیتے ہیں حالانکہ فرا بھی کو فنی دستان خیال کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ اس طرح کے باہمی اختلافات کتب نحو میں جا بجا منقول ہیں، اس قسم کے اختلافات سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ سب لوگ الگ الگ مذہب کے بانی و علم بردار ہیں درست نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انکا آپسی اختلاف وہی نوعیت و حیثیت رکھتا ہے جو فقہی مسائل میں ایک ہی مذہب کے فقہائے کرام کے باہمی اختلافات کی ہے۔

اس دور کے مشاہیر نحوات

عہد عباسی کے پہلے دور سے متعلق علم نحو کی تفصیلات پڑھنے کے بعد اب اس دور کے بعض مشاہیر نحوات کی فہرست ملاحظہ فرما۔

متوفی ۱۵۴ھ

ابو عمرو بن العلامانی

متوفی ۱۶۴ھ یا ۱۷۰ھ

ابو معاویہ شیبان بن عبدالرحمن القمیی

متوفی ۱۷۰ھ (تقریباً)

ضابط نحو ہارون بن موسیٰ

متوفی ۱۷۵ھ

ابو عبدالرحمن خلیل بن احمد ازدی فراہیدی

متوفی ۱۸۰ھ

اور عمرو بن عثمان بن قنبر سیبویہ (امام المقتدین)

متوفی ۱۸۳ھ

یونس بن حبیب بصری

متوفی ۱۸۷ھ

ابو مسلم معاذ بن مسلم ہزراکونی

متوفی ۱۸۹ھ

ابوالحسن علی بن حمزہ اسدی کسائی (امام الکوفیین)

متوفی

ابوجعفر حسین ابی سارہ رواسی کونی

متوفی ۲۰۲ھ

ابو محمد یحییٰ یزیدی بصری

متوفی ۲۰۳ھ

ابوالحسن نصر بن شمیل بصری

متوفی ۲۰۶ھ

ابو علی محمد بن مستیز قطرب بصری

متونی ۲۰۷
 متونی ۲۲۵ھ
 متونی ۲۳۰ھ
 متونی ۲۱۳ھ
 متونی ۲۱۵ھ

ابوزکریا یحییٰ بن زیاد فراء کوفی
 ابوصالح بن اسحاق جری بصری
 محمد زیاد معروف بہ ابن الاعرابی کوفی
 ابو عمر واسحاق بن مرار شیبانی
 ابوالحسن سعید بن مسعدہ مجاشعی اخفش بصری

دوسرا دور

عربی ادب کا یہ دور المتوکل کی تخت نشینی ۲۳۲ھ سے شروع ہو کر دولت بویہ کی ابتدا ۳۳۴ھ پر ختم ہوتا ہے اس دور میں علم نحو پوری طرح سے عام ہو چکا تھا۔ گھر گھر اس کا چرچا تھا حتیٰ کہ رقاصائیں تک اس علم کے رموز و اسرار پر عبور رکھتی تھیں۔

اس دور کے سارے علمائے لغت اور ادب علم نحو میں مہارت تامہ رکھتے تھے لیکن ادب میں پیدا ہونے والے نئے نئے رجحانات کی بنا پر خاص علم نحو سے دلچسپی رکھنے والے علماء کی تعداد نسبتاً کم رہی۔ اس دور کے مشہور نحوات یہ ہیں

متونی ۲۲۲ھ

ابو یوسف یعقوب ابن اسحاق ابن سکیت کوفی

متونی ۲۲۹ھ

ابو عثمان بکر بن محمد مازنی بصری

متونی ۲۵۵ھ

ابو حاتم سہل بن حمد بختانی بصری

متونی ۲۵۷ھ

ابو یعلیٰ محمد بن ابی زرعہ باہل بصری

متونی ۷۵۲ھ

ابو الفضل عباس بن فرج ریاشی بصری

متونی ۲۸۵ھ

ابو العباس محمد بن یزید بن عبدالاکبر میرد بصری

متونی ۲۹۱ھ

ابو العباس احمد بن یحییٰ بن یزید بن سبار ثعلب کوفی

متونی ۳۱۱ھ

ابو اسحاق ابراہیم زجاج بن محمد بصری

متونی ۳۱۶ھ

ابو بکر محمد بن سری بن سہل معروف بہ ابن سراج

متونی ۳۲۸ھ

ابو بکر محمد بن قاسم بن بشار معروف بہ ابن انباری کوفی

متونی ۳۲۸ھ

ابو عبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفہ نفظویہ بصری

علی بن عیسیٰ ربیع

ابوالقاسم عمر بن ثابت ثمانی

متوفی ۴۲۰ھ

متوفی ۴۴۰ھ

چوتھا دور

عربی ادب کا یہ دور سلاجقہ کی آمد ۴۴۷ھ سے شروع ہو کر تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی ۶۵۶ھ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

گذشتہ ادوار کی طرح اس دور میں بھی علم نحو کی مقبولیت و شہرت اور لوگوں کی اس سے دلچسپی برقرار رہی۔ علماء نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ نحوی سرمایہ میں گراں قدر اضافے کئے۔ مگر اس دور میں بھی زیادہ تر ائمہ نحاح کی کتابوں پر شروع و حواشی تحریر کئے گئے۔

گذشتہ دور کے نحاح نے اپنی کتابوں میں انتہائی شرح و بسط کے ساتھ علم نحو پر کلام کیا تھا جس سے یہ علم نہایت ہی طویل و وسیع ہو گیا تھا۔ اس دور کے بعض علماء نے اس کی طوالت کو کم کرنے کی کوشش کی اور ایسی کتابیں تصنیف کیں جن میں علل و ادلہ اور قیل و قال سے احتراز کر کے میادی و اصول پر اکتفا کیا گیا تھا تاکہ طالبان نحو کو مسائل ضبط کرنے میں آسانی ہو۔

اس دور کے مشہور نحاح یہ ہیں

ابوالحسین طاہر بن احمد بن بابشاذ

ابوالحسن محمد بن ہبہ اللہ بن الوراق

عبدالقاہر بن عبدالرحمن الجرجانی

ابومحمد عبداللہ بن محمد بطلیوسی

ابوالقاسم محمود ابن عمر بن محمد بن عمر خوارزمی زحشری

ابومنصور بن احمد جوایتی

محمد بن یحییٰ زبیدی

ابومحمد عبداللہ بن احمد بغدادی معروف بہ ابن خشاب

ابومحمد سعید بن مبارک بغدادی معروف بہ ابن دہان

ابوالبرکات کمال الدین عبدالرحمن بن محمد انباری

ابوعلی عمر بن محمد اشبیلی شلو بین

متوفی ۴۶۹ھ

متوفی ۴۷۰ھ

متوفی ۴۷۱ھ

متوفی ۵۲۱ھ

متوفی ۵۳۸ھ

متوفی ۵۶۹ھ

متوفی ۵۵۵ھ

متوفی ۵۶۷ھ

متوفی ۵۶۹ھ

متوفی ۵۷۹ھ

متوفی ۶۴۵ھ

ابوعمر و جمال الدین عثمان بن عمر بن ابی بکر (وعند البعض عثمان بن ابی بکر بن یونس)

متونی ۶۳۶ھ

معروف بہ ابن حاجب

علمائے نحو پر مسلم سلاطین کی عنایات

علمائے نحو نے نحو کی اشاعت و ترقی میں جو انتھک کوششیں اور مسلسل مساعی کیں اس میں سلاطین اسلام کی حوصلہ افزائیوں اور نحویوں پر ان کی بے پایا عنایتوں کا بہت بڑا دخل تھا۔ انہوں نے علمائے نحو کو ہر طرح کے اعزاز و اکرام سے نوازا۔ اعلیٰ مناصب دیئے، مال و دولت سے امداد کی اور تصنیفی و تالیفی کام کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچائیں۔ چنانچہ واضح نحو حضرت ابوالاسود اگرچہ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حامیوں میں سے تھے اور ان کی جانب سے جنگ صفین میں بھی شریک ہوئے تھے۔ مگر جب حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت امیر معاویہ نے ان کی بے حد تکریم کی۔ ان کے وظیفہ میں اضافہ کیا اور بصرہ کی قضا کا منصب عطا فرمایا۔

اس طرح تھبی بن یحمر عدوانی کو جب ان کی حق گوئی و بیباکی کی پاداش میں حجاج بن یوسف نے شہر بدر کر دیا اور وہ وہاں سے ہجرت کر کے خراسان پہنچے تو حاکم خراسان قتیبہ بن مسلم نے ان کی ہر طرح عزت و دلجوئی کی اور انہیں خراسان کا قاضی مقرر کیا اس کے بعد وہ نیشاپور۔ مرو اور ہرات کے بھی قاضی رہے۔

خلفائے بنی عباس نے نجات پر جو عنایات و نوازشات کیں اس کی مثال تاریخ میں مشکل سے ہی مل سکتی ہے۔ وہ معمولی باتوں پر علما کو مال کر دیا کرتے تھے۔

خاندان عباسیہ کے تیسرے خلیفہ محمد مہدی بن المنصور نے ایک عالم کو ہارون رشید کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کیا تھا۔ ایک بار مہدی نے ان سے سوال کیا کہ اگر کسی سے سواک کرنے کو کہنا ہو تو عربی میں اس مفہوم کو کس طرح ادا کیا جائے گا۔ معلم نے کہا ”استک“، مہدی نے اس جواب کو سن کر،، انا للہ و انا الیہ راجعون،، پڑھا۔ اور معلم کے علم و فضل سے اس کا اعتماد جاتا رہا۔ اب اسے ہارون کے لئے کسی دوسرے اتالیق کی تلاش ہوئی جو علم و دانش کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت میں بھی یکتائے روزگار ہو۔

بعض مقربین نے اسکو امام کو فہین کسائی کا پتہ بتایا اور ان کی بے انتہا تعریف و توصیف کی، مہدی نے فوراً کسائی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب کسائی اس کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے ان سے بھی وہی سوال کیا کہ عربی میں مسواک کرنے کا حکم دینے کے لئے کیا جملہ استعمال کیا جائے گا۔ کسائی نے جواب دیا،، سک فاک،،۔ مہدی اس جواب پر پھڑک گیا اور خوش ہو کر صرف ایک جملہ پر دس ہزار درہم بطور انعام دئے اور شہزادہ کی معلمی کا عظیم منصب عطا کیا۔

امام الخو فر جب مامون کے پاس پہنچے تو مامون نے ان سے ایک ایسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی جو نحو کے اصول اور سماعت پر پوری طرح حاوی ہو۔ جب فرمانے مامون کے حکم کی تعمیل میں کتاب تصنیف کرنے کا آغاز کیا تو مامون نے اس کے لئے شاہانہ اہتمام و انتظامات کئے۔ ایک آراستہ و پیراستہ خوبصورت اور عالیشان مکان صرف کتاب لکھنے کے لئے فرا کو دیا جس میں ہر قسم کی ضروریات زندگی اور سامان عیش و راحت مہیا کیا۔ تاکہ فرا پوری یکسوئی و اطمینان اور کامل فارغ البالی کے ساتھ تصنیفی کام میں مصروف رہ سکیں۔ خدمت کے لئے خاص ملا زمین اور کتابت کے لئے ماہر نشی مقرر کئے۔ اور ناظم خزانہ کو حکم دیا کہ فرا جب بھی جس قدر رقم طلب کریں فوراً حاضر کر دی جائے۔ مامون کی فراہم کردہ ان سہولیات کے سایہ میں فرمانے اپنی مشہور کتاب،، الحدود،، تصنیف کی۔

علم نحو سقوط بغداد سے زمانہ حال تک

گوپی کے صحراؤں سے اٹھنے والا تاری فتنہ تباہیوں اور بربادیوں کا ایسا ہولناک طوفان تھا جس نے عالم اسلام کو تہہ و بالا کر دیا۔ تاریوں نے عربوں کے آثار کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا یہاں تک کہ دنیائے اسلام کا مرکزی دار الخلافہ بغداد بھی ان کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا اور انھوں نے وہاں قتل و غارت گری کا ایسا خوفناک بازار گرم کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں دور دور تک نظر نہیں آتی۔

بغداد کی تباہی کے بعد کا دور عربی تہذیب و تمدن اور عربی علم و ادب کے لئے شدید ترین آفات و مصائب کا دور تھا۔ اس دور میں عجم کی وحشی اقوام کے ہاتھوں عربی روایات کے سرمایہ کونا

سقوط بغداد کے بعد سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت ابن حاجب کے کافیہ کو حاصل ہوئی اور بعد کے ادوار میں زیادہ تر اسی پر حواشی و شروح لکھے۔ عربی کے علاوہ فارسی ترکی اور اردو میں بھی اس کی بے شمار شرحیں اور حاشیے لکھے گئے، بعض اہل معرفت و ارباب تصوف نے اس کی عارفانہ و صوفیانہ شرحیں بھی تحریر فرمائیں۔

اس زمانے میں نحو کی منظوم کتابیں بھی تصنیف کی گئیں تاکہ طلبہ کو مسائل نحو حفظ کرنے میں آسانی ہو۔ منظوم کتابوں میں ابن مالک کی الفیہ کو خصوصی شہرت و اہمیت حاصل ہوئی اور بہت سے علمائے اس کی شروح لکھیں۔

کافیہ کے مسائل کو بھی نظم کیا گیا اس سلسلہ میں خود صاحب کافیہ ابن حاجب کی،، وافیہ،، شیخ ابراہیم مستبشری متوفی ۶۱۷ھ کی،، نہایت البختہ،، المعروف بہ،، تائبیہ،، اور ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم متوفی ۶۰۶ھ کی،، نظم الکافیہ،، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس زمانہ میں مسائل نحو کے دلائل و علل کی جانب خاص توجہ کی گئی اس سلسلہ میں بعض حضرات نے منطقیانہ انداز اختیار کیا۔ ہر مسئلہ کی عقلی و قیاسی تعلیلات و توجیہات نکالیں اور علم نحو کو فلسفیانہ علم بنا دیا۔ جس کو منطقی بصیرت کے بغیر سمجھنا ممکن ہی نہیں۔ علامہ جامی قدس سرہ السامی کی،، فوائد ضیائیہ،، اس قسم کی بہترین تصنیف ہے۔

بعض علمائے نحو نے سماعی دلائل کی جانب توجہ کی اور مسائل کے اثبات میں فصحائے عرب کے کلام سے شواہد فراہم کئے۔ شرح ابن عقیل اسی قسم کی ایک کامیاب تالیف ہے۔ غرضکہ سقوط بغداد سے موجودہ زمانہ تک ہر دور میں علمائے نحو زمانہ کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر نئے نئے اسلوب اور نئے نئے انداز میں اس علم پر کام کرتے رہے مگر کتابوں کا اندازہ ترتیب ہی صدیوں برس پرانا رہا جو متقدمین کے دور سے رائج تھا۔

جدید دور کے طلبہ کے لئے یہ قدیم انداز سخت مشکلات اور شدید الجھنوں کا باعث ہوتا ہے، ضرورت اس بات کی تھی کہ مسائل نحو موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایسے جدید انداز میں مرتب کئے جائیں جس سے طلبہ دیگر زبانوں کی طرح عربی پر بھی باسانی عبور حاصل کر سکیں۔

چودھویں صدی میں مصر کے مشہور شاعر و ادیب علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم متوفی ۱۳۶۸ھ اور مصطفیٰ امین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور دونوں نے مشترکہ طور پر عصر جدید

کے تقاضوں کے مطابق موجودہ دور کے طلبہ کے لئے ایک کتاب،، النحو الواضح،، تصنیف کی جس میں طلبہ کی نفسیات کو ملحوظ رکھ کر جدید طریقہ تعلیم کے مطابق مرحلہ وار مسائل نحو ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اس طرح علم نحو میں ایک جدید اسلوب اور نیا آہنگ پیدا ہوا۔

اس دور کے علمائے نحو

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، اس زمانے کے تمام علمائے ادب علمائے نحو تھے، مگر جنہوں نے فن نحو میں تصنیف و تالیف کی یا جن کا ذکر تذکرہ نگاروں نے خصوصیت کے ساتھ بطور نحوی کیا ہے، ان میں سے بعض مشاہیر کی فہرست یہ ہے:

- جمال الدین ابو عبد اللہ محمد ابن عبد اللہ طائی جیانی المعروف بابن سالک متوفی ۶۷۲ھ
 قاضی ناصر الدین عبد اللہ بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ
 رضی الدین محمد بن طاہر حسین استرآبادی متوفی ۶۸۶ھ
 حسام الدین حسن (یا حسین) بن علی بن حجاج بن علی سغناقی متوفی ۷۱۱ھ
 اسمعیل بن عثمان بن عبد الکریم دمشقی المعروف بہ ابن المعلم متوفی ۷۱۴ھ
 سید رکن الدین حسن محمد بن شہنشاہ استرآبادی متوفی ۷۱۸ھ
 شیخ نجم الدین احمد بن محمد قول متوفی ۷۲۷ھ
 فخر الدین عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان ماروینی متوفی ۷۳۱ھ
 شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر بھبری متوفی ۷۳۲ھ
 ابوالحسن علاء الدین علی بن بلبان بن عبد اللہ فارسی متوفی ۷۳۹ھ
 ابوالحیاء اشیر الدین محمد بن یوسف متوفی ۷۴۵ھ
 شیخ تاج الدین ابو محمد احمد بن احمد بن عبد القادر قیسی متوفی ۷۴۹ھ
 شیخ احمد بن عبد اللہ المعروف بہ ابن المہاجر متوفی ۷۴۹ھ
 جمال الدین عبد اللہ بن یوسف بن احمد المعروف بہ ابن ہشام متوفی ۷۶۱ھ
 ناصر الدین محمد بن احمد بن عبد العزیز قونوی المعروف بہ ابن ربوہ متوفی ۷۶۴ھ
 قاضی القضاة بہاؤ الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن عقیلی المعروف بہ ابن عقیل متوفی ۷۶۹ھ

متونی ۵۷۸۰ھ

متونی ۵۷۸۶ھ

متونی ۸۰۱ھ

متونی ۸۱۶ھ

متونی ۸۳۸ھ

متونی ۸۶۳ھ

متونی ۸۷۵ھ

متونی ۸۹۸ھ

متونی ۹۱۷ھ

متونی ۹۳۳ھ

متونی ۹۷۹ھ

متونی ۹۸۷ھ

متونی ۹۹۱ھ

متونی ۹۹۶ھ

متونی ۱۰۰۰ھ

متونی ۱۰۰۰ھ

متونی ۱۰۱۶ھ

متونی ۱۰۲۸ھ

متونی ۱۰۳۵ھ

متونی ۱۰۸۱ھ

متونی ۱۰۸۸ھ

متونی بعد ۱۱۱۵ھ

متونی ۱۱۲۰ھ

متونی ۱۱۳۸ھ

ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاندلسی الاعمی

اکمل الدین محمد بن محمود ماہرتی

شیخ احمد بن محمد زبیدی اسکندری مالکی

سند محققین میر سید شریف علی بن محمد جرجانی

محمد بن میر سید شریف جرجانی

شرف نورالدین علی بن ابرہیم شیرازی

علی بن مجد الدین محمد بن محمد بن مسعود المعروف بہ

ابو البرکات نورالدین عبدالرحمن بن احمد جامی

شیخ ابراہیم مستبشری

صام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی

شیخ مصلح الدین محمد اللاری

شیخ شریف الروثی المعروف بہ فاضل امیر

شیخ فضیل بن علی جمال

شیخ محمد بن عمر المعروف بہ قودر آفندی

شیخ احمد بن محمد جامی المعروف بہ ابن ملا

سودی ترکی

ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم

شیخ ابراہیم بن حسن الاحسانی

شیخ علامہ محمد بن موسی بستوی

خالد بن احمد بن نور الدین علی بن زین الدین ایوبی ربلی

بن علی بن محمد بن علی عبدالرحمن حسکفی

شیخ خالد بن محمد بن عمر بن عبدالوہاب العرضی

غنی ابوالصفا بن احمد بن ایوب عدوی دمشقی

حسن بن موسی کردی

ہندوستان میں علم نحو کی ترویج و اشاعت

ہندوستان آنے والے پہلے نحوی

جب ہندوستان کی سرزمین پر اسلامی حکومت قائم ہوئی اور مسلم حکمرانوں نے یہاں کی غارتگوں اور روز روزاٹھنے والے فتنوں پر مکمل قابو پا کر اپنے اقتدار کو مستحکم کر لیا تو عالم اسلام کے مختلف خطوں سے ارباب عقل و دانش اور ماہرین علوم و فنون نے سرزمین ہند کا رخ کیا اور اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر اس ملک میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ وہ دور تھا جب علم نحو اپنے کمال عروج و ارتقا کو پہنچ کر ہر عربی درسگاہ میں داخل نصاب ہو چکا تھا۔ اس زمانہ میں علوم عربیہ کا ہر فاضل لازماً علم نحو کی تحصیل کیا کرتا تھا۔ اس لئے عالم اسلام سے ہندوستان کی دھرتی پر آنے والے علماء و فضلاء کے ساتھ دیگر عربی علوم کے ہمراہ علم نحو کی دولت بھی ہندوستان پہنچی۔ مگر خصوصیت کے ساتھ نجات کی صف میں شمار ہونے والے علماء میں سے بدرالدین محمد بن محمد دماینی سب سے پہلے ہندوستان تشریف لائے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ دماینی کی آمد سے بہت پہلے ہندوستان میں نحو کی تعلیم و تصنیف کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ کیونکہ علامہ دماینی فیروز شاہ بہمنی کے دور میں ہندوستان آئے جو ۸۰۰ھ سے ۸۲۵ھ تک گلبرگہ کا حکمران رہا۔ جبکہ اس دور سے بہت پہلے سید یوسف بن سید جمال حسینی ملتانی علیہ الرحمہ متوفی ۷۹۰ھ قاضی ناصر الدین بیضاوی کی کتاب، لب الالباب فی علم الاعراب، پر ایک بسیط شرح تصنیف فرما چکے تھے جو، یوسفی، کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے علاوہ اگر شیخ سراج الدین عثمان معروف بہ، انخی سراج، متوفی ۷۵۸ھ کی جانب ہدایۃ النحو کے انتساب کو درست مان لیا جائے تو اس کی تصنیف بھی دماینی کی آمد سے بہت پہلے ہوئی۔

نیز شیخ انخی سراج کے حالات میں حضرت شیخ محقق دہلوی ارشاد فرماتے ہیں:
بعد ازاں پیش مولینا رکن الدین کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحصیل کرد۔
مولانا رکن الدین کے پاس کافیہ و مفصل و قدوری اور مجمع البحرین کی تعلیم حاصل کی۔
ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ دماینی سے پہلے ہندوستان میں نحو کی تعلیم بھی مروج ہو چکی تھی اور نحو میں تصنیف کی بنیاد بھی پڑ چکی تھی۔ مگر ان سے پیشتر کوئی ایسی شخصیت اس ملک میں

تشریف نہیں لائی جن کو خصوصیت کے ساتھ زمرہ ائمہ نجات میں شمار کیا جاتا ہو۔ دماینی ہی وہ پہلے امام النحو ہیں جو اس ملک میں سکونت پذیر ہوئے۔

علامہ بدرالدین محمد بن محمد دماینی ۶۳ھ میں بمقام اسکندریہ پیدا ہوئے۔ دیگر علوم کی مہارت کے ساتھ ساتھ آپ نے علم نحو میں خصوصی مقام حاصل کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ ازہر مصر میں شیخ النحو مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں وہاں تدریس کے فرائض انجام دیئے پھر جامعہ ازہر چھوڑ کر اسکندریہ چلے آئے اور وہاں تدریس کے ساتھ تجارت بھی شروع کر دی۔ پھر وہاں سے قاہرہ آئے اور منصب قضا پر متمکن ہوئے مگر اس منصب کی ذمہ داریاں طبیعت کو موافق نہیں آئیں۔ اس لئے مستعفی ہو کر ۸۰۰ھ میں دمشق آگئے پھر حج و زیارت کے لئے حرمین طیبین کا سفر کیا اور وہاں سے اپنے وطن اسکندریہ چلے آئے مگر کچھ دنوں بعد ایسی صورت حال سے دوچار ہوئے کہ وطن چھوڑنا پڑا اور وہ ۸۲۰ھ میں یمن آ کر جامع زبید میں درس دینے لگے۔ ایک سال تک وہاں تدریس میں مصروف رہے۔ پھر ہندوستان آ کر گلبرگہ میں سکونت اختیار کر لی۔

گلبرگہ میں اس وقت سلطان فیروز شاہ بہمنی تحت حکومت پر متمکن تھا جو خود بھی صاحب علم و فضل تھا اور علماء و فضلا کی بے حد قدر و وقعت بھی کرتا تھا۔ اس کے لئے علامہ دماینی جیسے امام النحو کی آمد انتہائی فخر و ابساط کا باعث ہوئی۔ اس نے ان کا شاہانہ استقبال کیا اور بے حد تعظیم و تکریم کی اہل ہند کو علامہ دماینی سے بہت کم استفاضہ کا موقع ملا ۸۲ھ میں کسی ظالم نے ان کو زہر دیدیا اور یہ آفتاب نحو ہمیشہ کے لئے گلبرگہ کی دھرتی میں روپوش ہو گیا۔

ہندوستان کے پہلے امام النحو

ہندوستانی علماء میں سب سے پہلے ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آباد متونی ۸۲۸ھ نے علم نحو کی جانب خصوصی توجہ کی۔ ملک العلماء کی پیدائش دولت آباد میں ہوئی مگر انھوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ جو پور میں بسر کیا۔

آپ کو حضرت علامہ قاضی عبدالمقتر صاحب دہلوی متونی ۹۱ھ اور حضرت مولانا خواجگی صاحب دہلوی ثم کانپوری رحمۃ اللہ علیہما سے شرف تلمذ حاصل تھا، حضرت قاضی عبدالمقتر صاحب آپ کے بارے میں فرماتے تھے۔ کہ میرے پاس ایک ایسا طالب علم آتا ہے

جس کا پوست علم ہے۔ مغز علم ہے اور ہڈی علم ہے

آپ سلطان ابراہیم شرفی دور (۸۰۴ھ تا ۸۴۰ھ) میں جو نپور تشریف لائے، سلطان آپ کا بے حد احترام کرتا تھا۔ آپ کے علم و دانش کی بنا پر اس نے آپ کو جو نپور کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

آپ تمام علوم و فنون کے جامع اور علمائے جو نپور میں سب سے فائق و برتر تھے۔ آپ نے تفسیر۔ فقہ۔ کلام۔ معانی و بیان وغیرہ مختلف علوم متداولہ میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ مگر ان کو خصوصی شہرت علم نحو میں حاصل ہوئی۔

آپ بلا شک و شبہ ہندوستان کے امام نجات اور پہلے نحوی ہیں۔ مورخین اور تذکرہ نگاروں نے انھیں ہندوستان کا ابن حاجب کہا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ علم نحو میں ان کا پایہ کسی طور ابن حاجب سے کم نہیں ہے۔ آپ نے علم نحو میں ایک بلند معیار متن تحریر فرمایا ہے جس کا نام "ارشاد" ہے، یہ متن تمام متون نحو میں انوکھے انداز اور جدید اسلوب کا حامل ہے۔ آپ نے اس میں یہ التزام کیا ہے کہ مسئلہ کو ایسی عبارت میں بیان کرتے ہیں کہ وہی عبارت اس مسئلہ کی مثال بن جاتی ہے۔ الگ سے اس کی مثال پیش کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ یہ اس کتاب کی وہ امتیازی خصوصیت ہے جو اس سے پہلے کسی نحوی کتاب میں نہیں ملتی ادب عربی تعلق رکھنے والے بخوبی جاسکتے ہیں کہ یہ امر کس قدر دشوار اور محنت طلب ہے مگر یہ ملک العلماء کا کمال علم و فضل ہے کہ وہ اس دشوار ترین منزل کو پوری کامیابی کے ساتھ طے کرتے چلے گئے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اس کتاب کا تذکرہ بایں الفاظ فرماتے

ہیں۔

وارشاد در نحو کہ دروے تمثیل در ضمن تعبیر التزام نمودہ و ترتیب جدید اختیار فرمودہ ست نیز

متن ست لطیف و متین و بے نظیر۔

ارشاد نحو میں ایک پاکیزہ و سنجیدہ اور بے مثال متن ہے جس میں تعبیر کے ضمن میں تمثیل

کا التزام کر کے نئی ترتیب اختیار فرمائی ہے۔

ناقدین ادب عربی کے نزدیک "ارشاد" کافیہ، پر بدرجہا فوقیت و برتری رکھتا ہے۔

کافیہ کی طرح ارشاد پر بھی متعدد شروح اور حواشی تحریر کئے گئے ہیں۔

ملک العلماء نے کافیہ کی ایک شرح بھی تحریر فرمائی ہے جس کا نام،،الشرح الہندی،، ہے۔ ان کی یہ شرح کافیہ کی دیگر شروح کے مقابلہ میں منفرد و ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ شیخ محقق اس شرح کے بارے میں فرماتے ہیں۔

در لطافت و متانت بے عدیل واقع شدہ وہم در حالت حیات او مشہور عالم گشتہ۔
لطافت و متانت میں بے مثال واقع ہوئی اور مصنف کی حیات ہی میں مشہور عالم ہو گئی تھی۔

علامہ جامی علیہ الرحمہ کی شرح کافیہ،،الفوائد الضیائیہ،، کا سب سے بڑا ماخذ یہی شرح ہندی ہے جیسا کہ صاحب ثمرات الحیوۃ فوائد ضیائیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں
قد لحض فی هذا الشرح ما فی شروح الکافیۃ من الفوائد الوافیۃ ولكن
اکبر ما اخذه الشرح الہندی للقاضی ملک العلماء شہاب الدین الدولت آبادی
صاحب متن ارشاد النحو المتوفی فی ۸۴۸ھ۔ کما سنح لی عند المقابله فی عدۃ
مواضع فلا مجال لانکار منکر فیہ حیثذ ولا لنزاع منازع۔

علامہ جامی نے فوائد ضیائیہ میں ان فوائد وافیہ کی تلخیص کی ہے جو دیگر شروح کافیہ میں پائے جاتے ہیں لیکن اس کا سب سے بڑا ماخذ صاحب ارشاد اخو ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی شرح ہندی ہے جیسا کہ مجھے متعدد مقامات میں دونوں کتابوں کا مقابلہ کرتے وقت ظاہر ہوا لہذا اس میں کسی منکر کے انکار اور کسی جھگڑالو کے جھگڑے کی گنجائش نہیں ہے۔

علمائے ہندی کی نحوی خدمات

ہندوستان کے علمائے ہر دور میں تدریس و تصنیف کے ذریعہ علم نحوی بھرپور ترویج و اشاعت کی۔ اس علم کی بے شمار کتابیں ہندوستان میں ترتیب دی گئیں مگر متون کی تعداد بہت کم رہی زیادہ تر داخل نصاب کتابوں پر شروح اور حواشی تحریر کئے گئے۔ جن میں اسے اکثر کافیہ اور فوائد ضیائیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

قاضی شہاب الدین کی ارشاد،، کے بعد ہندوستان کی علمی تاریخ میں صرف گنتی کے چند

نحوی متون کا پتہ ملتا ہے، جن علمائے ہند نے علم نحو پر تصنیفی کام کیا ان میں سے چند مشاہیر کی خدمات کا صدی وار سرسری جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

آٹھویں صدی

ہندوستان میں نحوی کتابوں کی تصنیف و ترتیب کی طرف پوری توجہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بعد کی گئی ان سے پہلے تاریخ میں صرف ایک کتاب،، یوسفی،، کا ذکر ملتا ہے۔ جو آٹھویں صدی میں حضرت علامہ سید یوسف بن سید جمال حسینی ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۷۹۰ھ نے قاضی ناصر الدین بیضاوی کی لب الالباب فی علم الاعراب کی شرح میں لکھی تھی۔ سید یوسف کے آبائے کرام مشہد کے رہنے والے تھے وہاں سے نقل سکونت کر کے ملتان میں متوطن ہوئے۔

آپ سلطان فیروز شاہ تغلق کے دور (۷۵۲ھ تا ۷۹۰ھ) میں ملتان سے دہلی تشریف لائے اس نے جب آپ کے کمال علم و دانش کو دیکھا تو اپنے مدرسہ کے فرائض تدریس آپ کے سپرد فرمادئے جہاں آپ برسوں تک مسند درس پر رونق افروز رہے۔ آپ کی رفعت روحانی کا یہ عالم تھا کہ ہر شب جمعہ کو خواب میں رحمت عالم ﷺ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوتے تھے۔ آپ کی شرح یوسفی آٹھویں صدی کے اندر ہندوستان میں نحو پر تصنیف ہونے والی تنہا کتاب ہے۔ ہاں اگر ہدایۃ النحو کو شیخ سراج الدین عثمان انخی سراج کی تصنیف مان لیا جائے تو پھر اس صدی کی تصنیفات نحویہ کی تعداد دو ہو جاتی ہے۔ مگر شیخ انخی سراج کی جانب ہدایۃ النحو کا انتساب معیار تحقیق پر پورا نہیں اترتا کیونکہ اخبار الاخبار میں شیخ محقق نے انخی سراج کے تذکرہ میں ان کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا نیز جن دیگر کتابوں میں انخی سراج کے حالات ملتے ہیں ان میں بھی ان کی کسی تصنیف کا تذکرہ نہیں۔ ان کی جانب ہدایۃ النحو کے انتساب کی بنیاد صرف تعداد العلوم علی حسب القہوم پر ہے جن لوگوں نے بھی ہدایۃ النحو کو ان کی تصنیف بتایا ہے وہ حوالہ میں صرف تعداد العلوم ہی کو پیش کرتے ہیں۔ مگر تعداد العلوم کیسی کتاب ہے اس کا مصنف کون ہے۔ کس زمانہ اور کس حیثیت کا ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا اور اس صورت حال میں ان کی طرف ہدایۃ النحو کی نسبت کرنا کس طرح قابل اعتماد اور لائق یقین ہو سکتا ہے؟

نویں صدی

اس صدی کے سب سے بڑے عالم نحو ملک العلماء حضرت قاضی شہاب الدین دولت آبادی ہیں جن کا تذکرہ آپ نے گذشتہ اوراق میں ملاحظہ فرمایا وہی ہندوستان کے امام النحو اور سرگردہ نحات ہیں۔ اسی صدی کے ایک عظیم عالم نحو حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی متوفی ۸۸۲ھ بھی ہیں جو قطب لکھنؤ حضرت شاہ مینا علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید خاص اور خلیفہ اجل ہیں آپ کمالات روحانی سے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ علوم ظاہری کے بھی زبردست ماہر تھے آپ نے نحو میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ مصباح اور کافیہ کی شرح لکھی اور فوائد ضیائیہ کا حاشیہ تحریر کیا۔ اسی صدی میں ملک العلماء کے شاگرد حضرت علامہ شیخ صفی الدین جو پوری متوفی ۸۹۰ھ نے بھی علم نحو کی عظیم خدمات انجام دیں آپ کے آبا و اجداد غزنی کے باشندے تھے فتنہ تاتار کے موقع پر آپ کے جد امجد شیخ نظام الدین اپنے بیٹے نصیر الدین کو ساتھ لے کر سلطان علاؤ الدین خلجی کے دور (۶۹۵ھ تا ۷۱۵ھ) میں دہلی تشریف لائے۔ پھر وہاں سے جو پور منتقل ہو گئے وہاں آپ کے صاحبزادہ شیخ نصیر الدین کا نکاح قاضی شہاب الدین کی صاحبزادی کے ساتھ ہوا جس سے علامہ صفی الدین پیدا ہوئے۔

شیخ علامہ صفی الدین نے اپنے نانا ملک العلماء قاضی شہاب الدین سے علوم متداولہ کی تعلیم حاصل کی اور ان میں درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ نے حل ترکیب کافیہ اور کافیہ کی مشہور شرح غائیۃ التحقیق تصنیف کیں جن کی افادیت و اہمیت موجودہ دور میں بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔

دسویں صدی

اس صدی میں علامہ جامی قدس سرہ السامی کے تلمیذ اجل ملا عبد الغفور لاہوری متوفی ۹۱۲ھ نے فوائد ضیائیہ پر حاشیہ لکھا جو عبد الغفور کے نام سے مشہور ہے مگر ابھی وہ منزل تکمیل کو نہیں پہنچا تھا کہ پیک اجل آپہونچا اور وہ اس کو نا تمام چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

مولانا الہ داد جو پوری متوفی ۹۳۲ھ بھی اس صدی کے علمائے نحو میں نمایاں مقام رکھتے ہیں آپ بیک واسطہ ملک العلماء کے شاگرد ہیں اس دور کے اکابر علمائے جو پور میں ان کا شمار

ہوتا ہے۔ اپنی ساری عمر افادہ علوم اور تصنیف و تالیف میں صرف کی مطالب علمیہ کی تنقیح و تحقیق میں درجہ کمال حاصل تھا آپ نے کافیہ کی شرح اور شرح ہندی کا حاشیہ تحریر کیا اسی صدی کے ایک عالم نحو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ بھی ہیں آپ علوم شریعت و طریقت کے جامع اور کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ آپ نے ملک العلماء کی، ارشاد، کی شرح اور فوائد ضیائیہ کا حاشیہ لکھا۔

گیارہویں صدی

فخر الاولیاء قطب دوراں حضرت سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی صاحب سبع سنابل شریف متوفی ۱۰۱۰ھ نے بحث منصرف تک کافیہ کی ایک اچھوتی اور منفرد شرح تصنیف کی جس میں کافیہ کو تصوف کی کتاب قرار دے کر اس کی عبارت کی عارفانہ و صوفیانہ تشریحات کی گئی ہیں۔

اس صدی کے ایک عظیم عالم نحو علامہ عبدالنبی عماد الدین محمد عارف عثمانی شطاری متوفی ۱۰۲۰ھ نے، ارشاد، کی شرح اور بحث حال سے مجرورات تک فوائد ضیائیہ کا حاشیہ تحریر کیا۔ آپ کا شمار اس دور کے اعظم علماء اور اکابر اولیاء میں ہوتا ہے۔

ملا عصمت اللہ سہارنپوری متوفی ۱۰۳۹ھ نے نابینائی کے باوجود خدمت نحو کی سعادت حاصل کی۔ فوائد ضیائیہ کا حاشیہ ان کی تصنیف ہے۔

اس صدی کے ایک جلیل القدر عالم ملا عبدالحکیم سیال کوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ ہیں آپ علوم نقلیہ و عقلیہ میں زبردست صلاحیتوں کے مالک تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ و الرضوان متوفی ۱۰۳۵ھ آپ کو آفتاب پنجاب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مجدد صاحب کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی کا خطاب آپ ہی نے دیا تھا۔ آپ نے ملا عبدالغفور لاہوری کے نامکمل حاشیہ فوائد ضیائیہ کا تکملہ لکھ کر اسکی تکمیل کی اور حاشیہ عبدالغفور پر بھی حاشیہ لکھا۔

اسی صدی میں ملا عبدالرشید جوہنپوری متوفی ۱۰۸۳ھ نے فارسی زبان میں کافیہ پر حاشیہ

تحریر کیا۔

بارہویں صدی

اس صدی میں بھی متعدد علما نے علم نحو پر تصنیفی کام کیا علامہ عبدالنبی بن قاضی عبد الرسول عثمانی احمد نگر گجراتی نے ۱۱۴۴ھ میں کافیہ کی مشہور فارسی شرح جامع الغموض منبع الفيوض، تصنیف کی موصوف کا سلسلہ تلمذ و ارادات شارح ارشاد علامہ شاہ وجیہ الدین علوی ء تک پہنچتا ہے۔

گجرات ہی کے ایک دوسرے عالم علامہ شیخ نور الدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی متوفی ۱۱۵۵ھ نے فوائد ضیائیہ پر حاشیہ تحریر کیا۔

تیرہویں صدی

لکھنؤ کے ایک عالم مولوی تراب علی متوفی ۱۲۸۰ھ نے فوائد ضیائیہ کا حاشیہ لکھا۔ مگر وہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا فرنگی محل کے مولانا عبد الحکیم متوفی ۱۲۰۵ھ نے مصباح پر حاشیہ تحریر کیا آپ علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع تھے علوم متداولہ میں کثیر کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۲۸۵ھ میں مولوی الہی بخش صاحب نے تبیین ابوسعید خانی کے نام سے شرح ماتہ عامل کا حاشیہ لکھا جو ”التوضیح الکامل“ کے نام سے مشہور ہے۔

اس صدی میں بحر العلوم مولانا عبدالعلی صاحب فرنگی محلی کے پوتے مولانا عبد الحکیم لکھنوی متوفی ۱۲۸۸ھ نے علم نحو میں، ”زبدۃ النحو“، اور جدول، نام کے دو متن ترتیب دئے جن میں سے پہلا عربی زبان میں اور دوسرا فارسی زبان میں ہے، تشریح النحو، اور اردو زبان میں قواعد نحو، تصنیف کی۔

قواعد نحو سے پہلے اردو کی کسی نحو کی کتاب کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لئے اس کتاب کو اردو زبان میں نحو کی سب سے پہلی کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ برٹش گورنمنٹ نے اس کتاب کی تصنیف پر مصنف کو دو سو روپیہ انعام دیا۔

چودھویں صدی

امام الحکیمین حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے صاحب زا

دے حضرت مولانا عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۶ھ نے کافیہ کی مشہور شرح،، تسہیل الکافیہ،، تصنیف فرمائی۔

چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ ہندوستان میں وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کے علمی جاہ و جلال وسعت نظرقوت استدلال اور قدرت کلام کا ایک جہاں معترف ہے۔ تحقیق و تدقیق، جامعیت علوم اور کثرت تصانیف میں امام موصوف بلاشبہ نادر روزگار تھے۔ آپ نے پچاس علوم و فنون میں ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں کی بڑی تعداد عربی زبان میں ہے۔ آپکی عربی تصنیفات ادب و نحو میں آپ کی بے پناہ صلاحیت و مہارت کی آئینہ دار ہیں۔

دوران تعلیم آپ نے مشہور درسی کتاب ہدایۃ النحو کی عربی شرح تصنیف فرمائی۔ تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالة المصدر والافعال،، آپکی ایک انتہائی محققانہ نحوی تصنیف ہے۔ آپکے تلامذہ و خلفا بھی علوم و فنون کے جامع اور کمالات روحانی کے وارث ہوئے اور انہوں نے عربی علوم کی بے مثال خدمات انجام دیں۔ آپکے محبوب شاگرد و خلیفہ ملک العلماء حضرت علامہ ظفر الدین فاضل بہاری نے علم نحو پر متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

چودھویں صدی کے علمائے نحو میں صدر العلماء حضرت علامہ سید غلام جیلانی صاحب میرٹھی علیہ الرحمہ متوفی ۱۳۹۸ھ کو خصوصی اہمیت و عظمت حاصل ہے۔ علم نحو میں آپ ایسی کامل بصیرت اور عظیم تجربہ کے حامل تھے جس کی مثال ہندوستانی علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ بجا طور پر آپ کو دور آخر کا امام النحو کہا جاسکتا ہے۔

آپکو فاضل بریلوی کے اجلہ خلفا صدر الافاضل حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی صاحب اعظمی علیہما الرحمۃ والرضوان سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

آپ نے نحوی درسی کتابوں کی ایسی محققانہ شروع تحریر فرمائیں جن کو پڑھ کر متقدمین نحات کی تصنیفات کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

کافیہ کی شرح بشیر الناجیہ۔

شرح مائتہ عامل کی شرح البشیر الکامل۔

نحو میر کی شرح البشیر

آپ کا ایسا نحوی شاہکار ہیں جو فضلا و طلبہ میں یکساں مقبول ہیں۔
 اسی صدی میں بحر العلوم حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری علیہ الرحمہ
 متوفی ۱۴۰۲ھ نے بھی علم نحو کی نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ نے فاضل بریلوی کی قائم کردہ
 مرکزی درس گاہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف میں تعلیم پائی اور علوم متداولہ میں امتیازی مقام
 پر متمکن ہوئے، دیگر علوم کے علاوہ آپ نے علم نحو پر بہترین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

ہدایۃ النحو

دراسۃ النحو

التوضیح المقبول فی الحاصل والحصول

الجواهر الصافیۃ من فوائد الکافیۃ

البیان السامی فی شرح دیباجتہ الجامی

وقایۃ النحو فی ہدایۃ النحو

ترجمہ عبدالرسول شرح مائتہ عامل منظوم۔

آپ کی ایسی تصانیف ہیں جو آپ کی بے پایاں نحوی مہارت کا بین ثبوت ہیں۔

یہ ہندوستانی علماء کی نحوی خدمات کا مختصر سا جائزہ ہے جس میں ہم نے صرف بعض
 مشاہیر نحوات کے کارناموں پر اکتفا کیا ہے۔ مذکورہ علماء کے علاوہ بہت سے دیگر علماء نے بھی علم
 نحو کی اشاعت و ترقی میں بھرپور حصہ لیا اور اپنی تصنیفات کے ذریعہ اس کے سرمایہ میں قابل قدر
 اضافہ کیا۔ جس کی مکمل تفصیل کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے یہ مقدمہ مفصل تاریخ کا
 متحمل نہیں ہو سکتا۔

علمائے دیوبند اور علم نحو

علمائے دیوبند نے نحو کی درسی کتابوں پر اردو زبان میں متعدد شروح اور حواشی تحریر کئے۔
 ان کی یہ تالیفات قطعاً اس قابل نہیں کہ ان کو نحوی کتب کی صف میں شمار کیا جاسکے اور نہ ان کے
 مصنفین اس لائق ہیں کہ کوئی مورخ نحو ان کو علمائے نحو میں شامل کر سکے۔

نحو کا مبتدی طالب علم بھی ان کی کتابوں کے مطالعہ سے اس حقیقت کا بخوبی ادراک کر لیتا ہے کہ نحوی مہارت۔ مسائل کا استحضار اور معیاری کتب نحو پر عبور تو درکنار علمائے دیوبند نحو میر شرح مائتہ عامل جیسی ابتدائی کتابوں کو بھی سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں۔

اصطلاحات سے ناواقفیت۔ قواعد سے جہالت مسائل میں غلطیاں۔ تراکیب میں خامیاں، خود ساختہ مثالوں میں مضحکہ خیزیاں، تعریفات میں فساد احکام میں تضاد مصنفین پر افتراء، نحو یوں کی جانب نسبت تاروا، یہ وہ خصوصیات ہیں جو علمائے دیوبند کی شروح و حواشی کا طرہ امتیاز ہیں۔

انہوں نے خدمت کے نام پر دنیائے نحو میں ایسی تخریب کاری اور فساد انگیزی کی ہے جس کی مثال کسی بھی علم کی تاریخ میں ملنا ناممکن ہے۔ نحو کے اصول و مسائل کا جو مسخ عام انہوں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے وہ علم نحو سے ان کی جہالت و ناآشنائی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ اب ہم علمائے دیوبند کی،، نادر تحقیقات نحو یہ،، کے چند نمونے اور ان کا سرسری تجزیہ پیش کر رہے ہیں تاکہ ناظرین ان کی،، علمی خدمات،، کا اچھی طرح اندازہ کر سکیں۔

قیاس کن ز گلستان من بہارم را

نحو میر کی شرح المصباح المنیر کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو جس کے ٹائٹل پیج پر اس کے مصنف کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے۔

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید حسن صاحب ابن امام النحو حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند۔

امام النحو کے یہ بلند قامت صاحبزادے اپنی اس کتاب میں ضمیر مرفوع متصل مستتر کی

تعداد چار بتاتے ہیں۔ ہو یا ہی۔ انت۔ یا انت۔ انا، نحن۔

پھر ضمیر مرفوع متصل کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ چودہ ضمیریں مرفوع متصل کی ہیں یہ ضمائر فاعل اور نائب فاعل، مبتدا

خبر واقع ہوتی ہیں۔

پھر اس کے بعد کہتے ہیں۔

مثال مبتدا ہونے کی انتم مو منون میں انتم ضمیر مرفوع متصل بارز مبتدا ہے۔ مثال

خبر ہونے کی اشا ہدانت یہاں انت خبر ہے۔ مثال: فاعل ہونے کی قالا اس میں ضمیر ہما فاعل ہے۔ مثال نائب فاعل ہونے کی نصر و اس میں ہم نائب فاعل ہے۔

اب دارالعلوم کے ان استاذ الاساتذہ صاحب کے مذکورہ بالا ارشادات عالیہ میں علم نحو کے نکات لطیفہ و اسرار عجیبہ ملاحظہ فرمائیے اور ان کی رفعت علم کی داد دیجئے۔

(۱) ضمیر مرفوع متصل مستتر کو چار میں منحصر کرنا سرا سر جہالت و نادانی ہے۔ کیونکہ ضمیر مرفوع متصل مستتر چودہ ہوتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) هو ضارب میں هو

(۲) ہما ضاربان میں ہما

(۳) ہم ضاربون میں ہم

(۴) ہی ضاربة میں ہی

(۵) ہما ضاربتان میں ہما

(۶) ہن ضاربات میں ہن

(۷) انت ضارب میں انت

(۸) انتما ضاربان میں انتما

(۹) انتم ضاربون میں انتم

(۱۰) انتِ ضاربة میں انت

(۱۱) انتما ضاربتان میں انتما

(۱۲) انتن ضاربات میں انتن

(۱۳) انا ضارب میں انا

(۱۴) نحن ضاربون میں نحن

خدا جانے امام النحو کے اس شاہزادے نے کہاں سے یہ نادر تحقیق،، حاصل فرمائی ہے کہ ضمیر مرفوع متصل مستتر صرف چار ہیں۔ میرے خیال میں انہوں نے ہدایۃ النحو کی اس عبارت کو پڑھ لیا ہوگا۔

ان المرفوع المتصل خاصة يكون مستتر في الماضي للغائب والغائبة

کضرب ای هو و ضربت ای هی و فی المضارع المتکلم مطلقا نحو اضرب ای
انا و نضرب ای نحن وللمخاطب کتضرب ای انت وللغائب والغائبة کیضرب
ای هو و تضرب ای هی -

اس عبارت میں ذکر کی ہوئی ضمیروں کو شمار کر کے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ضمیر مرفوع
متصل مستتر چار ہوتی ہیں۔ مگر وہ اس سے متصل اگلی عبارت کو نہ سمجھ سکے کہ۔

وفی الصفة اعنی اسم الفاعل والمفعول و غیر ہما مطلقا۔

(۲) اگر موصوف نے افعال میں مستتر ہونے والی ضمیروں کو مد نظر رکھ کر ضمیر مرفوع
متصل مستتر کو چار میں محصور کیا ہے تو ان میں انت کو شامل کرنا باطل، کیونکہ انت کسی بھی فعل میں
مستتر نہیں ہوتا اور اگر افعال و صفات دونوں کی مستتر ضمیروں کو پیش نظر رکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تو چار
میں حصر فاسد۔ جیسا کہ آپ نے ابھی ملاحظہ فرمایا۔

(۳) مرفوع متصل ضمیروں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ضمائر فاعل۔ نائب فاعل
۔ مبتدا۔ خبر واقع ہوتی ہیں کھلی ہوئی گمراہی اور سخت جہالت ہے کیونکہ ضمیر مرفوع متصل نہ مبتدا
واقع ہو سکتی ہے نہ خبر۔

علامہ ابن حاجب کا یہ میں یہ قاعدہ بیان کرنے کے بعد کہ منفصل کا استعمال صرف اس
صورت میں جائز ہے جب متصل کا استعمال متعذر ہو تو تعذر متصل کے مواقع بیان کرتے ہوئے
فرماتے ہیں۔

او یکون العامل معنویا یا ضمیر کا عامل معنوی ہو۔

اور نحو میر پڑھنے والا طالب علم بھی اس بات کو جانتا ہے کہ ضمیر کا عامل معنوی ہونے کی
صرف یہی صورت ہے کہ وہ مبتدا یا خبر واقع ہو۔ کیونکہ ضمیر اسم ہوتی ہے اور اسم میں عمل کرنے والا
عامل معنوی صرف ابتدا ہے جو مبتدا و خبر میں عمل کرتا ہے۔

لہذا جب قانون نحو یہ ہے کہ ضمیر کا عامل معنوی ہونے کی صورت میں ضمیر متصل کا آنا
متعذر ہے تو پھر ضمیر مرفوع متصل کس طرح مبتدا و خبر واقع ہو سکے گی۔

اب یہ تو نجات دیو بند ہی بتا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک مبتدا و خبر کا عامل لفظی ہے یا
عامل معنوی ہونے کی صورت میں ان کے یہاں ضمیر متصل کا استعمال جائز ہے؟

جب دارالعلوم کے استاذ الاساتذہ کا یہ حال ہے کہ وہ نہ نحو میر سمجھتے ہیں نہ کافیہ تو خدا جانے وہاں کے اساتذہ کس درجہ علیا پر فائز ہونگے۔

(۴) یہاں تو ضمیر مرفوع متصل میں اس قدر توسیع کی کہ اس کو فاعل و نائب فاعل کے ساتھ مبتدا و خبر بھی بنا دیا مگر آگے چل کر فرماتے ہیں۔

مرفوع متصل وہ ضمیریں جو فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں۔ اور ہمیشہ فاعل ہوا کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں عبارتوں میں کتنا شدید اور واضح تضاد ہے۔ اگر ضمیر مرفوع متصل ہمیشہ فاعل ہوتی ہے تو پھر نائب فاعل اور مبتدا و خبر کیسے واقع ہوگی۔ اور اگر نائب فاعل اور مبتدا و خبر بھی واقع ہوتی ہے تو فاعل ہونے میں ہمیشگی کس طرح پائی جائے گی۔

اس تضاد کے علاوہ اس قول میں دو مستقل جہالتیں بھی ہیں کیونکہ ضمیر مرفوع متصل صفات کے ساتھ بھی آتی ہے نیز فاعل ہونے کے علاوہ نائب فاعل بھی بنتی ہے جیسا کہ نحو میر خواں طلبہ بھی جانتے ہیں۔

لہذا فعل کے ساتھ مل کر آنے کی تخصیص بھی جہالت اور ہمیشہ فاعل ہونے کی تقید اس سے بڑی جہالت۔

(۵) انتم مومنون میں انتم مبتدا کو ضمیر مرفوع متصل بارز بتانا اتنی بڑی جہالت ہے جس کا ارتکاب معمولی طالب علم بھی نہیں کر سکتا اگر استاذ الاساتذہ صاحب کو نحو میر بھی یاد ہوتی تو کبھی یہ لطیفہ صادر نہیں فرما سکتے تھے۔ معلوم نہیں دارالعلوم دیوبند کا استاذ الاساتذہ بننے کے لئے کتنی تعلیم کافی ہوتی ہے۔؟

(۶) ”اشاھد انت“ میں انت کو ضمیر مرفوع متصل بتانا بھی اسی عظیم درجہ کی جہالت ہے جس پر فائز ہونے کی سعادت کسی نحو میر خواں کو بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ معلوم نہیں دارالعلوم دیوبند میں جو نحو مروج ہے وہ کہاں سے درآمد کی گی ہے؟

(۷) پھر اشاھد انت میں،، انت،، کو خبر بتانا جہالت در جہالت ہے جو ترکیب دانی میں علمائے دیوبند کی بے بضاعتی کو پوری طرح واضح کرتی ہے۔

ان کی انوکھی ترکیب اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الاساتذہ نہ مبتدا کو جانتے ہیں نہ خبر کو۔ کیونکہ شاہد مثال مذکور میں مبتدا کی قسم دوم ہے جس کو ہدایۃ

النحو میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے۔

واعلم ان لهم قسما آخر من المبتدأ، ليس مسندا اليه وهو صفة وقعت بعد حرف النفي نحو ما قائم زيدا وبعد حرف الاستفهام نحو قائم زيد بشرط ان ترفع تلك الصفة اسما ظاهرا۔

نحویوں کے لئے مبتدا کی ایک دوسری قسم ہے جو مسند الیہ نہیں ہوتی ہے اور ایسی صفت ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے ما قائم زید یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے اقائم زید اس شرط پر کہ وہ صفت کسی اسم ظاہر کو رفع دے۔

واضح رہے کہ یہاں اسم ظاہر سے غیر ضمیر مستتر مراد ہے اس لئے ضمیر منفصل کو رفع دینے والی صفت بھی اس تعریف میں داخل ہوگی جیسا کہ صاحب درایۃ النحو اس مقام پر اسما ظاہرا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ای غیر مضمّر مستتر بالحمل علی عموم المجاز او بارادۃ المعنی اللغوی منه لیدخل فیہ مثل قوله تعالیٰ اراغب انت واقائم انت۔

اسم ظاہر سے غیر ضمیر مستتر مراد ہے عموم مجاز پر محمول کر کے یا اس سے معنی لغوی کا ارادہ کر کے تاکہ اس میں فرمان الہی اراغب انت اور اقائم انت جیسے بھی داخل ہو جائیں۔

صاحب درایۃ النحو کی اس واضح صراحت کے بعد اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اشاہد انت میں شاہد مبتدا کی قسم ثانی ہے لہذا انت اس کا فاعل قائم مقام خبر ہوگا نہ کہ خبر کیونکہ خبر وہ اسم ہوتا ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو جبکہ مثال مذکور میں انت نہ تو عوامل لفظیہ سے خالی ہے کیونکہ اس کا عامل شاہد ہے جو کہ لفظی ہے اور نہ وہ مسند بہ ہے کیونکہ وہ شاہد کا فاعل ہے اور فاعل مسند الیہ ہوتا ہے مسند بہ نہیں۔

پھر اس کو خبر بنانا کسی طرح درست ہو سکتا ہے؟ دارالعلوم دیوبند کے استاذ الاساتذہ کا انت کو خبر بنانا اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ انھیں خبر کی تعریف ہی معلوم نہیں یا پھر ان کے نزدیک صفت عامل معنوی اور فاعل مسند بہ ہوتا ہے، مذکورہ مثال میں چونکہ صفت اور اس کا معمول دونوں مفرد ہیں اس لئے ”فان طابقت مفردا جاز الامر ان“ کے تحت اسمیں ایک دوسری ترکیب بھی جائز ہے جس کو علامہ جامی نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ”و کون ما بعدها

مبتدا و الصفة خبرا مقدا علیہ“ اس ترکیب کے مطابق انت کو مبتدا بنایا جائے گا اور شاہد کو اسکی خبر مقدم۔ علم نحو کے اصول کے مطابق اس مثال میں صرف یہی دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں انت کو خبر بنانا یہ ایسی پر جہالت ترکیب ہے جو دارالعلوم کے استاذ الا ساتھ ہی کے شایان شان ہے۔

(۸)۔،، قال،، کو ضمیر مرفوع متصل کے فاعل ہونے کی مثال میں پیش کر کے اس میں ضمیر ہما کا لانا صریح تضاد بیانی ہے کیونکہ پہلے ضمیر مرفوع متصل کو چار میں منحصر کر چکے ہیں جن میں ہما شامل نہیں ہے پھر وہ قال میں کہاں سے نکل آیا؟

(۹) قال کا فاعل ہما کو بتانا تضاد بیانی کے علاوہ فی نفسہ ایک اعلیٰ درجہ کی جہالت بھی ہے۔ کیونکہ ہدایتہ النحو تک میں یہ مسئلہ صراحتہ بیان کیا گیا ہے کہ ماضی کے صرف دو صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے (۱) واحد مذکر غائب (۲) واحد مؤنث غائب۔ امام النحو کے صاحبزادے نے نہ جانے کہاں سے قال میں ہما کو برآمد کر لیا۔؟

۹۔ نصر و امیں ضمیر ہم نکالنا بھی تضاد پسندی ہے۔

۱۰۔ نصر و امیں ہم ضمیر کو نائب فاعل بتانا جہل بالائے جہل ہے کیونکہ ماضی کے صیغہ جمع مذکر غائب میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی کما مر۔

دارالعلوم دیوبند کے استاذ الا ساتھ کی خود انی کا حیرت انگیز تماشہ دیکھنے کے بعد اس عظیم المرتبت درسگاہ کے درجہ علیا کے ایک مدرس کا تجربہ نحو ملاحظہ فرمائیے شرح ماتہ عامل کی شرح ایضاح العوائل میں مولانا ظہور احمد صاحب۔ مدرس درجہ علیا دارالعلوم دیوبند ”داخلہ“ کی ترکیب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

داخلہ صیغہ اسم فاعل اسمیں ضمیر ہو مستتر جو کہ راجع ہے موصول کی طرف اس کا نائب فاعل۔

نحو میں بھی یہ مسئلہ صراحتہ بیان کیا گیا ہے کہ اسم فاعل فعل معروف کا عمل کرتا ہے اور فعل معروف فاعل کو رفع دیتا ہے نہ کہ نائب فاعل کو لہذا اسم فاعل بھی فاعل ہی کو رفع دیگا۔ مگر ظاہر ہے۔ جب استاذ الا ساتھ کو نحو میرا نہیں تو استاد، کو کس طرح یاد ہو سکتی ہے اسی لئے اسم فاعل کے لئے نائب فاعل وجود میں آ گیا۔

یہی استاذ موصوف باوقا تھا التی ہی الصباح - الخ - کی ترکیب کرتے ہوئے۔
 ضمیر مضاف الیہ کو موصوف اور التی ہی الصباح الخ کو اس کی صفت بتاتے ہیں حالانکہ
 معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ ضمیر نہ موصوف بنتی ہے نہ صفت جیسا کہ صاحب ہدایۃ الخو
 رماتے ہیں۔

والمضمر لا یو صف ولا یو صف بہ

مگر دارالعلوم کے اساتذہ کا عالم ہی نرالا ہے کہ نہ نحو میری یاد نہ ہدایۃ الخو مگر درجہ علیا کے

مدرس۔

اس قسم کے بے شمار عجائب و غرائب علمائے دیوبند کی ہر نحوی تصنیف میں بکھرے ہوئے
 ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہیں چند پر اکتفا کر رہے ہیں جو حضرات ان عجائبات نحویہ کا تفصیلی
 مطالعہ کرنا چاہیں وہ صدرالعلما حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ کی،، البشیر شرح
 نحو میر،، البشیر الکامل اور بشیر الناجیہ ملاحظہ فرمائیں ان میں صدرالعلمائے دیوبند کی
 ایسی ہزار ہا غلطیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ علمائے دیوبند کی ان تصنیفات کا جائزہ لینے کے بعد
 انہیں کسی ایسے جدید نحو کا موجد تو کہا جاسکتا ہے جس کی ایجاد دارالعلوم دیوبند میں کی گئی ہو مگر ان کو
 اس نحو عربی کے علما میں شمار نہیں کیا جاسکتا جو تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال سے دنیا میں مروج ہے۔

علم نحو سے متعلق جو گوشے میں نے ناظرین کے سامنے پیش کئے ہیں ان کا حوالہ تحریر کر
 نے سے پہلے ان کے بارے میں تا حد امکان ہر طرح سے تحقیق و تفتیش کرنے کی کوشش کی ہے۔
 مگر خطا و غلطی سے معصومیت انسانوں میں صرف انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کا خاصہ
 ہے عام انسان علم و دانش کے کتنے ہی بلند مرتبہ پر فائز ہو جائے مگر اس کی رفعت علم ذکاوت فہم اور
 وسعت نظر کے باوجود اس کی معلومات کو احتمالی خطا سے بالاتر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر مجھ جیسا
 انسان جس کو اپنی بے بضاعتی اور تہی دامانی کا پورا پورا احساس ہے اپنی نگارشات کے بے خطا
 ہونیکا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے۔

اس لئے ارباب علم و فضل سے درخواست ہے کہ اگر کسی خامی پر مطلع ہوں تو نشانہ
 تنقید بنانے کے بجائے اس خاکسار کو آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح
 کی جاسکے۔

آخر میں میں برادر طریقت فاضل جلیل حضرت علامہ نور الدین صاحب نظامی پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور کادل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنی بے بہا نادرونا پیاب کتابوں سے استفادہ کا موقع دیکر اس مقدمہ کی ترتیب و تالیف میں پر خلوص تعاون عطا فرمایا۔

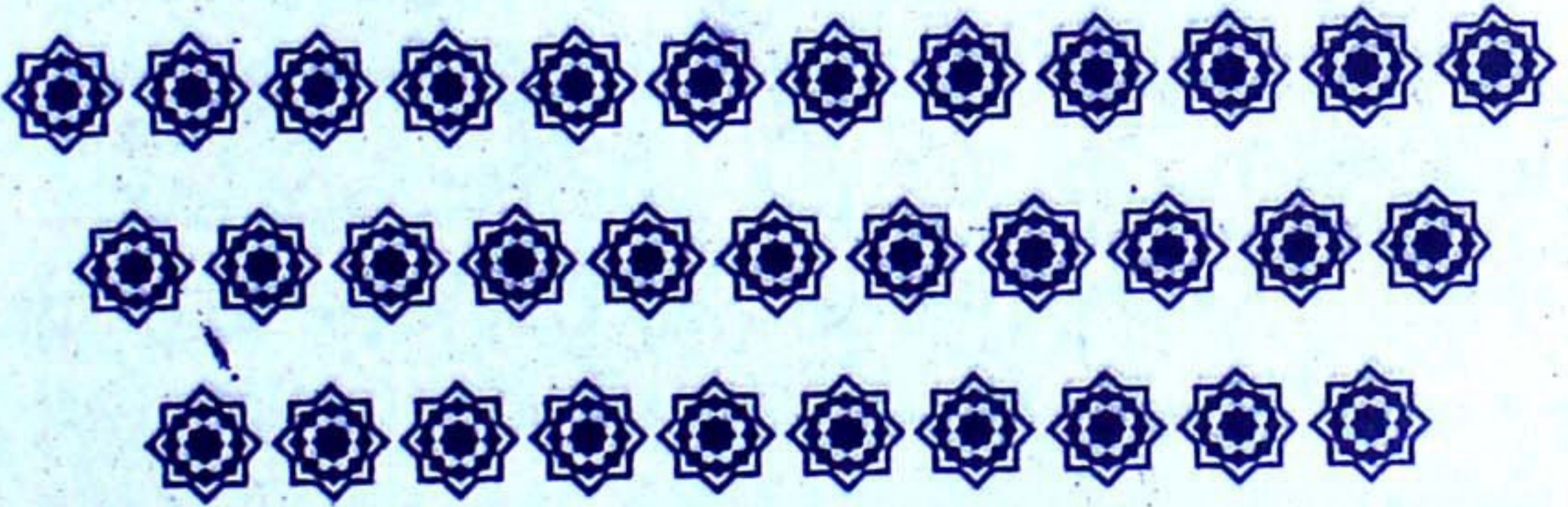
گدائے مفتی اعظم

مختار احمد قادری

صدر المدرسین مدرسہ بحر العلوم بہیروی ضلع بریلی شریف

۲۴۔ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ

تعت بالخیر



فاعل کی پہیلیاں

- (۱) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل منصوب اور مفعول مرفوع ہو سکتا ہے؟
- (۲) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مونث لفظی ہو جب بھی فعل مذکر لانا جائز ہے؟
- (۳) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مونث غیر حقیقی ہو جب بھی فعل کو مونث لانا واجب ہے؟
- (۴) وہ کونسی صورت ہے کہ فعل و فاعل مونث کے درمیان فاصلہ ہو جب بھی فعل کو مونث لانا واجب ہے؟
- (۵) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل جمع مونث حقیقی ہو جب بھی فعل مذکر لایا جاسکتا ہے؟
- (۶) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل لفظاً مجرور ہوتا ہے؟
- (۷) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل ضمیر مونث ہو جب بھی فعل مذکر ہی لایا جائے گا؟
- (۸) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل مونث حقیقی ہو جب بھی فعل مذکر لانا واجب ہے؟
- (۹) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل واحد مونث حقیقی اسم ظاہر ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ بھی ہو جب بھی فعل کو مذکر و مونث دونوں لانا جائز ہے؟
- (۱۰) وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل کو مفعول سے پہلے نہیں لایا جاسکتا؟
- (۱۱) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول کو فاعل سے پہلے نہیں لایا جاسکتا؟
- (۱۲) وہ کونسی صورت ہے کہ مشعول الا کے بعد واقع ہو جب بھی فاعل کو مقدم کرنا

ضروری نہیں؟

(۱۳) وہ کونسی صورت ہے کہ فعل و فاعل دونوں کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۱۴) وہ کونسی صورت ہے کہ صرف فعل کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۱۵) وہ کونسی صورت ہے کہ صرف فاعل کو حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۱۶) وہ کوئی صورت ہے کہ فاعل مبتداء واقع ہو سکتا ہے؟

(۷۱) وہ کوئی صورت ہے کہ فاعل واحد مذکر ہو جب بھی فعل کو مونث لانا جائز ہے؟

جوابات فاعل کی پہیلیاں

(۱) جب صورت ومعنی التباس کا خوف نہ ہو تو کبھی فاعل کو نصب اور مفعول کو رفع دے دیا جاتا ہے۔ جیسے اهل عرب کا قول خرق الثوب المسمار۔ یعنی کیل نے کپڑے کو پھاڑ دیا۔ یہاں ثوب کو مرفوع پڑھا جاتا ہے اور مسمار کو منصوب حالانکہ مسمار فاعل ہے۔ لیکن یہ صورت سماع پر ہی موقوف ہے اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔
شرح ابن عقیل ص ۲۰۸ میں ہے:

وقد يرفع المفعول وينصب الفاعل عند امن اللبس كقولهم خرق الثوب المسمار ولا يقاس ذلك بل يقتصر فيه على السماع
(۲) البشير شرح نحو میر ص ۱۶۳ میں ہے:

اگر مونث لفظی ایسا اسم ہے جس کو حیوان نر اور مادہ دونوں پر اطلاق کرتے ہیں۔ جیسے حمامہ۔ کہ بوتر اور بوتری دونوں پر بولا جاتا ہے اور۔ نملة۔ چیونٹی اور چیونٹے دونوں پر بولتے ہیں پس اگر یہ فاعل واقع ہوں تو فعل کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں خواہ اس کا مصداق نر ہو یا مادہ۔ جیسے قالت نملة اور قال نملة دونوں جائز ہے

(۳) جب مونث غیر حقیقی کی ضمیر متصل فاعل ہو تو فعل کو مونث لانا واجب ہے جیسے الشمس طلعت۔ یعنی غمیر مونث متصل کے فاعل ہونے کی صورت میں حقیقی و غیر حقیقی کے درمیان فرق نہیں ہے

شرح ابن عقیل ص ۱۸۰ میں ہے:

تلزم تا التانیث الساكنة للفعل الماضي في موضعين احدهما ان يسند الفعل الى ضمير مونث متصل ولا فرق في ذلك بين المونث الحقيقي و المجازی فتقول هند قامت والشمس طلعت ولا تقول قام ولا طلع

(۴) جب کسی مونث حقیقی کا نام مذکر کے نام پر رکھ دیا جائے تو فعل و فاعل مونث حقیقی

کے درمیان فاصلہ کے باوجود فعل کو مونث لانا واجب ہے جیسے عورت کا نام زید رکھ دیا جائے تو کہا جائیگا قامت الیوم فی الدار زید

دریۃ النحو شرح ہدایۃ النحو ص ۷۷ میں ہے:

اذا سمی بہ امرأۃ فهذا الخیار غیر ثابت فیہ عند الفعل بل یجب تانیث

فعلہ دفعا للالتباس بالمذکر نحو قامت الیوم فی الدار زید

(۵) جب فاعل جمع مونث حقیقی سالم یا غیر سالم ہو تو فعل کو مذکر بھی لایا جاسکتا ہے

جیسے قام الہنود و قامت الہنود و قام الہندات و قامت الہندات

شرح ابن عقیل ص ۱۸۵ میں ہے:

وان لم یکن جمع سلامة لمذکر بان کان جمع تکسیر لمذکر کالرجال

او لمونث کالہنود او جمع سلامة لمونث کالہندات جاز اثبات التاء و حذفها

فتقول قام الرجال و قامت الرجال و قام الہنود و قامت الہنود و قام الہندات و قامت

الہندات۔

(۶) تحسین کلام کے لئے جب فاعل پر حرف جر بازا اندہ یا من زائدہ داخل کر دیا جائے

تو فاعل کو جر دے دیا جاتا ہے جیسے کفی باللہ شہیدا و ما جائنی من احد

(۷) جب فاعل ضمیر منفصل مونث ہو تو فعل کو مذکر ہی لایا جائیگا۔ جیسے ”ہند ما قام

الاہی“

شرح ابن عقیل ص ۱۸۳ میں ہے:

فان کان الضمیر منفصلا لم یوت بالتاء نحو ہند ما قام الاہی

(۸) جب فعل اور فاعل مونث حقیقی یا غیر حقیقی کے درمیان الا کے ذریعہ فاصلہ ہو تو

اس وقت فعل کو مذکر لانا واجب ہے جیسے ”ما قام الاہند و ما طلع الا الشمس“

شرح ابن عقیل ص ۱۸۳ میں ہے:

اذا فصل بین الفعل و الفاعل المونث یا لا لم یجز اثبات التاء عند

الجمہور فتقول ما قام الاہند و ما طلع الا الشمس ولا یجوز ما قامت الاہند ولا

ما طلعت الا الشمس

(۹) جب افعال مدح و ذم کا فاعل واحد مونث حقیقی اسم ظاہر ہو تو فعل کو مذکر و مونث دونوں لاسکتے ہیں جیسے ”نعم المرأة هند و نعمت المرأة هند“
شرح ابن عقیل ص ۱۸۶ میں ہے:

يجوز في نعم واخواتها اذا كان فاعلها مؤنثا اثبات التاء وحذفها وان كان مفردا مؤنثا حقيقيا فتقول نعم المرأة هند و نعمت المرأة هند
(۱۰) جب مفعول کی طرف لوٹنے والی ضمیر فاعل سے متصل ہو یا فاعل الایا معنی الای کے بعد واقع ہو یا مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو اور فاعل ضمیر متصل بالفعل نہ ہو تو ان تمام صورتوں میں فاعل کو مفعول سے پہلے نہیں لایا جاسکتا جیسے پہلی مثال ”ضرب زيدا غلامه“ دوسری مثال ”ما ضرب عمرا الا زيد“ تیسری مثال ”انما ضرب عمرا زيدا“ چوتھی مثال ”ضربك زيد“
فوائد ضیائیہ ص ۶۳ میں ہے:

و اذا اتصل به ای بالفاعل ضمير مفعول نحو ضرب زيدا غلامه او وقع ای الفاعل بعد الا المتوسطة بينهما في صورتی التقديم والتاخير نحو ما ضرب عمرا الا زيد او وقع الفاعل بعد معناها ای معنی الا نحو انما ضرب عمرا زيدا او اتصل مفعوله به بان يكون المفعول ضمير امتصلا بزید و جب تاخیر ای تاخیر الفاعل عن المفعول فی جميع هذه الصور

(۱۱) جب فاعل و مفعول دونوں میں اعراب لفظی موجود نہ ہو اور کوئی ایسا قرینہ بھی نہ ہو جو فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرے یا فاعل ضمیر متصل واقع ہو اور مفعول خواہ اسم ظاہر ہو یا ضمیر متصل یا منفصل یا مفعول الآ کے بعد یا اس کے معنی کے بعد واقع ہو اور تو ان تمام صورتوں میں مفعول کو فاعل سے پہلے نہیں لایا جاسکتا جیسے۔ پہلی مثال ”ضرب موسى عيسى“ دوسری مثال ”ضربت زيدا - ضربتك - ما ضربت الا اياك - تیسری مثال ”ما ضرب زيد الاعمر او انما ضرب زيد عمرا -“
کافیہ ص ۱۳ میں ہے:

و اذا انتفى الاعراب فيهما لفظا و القرينة او كان مضمرا متصلا او وقع مفعوله بعد الا او معناها و جب تقديمه

(۱۲) جب الافاعل و مفعول کے درمیان واقع نہ ہو اس طور پر کہ مفعول کو فاعل پر الا کے ساتھ کر دیا جائے تو فاعل کو مقدم کرنا ضروری نہیں حالانکہ مفعول الا کے بعد واقع ہے جیسے ”ما ضرب الا عمر ازيد“ ظاہر ہے کہ اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ زید کی ضاربیتہ عمر میں منحصر ہے کیونکہ حصر اسی کلمہ میں ہوتا ہے جو الا سے متصل ہو تو جو حصر مطلوب ہے وہ فوت نہیں ہوگا لہذا فاعل کو مقدم کرنا واجب نہیں ہوگا

فوائد ضیائیہ ص ۶۲ میں ہے:

وانما قلنا بشرط تو سطها بينهما في صورتی التقديم و التأخیر لانه لو قدم المفعول علی الفاعل مع الا فيقال ما ضرب الا عمر ازيد فالظاهر ان معناها الا نحصر ارضاء ربيّة زيد في عمر و اذا الحصر انما هو في ما يلي الا فلا ينقلب الحصر المطلوب فلا يجب تقديم الفاعل

(۱۳) جب کسی سوال کا جواب حروف ایجاب کے ذریعہ واقع ہو تو فعل و فاعل دونوں کو حذف کیا جاسکتا ہے جیسے نعم اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا ”اقام زید۔“ کافیہ ص ۱۴ میں ہے:

وقد يحذفان معافی مثل نعم لمن قال اقام زید“

جامع الغموض شرح کافیہ جلد اول ص ۱۶۳ میں ہے:

مراد از مثل نعم وقوع جواب از حروف ایجاب است

(۱۴) جس وقت سوال مذکور یا مقدر فعل کے حذف پر قرینہ ہو تو صرف فعل کو حذف کیا جاسکتا ہے جیسے ”زید“ اس شخص کے جواب میں کہا جائے جس نے کہا ”من قام“ یا جیسے ”ولیک یزید ضارع لخصومة۔“

کافیہ ص ۱۴ میں ہے:

وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جواز في مثل زيد لمن قال من قام۔ شعر۔ و

لیک یزید ضرع لخصومة“

جامع الغموض جلد اول ص ۱۶۱ میں ہے:

وباید دانست کہ حذف فعل از روئے جواز بردو قسم است یکے در جواب سوال مذکور یعنی

ملفوظ کما سر و دوم در جواب سوال مقدر چنانچہ اشارہ کرد مصنف علیہ الرحمۃ بسوئے آن بقول شاعر کہ در مرثیہ یزید بن ہشمل است "ولیک الخ (۱۵) جب مفعول فاعل کے قائم مقام ہو تو فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ضرب زید۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۶۳ میں ہے:

اما حذف فاعل بدون فعل جائز نیست مگر وقتیکہ مفعول قائم شود مقام فاعل

(۱۶) جب صفت کا صیغہ حرف نفی یا استفہام کے بعد واقع ہوا ہو اور وہ اسم ظاہر کو رافع

بھی ہو تو مبتداء بنانا درست ہوگا لیکن مابعد فاعل ہوگا جو خبر کے قائم مقام ہوگا اب اگر مبتداء و خبر جو حقیقت میں فاعل ہے۔۔ افراد میں مطابق ہوں یعنی دونوں واحد ہوں تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ صفت کا صیغہ مبتداء ہو اور اس کا مابعد فاعل خبر کے قائم مقام ہو۔ دوسری وجہ یہ کہ مابعد مبتداء موخر ہو اور صفت کا صیغہ خبر مقدم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس اراغب انت عن الہتی یا ابراہیم "اس میں "ارغب" مبتداء ہے اور انت فاعل خبر کے قائم مقام ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انت مبتداء موخر ہو اور اراغب خبر مقدم تو یہاں انت فاعل تھا اس کو مبتداء بنانا بھی جائز ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۷۵ میں ہے:

فان تطابقا افرادا نحو اقا ئم زید جاز فیہ و جہا ن احد ہما ان یکون

الوصف مبتداء و ما بعدہ فاعل سد مسد الخبر۔ والثانی ان یکون ما بعدہ مبتداء

موخر او یکون الوصف خبرا مقدا و منه قولہ تعالیٰ اراغب انت عن الہتی یا

ابراہیم فیجوز ان یکون اراغب مبتداء و انت فاعل سد مسد الخبر۔

(۱۷) جب فاعل مضاف ہو اور اس کا مضاف الیہ مونث ہو اس طرح کہ مضاف کو حذف کر

کے مضاف الیہ کو اسکے مقام پر رکھنا درست ہو تو فعل کو مونث لانا صحیح ہوگا کیونکہ یہ مذکر اب مونث

کے حکم میں ہے جیسے "قطعت بعض اصابعہ" اس مثال میں بعض فاعل مذکر مضاف ہے جس

کا فعل مونث لایا گیا ہے چونکہ اس کو حذف کر کے اصابع کو اسکے مقام پر رکھ کر "قطعت

اصابعہ" کہنا درست ہے،

شرح ابن عقیل ص ۲۹۸ میں ہے:

قد یکتسب المضاف المذکر من المونث المضاف الیه التانیث بشرط ان
 یكون المضاف صالحا للحذف و اقامة المضاف الیه مقامه و يفهم منه ذلك
 المعنی نحو قطعت بعض اصابعه فصح تانیث بعض لا ضافته الی اصابع وهو
 مونث لصحة الاستغناء با صابع عنه فتقول قطعت اصابعه -



نائب فاعل یعنی

مفعول مالم یسم فاعلہ کی پہیلیاں

- (۱) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو نائب فاعل بنانا درست نہیں؟
 (۲) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو نائب فاعل بنانا خلاف اولیٰ ہے؟
 (۳) وہ کونسی صورت ہے کہ باب اعطیت کے دوسرے مفعول کو نائب فاعل نہیں بنایا

جاسکتا؟

- (۴) وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟
 (۵) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟
 (۶) وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف زمان اور ظرف مکان کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا؟
 (۷) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول لہ کو نائب فاعل بنایا جاسکتا ہے؟
 (۸) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق قید مخصوص کے ساتھ مقید ہو پھر بھی اس کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا ہے؟

جوابات نائب فاعل کی پہیلیاں

- (۱) جب مفعول بہ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث واقع ہو تو ان کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا۔ کیونکہ باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث اپنے ماقبل کے مفعول کی طرف ہمیشہ اسناد تام کے ساتھ مسند ہوتے ہیں اس لئے کہ اصل میں یہ مبتدا و خبر ہیں اب اگر ان کو نائب فاعل بنا دیا جائے تو یہ اسناد تام کے ساتھ مسند الیہ ہونگے اور ان کا مسند ہو نا بھی باقی رہیگا لہذا ایک کلمہ کا بیک وقت ایک ہی ترکیب میں مسند الیہ اور مسند

ہونا لازم آئیگا اور یہ باطل ہے

حاشیہ کافیہ ص ۷۱ میں ہے:

ای لا یقع المفعول الثانی من باب علمت قائما مقام الفاعل لان المفعول الثانی من باب علمت مسندا الی المفعول الاول اسنادا تا ما دائما لكونها مبتداء و خبرا فی الاصل فلو وقع مقام الفاعل لکان مسندا و مسندا الیه فی حالة واحدة وهو غیر جائز ولا یقع المفعول الثالث من باب علمت نحو علمت زیدا عمرا خیر الناس موقع الفاعل لان المفعول الثالث یكون مسندا الی المفعول الثانی فلو وقع موقع الفاعل لکان مسندا و مسندا الیه فی حالة واحدة وانه غیر جائز۔

(۲) جب مفعول بہ اعطیت کا مفعول ثانی ہو تو اس کو نائب فاعل بنانا خلاف اولی ہے اور مفعول اول کو بنانا اولی ہے کیونکہ مفعول اول میں فاعلیت کے معنی موجود ہیں برخلاف مفعول ثانی کیونکہ اس میں ایسا نہیں اس لئے کہ ”اعطیت زید ادرهما“ میں زید آخذ ہے اور درهما ماخوذ ہے لہذا جو فاعل کے مشابہ ہے اسی کو نائب فاعل بنانا اولی ہے بمقابلہ ثانی۔

کافیہ ص ۷۱ میں ہے:

والاول من باب اعطیت اولی من الثانی

جامع الغموض جلد اول شرح کافیہ ص ۱۸۵ میں ہے:

در مفعول اول معنی فاعلیت است زیرا کہ زید در مثال مذکور آخذ است و در ہم ماخوذ است پس مفعول اول بفاعل مشابہ است پس قیام او مقام فاعل اولی و انسب خواهد بود از قیام مفعول ثانی مقام فاعل۔

(۳) جب باب اعطیت کے مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانے سے التباس لازم آئے تو مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانا درست نہیں جیسے ”اعطی زید عمروا“ یہاں دونوں میں سے ہر ایک آخذ و ماخوذ ہو سکتا ہے لہذا دوسرے کو نائب فاعل بنانے سے التباس لازم آئیگا اور یہ بات ”اعطیت زید درهما“ میں نہیں کیونکہ یہاں زید کا آخذ ہونا متعین ہے لہذا اس التباس کے پیش نظر دوسرے کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا۔

غایۃ التحقیق شرح کافیہ ص ۶۷ میں ہے:

و یجب اقامتہ عند اللبس نحو اعطی زید عمرو فان کل واحد من مفعولیه یصلح ان یکون آخذ او ماخوذا بخلاف اعطیت زید ادر هما فان الثانی لا یصلح ان یکون آخذ ابل تعین لکونہ ماخوذا فلا لیس فی اقامتہ۔

(۴) ظرف جب لازم ظرفیت ہو تو اس کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا اور اس ظرف کو ظرف غیر متصرف بھی کہا جاتا ہے یعنی وہ ظرف جس میں تصرف نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کو ظرفیت کی بنا پر نصب لازم ہے جیسے ”سحر“ جبکہ اس سے کسی معین دن کا سحر مراد ہو اور جیسے عندک “ لہذا ” جلس عند “ اور ” ركب سحر نہیں کہہ سکتے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۸۴ میں ہے:

وباید دانست کہ ہر ظرف قائم نمی شود مقام فاعل بلکہ آں ظرف کہ لازم ظرفیت نہ باشد شرح ابن عقیل ص ۱۹۶ میں ہے:

واحترز بذلك مما لا یصلح للنیابة كالظرف الذی لا یتصرف والمراد به ما لزم النصب علی الظرفیة نحو سحر اذا ارید به سحر یوم بعینہ و نحو عندک فلا تقول جلس عند ولا ركب سحر لثلا تخرجها عما استقر لهما فی لسان العرب من لزوم النصب

(۵) جب مفعول مطلق کسی قید تخصص کے ساتھ مقید نہ ہو تو اس کو نائب فاعل بنانا درست نہیں۔ کیونکہ ہر فعل تضمننا اپنے مصدر پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس کو نائب فاعل بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۸۴ میں ہے:

تنبیہ است براینکہ ہر مفعول مطلق قائم نمی شود مقام فاعل بل آں مفعول مطلق قائم می شود مقام فاعل کہ بقید تخصص مقید باشد زیرا کہ ہر فعل را بر مصدر خود دلالت تضمنی است پس فائدہ نیست در اقامت آں مفعول مطلق مقام فاعل کہ محل فائدہ است۔

(۶) جب ظرف زمان و مکان مبہم ہوں تو ان کو نائب فاعل نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ ان پر تو فعل کی دلالت ہوتی ہی ہے فعل کہ دلالت زمان مبہم پر تضمنی ہے اور مکان مبہم پر التزامی ہے

کیونکہ ہر فعل کے لئے مکان لازم ہے۔

جامع الغموض شرح کافیہ ص ۱۸۴ میں ہے:

و نیز ہر طرف قائم نمی شود مقام فاعل بل آن طرف کہ محدود باشد نہ مبہم از آنکہ ہر فعل دلالت بر زمان مبہم است بدلات تفسیمی کما هو الظاہر و بر مکان مبہم است بدلات التزام زیرا کہ ہر فعل را مکان لازم است پس در قیام ایں ہر دو فائدہ نیست۔

(۷) جب مفعول لہ کے حرف کو ظاہر کر دیا جائے تو اس کو نائب فاعل بنایا جاسکتا ہے جیسے ضرب للتادیب البتہ جب حرف جر مقدر ہو تو نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں نصب مفعول لہ کی علامت ہے اور نائب فاعل بنانے کی صورت میں یہ فوت ہو جائیگی لیکن جب حرف جر ظاہر ہوگا تو یہ خرابی لازم نہیں آئے گی۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۸۱ میں ہے:

پس اولی در وجہ اینست کہ مفعول لہ واقع نمی شود مقام فاعل از آنکہ نصب دروے مشعر بعلیت است فوت خواہد شد بخلاف آن مفعول کہ با ظہار لام است ”مثل ضرب للتادیب“ زیرا کہ از قیام او مقام فاعل محذور مذکور لازم نمی آید۔

(۸) جب مفعول مطلق لازم نصب ہو تو اس کو نائب فاعل بنانا درست نہیں جیسے ”سبحان اللہ معاذ اللہ“ کیونکہ یہ دونوں لازم نصب ہیں اب اگر ان کو نائب فاعل بنا دیا جائے تو مرفوع ہو جائیں گے اور یہ ناجائز ہے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۸۳ میں ہے:

و ہم چنین آن مفعول مطلق قائم نمی شود مقام فاعل کہ لازم نصب بود چون ”سبحان اللہ و معاذ اللہ“ زیرا کہ ایں ہر دو لازم نصب اند پس چگونہ قائم شود مقام فاعل کہ مرفوع است۔

مبتدا و خبر کی پہیلیاں

- (۱) وہ کونسی صورت ہے کہ نکرہ بھی مبتدا واقع ہو سکتا ہے؟
- (۲) وہ کونسی صورت ہے کہ خبر جملہ واقع ہو پھر بھی کسی عائد کا ہونا ضروری نہیں؟
- (۳) وہ کونسی صورت ہے کہ مبتدا کو موخر کرنا واجب ہے؟
- (۴) وہ کونسی صورت ہے کہ مبتدا کو حذف کرنا واجب ہے؟
- (۵) وہ کونسی صورت ہے کہ خبر کو حذف کرنا واجب ہے؟
- (۶) وہ کونسی صورت ہے کہ حرف نفی یا استفہام کے بعد صفت کا صیغہ واقع ہو اور اسم ظاہر کو رافع بھی ہو پھر بھی اس کو مبتدا بنانا درست نہیں؟
- (۷) وہ کونسی صورت ہے کہ مبتداء و خبر کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری نہیں؟
- (۸) وہ کونسی صورت ہے کہ مطابقت کے لئے صرف دو شرطیں کافی ہیں؟
- (۹) وہ کونسی صورت ہے کہ خبر مشتق ہو پھر بھی اس میں ضمیر نہیں ہوتی؟
- (۱۰) وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف زمان خبر واقع نہیں ہوتا؟
- (۱۱) وہ کونسی صورت ہے کہ خبر اسم تفضیل مشتق ہو پھر بھی مطابقت ضروری نہیں؟
- (۱۲) وہ کونسی صورت ہے کہ مبتدا معنی شرط کو متضمن ہو اسکے باوجود خبر میں فالانا ممنوع ہے؟
- (۱۳) وہ کونسی صورت ہے کہ حذف کرنا واجب ہے لیکن محذوف کا قائم مقام ہونا شرط نہیں؟

جوابات مبتدا و خبر کی پہیلیاں

(۱)۔ جب نکرہ میں کسی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جائے تو نکرہ بھی مبتدا واقع ہو سکتا ہے
تخصیص کی چند صورتیں ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

(۱)۔ نکرہ کی صفت بیان کی جائے جیسے: ولعبد مؤ من خیر من مشرک

(۲)۔ خبر کو ظرف ہونے کی حالت میں مقدم کر دیا جائے۔ جیسے فی الدار رجل

(۳)۔ نکرہ چیز نفی میں واقع ہو۔ جیسے: وما احد خیر منك

(۴)۔ نکرہ جب باعتبار معنی محصور ہو۔ جیسے: شرا هر ذانا ب

کافیہ ص ۱۹ میں ہے:

وقد يكون المبتداء نكرة اذا تخصصت بوجه ما مثل ولعبد مؤ من خیر

من مشرک وما احد خیر منك و شرا هر ذانا ب و فی الدار رجل۔

اور شرح ابن عقیل ص ۸۳ میں ہے:

وقد يكون نكرة لكن بشرط ان تفيد و تحصل الفائدة با حد امور۔

احدها ان يتقدم الخیر عليها وهو ظرف و جارو مجرور نحو فی الدار رجل و عند

زید تمرۃ الثالث ان يتقدم عليها نفی نحو ما خل لنا الرابع ان تو صف نحو رجل

من الکرام عندنا الخامس ان تكون فی معنی المحصور نحو شرا هر ذانا ب۔

(۲)۔ جب خبر واقع ہونے والا جملہ مبتدا کے ساتھ معنوی طور پر عینیت رکھتا ہو تو اس

میں کسی عائد یا رابطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے۔ نطقی اللہ حسبی قولی لا الہ الا اللہ

پہلے جملہ میں نطقی مبتدا ہے اور اسم جلالہ مبتدا ثانی ہے اور حسبی مبتدا ثانی کی خبر واقع ہے اور مبتدا

ثانی خبر کے ساتھ مبتدا اول کی خبر ہے اور اسی پر قولی لا الہ الا اللہ و قیاس کر لو۔

شرح ابن عقیل ص ۷۸ میں ہے:

وان كانت الجملة الواقعة خبرا هي المبتداء في المعنى لم تحتج الى

رابط كقولك نطقی اللہ حسبی فنطقی مبتدا و الاسم الکریم مبتدا ثان و

حسبی خبر عن المبتداء الثانی و المبتداء الثانی والخبر خبر عن المبتداء الاول و

استغنى عن الرابط لان قولك الله حسبى هو معنى نطقى و كذا لك قولى لا اله الا الله-

(۳)۔ اس کی چند صورتیں ہیں:

- (۱) جب خبر مفرد ایسے کلمہ کو متضمن ہو جو صدر کلام کو چاہتا ہے۔ جیسے: ابن زید۔
- (۲) خبر باعتبار تقدیم مبتدا کو مبتدا بننے کے لائق بناتی ہو۔ جیسے: فى الدار رجل۔
- (۳) خبر کے متعلق کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر جانب مبتداء میں ہو۔ جیسے: على

التمره مثلها زيدا

- (۴) خبر کا حصر مبتدا میں ہو۔ جیسے: انما فى الدار زيد۔ وما فى الدار الا زيد۔
- (۵) خبر ایسی خبر ہو کہ ان مفتوحہ اپنے اسم و خبر کے ساتھ تاویل میں مفرد ہو کر مبتداء واقع ہو۔ جیسے عندى انك قائم۔

(۶) مبتدا پر فاجزائے داخل ہو۔ جیسے اما عندك فزيد۔

(۷) خبر اسم اشارہ مکانی ہو۔ جیسے ثم زيد۔

(۸) مبتدا کی خبر کم خبریہ ہو۔ جیسے کم درهم مالک۔

(۹) مبتدا کی خبر کا مضاف الیہ کم خبریہ ہو۔ جیسے صاحب کم غلام انت۔

(۱۰) خبر کی تاخیر مقصود میں نخل ہو۔ جیسے: لله درك کیونکہ تاخیر سے تعجب مفہوم نہیں

ہوتا جو اس مثال میں مقصود ہے كذا فى الجواهر الصافیه۔

کافیہ ص ۲۰ میں ہے:

واذا تضمن الخبر المفرد ما له صدر الكلام مثل ابن زيد او كان مصححا

له مثل فى الدار رجل او لمتعلقه ضمير فى المبتداء مثل على التمره مثلها زيدا او

كان خبرا عن ان مثل عندى انك قائم و جب تقدیمہ۔

اور شرح ابن عقیل ص ۹۳ میں ہے:

الرابع ان يكون المبتداء محصورا نحو انما فى الدار زيد و ما فى الدار

الزيد

(۳)۔ جب نعت کو رفع کے ذریعہ نعتیت سے قطع کر لیا جائے بقصد مدح یا ذم یا ترحم

جیسے الحمد لله اهل الحمد کہ تقدیر عبارت ہو اهل الحمد۔

یا خبر مخصوص بالمدح یا بالذم ہو جیسے نعم الرجل زید و بئس الرجل عمرو کہ تقدیر عبارت ہو زید اور ہو عمر و ہے۔

یا خبر مصدر ہو جو فعل کے قائم مقام ہو جیسے صبر جمیل تقدیر عبارت ہے:

صبری صبر جمیل۔

صبری مبتدا ہے اور صبر جمیل اسکی خبر اور مبتداء کو حذف کرنا یہاں واجب ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۹۷ میں ہے:

النعته المقطوع الی الرفع فی مدح نحو مررت بزید الکریم او ذم نحو مررت بزید الخبیث او ترحم نحو مررت بزید المسکین فالابتداء محذوف فی مثل هذه المثل و نحوها و جو با و التقدير هو الکریم و هو الخبیث و هو المسکین۔
الموضع الثانی ان یکون الخبر مخصوص نعم او بئس نحو نعم الرجل زید و بئس الرجل عمرو و فزید و عمر و خبر ان لمبتداء محذوف و جو با و التقدير هو زید ای الممدوح و هو عمرو ای المذموم۔
الموضع الرابع ان یکون الخبر مصدرا نائبا مناب الفعل نحو صبر جمیل التقدير صبری صبر جمیل فصبری مبتداء و صبر جمیل خبره ثم حذف المبتداء الذی هو صبری و جو با۔

کافیہ ص ۲۲ میں ہے:

ووجو با فیما التزم فی موضعه غیر ہ۔

اور اسکی چند صورتیں ہیں:

(۱) جب مبتداء لولا کے بعد واقع ہو اور خبر افعال عامہ سے ہو تو خبر کو حذف کرنا

واجب ہے۔ جیسے: لولا زید لکان کذا تقدیر عبارت لولا زید موجود ہے موجود کو حذف کر کے لکان کذا کو اس کے قائم مقام کر دیا ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۸۲ میں ہے:

ای لولا زید موجود لان لولا لا متناع الشئی لوجود غیره فیدل علی الوجود وقد التزم فی موضع الخبر جواب لولا فیجب حذفه لقیام قرینة و التزام

قائم مقامه هذا اذا كان الخبر عاما واما اذا كان خاصا فلا يجب حذفه۔

(۲) ہر وہ مبتدا جو صورتہ یا تاویل یا مصدر ہو اور فاعل یا مفعول یا دونوں اس کے بعد مذکور ہوں اور اس مصدر کے بعد حال ہو یا مبتدا اسم تفضیل ہو اور یہ مصدر مذکور مقید بجمع قیود کی جانب مضاف ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے۔ جیسے:

ذہابی را جلا و ضرب زید قائما و ضربی زید اقامتا او قائمین وان
ضربت زید اقامتا۔ واكثر شربى السويق ملتوتا۔ واكثر ضرب زید قائما و اشد
ما يضرب زید عمر و قائما و اخطب ما يكون الا مير قائما۔

بصریوں کے مذہب کے مطابق تقدیر عبارت اس طرح ہے: ضربی زید حاصل
اذا كان قائما پھر حاصل کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ ظروف کے متعلقات کے بارے میں
اکثر ہوتا ہے۔ جیسے: زید عندك تو اذا كان قائما باقی رہا اس کے بعد اذا مع اپنی شرط کے
جو حال میں عامل ہے حذف کر دیا گیا اور حال کو ظرف کی جگہ قائم کر دیا گیا اس لئے کہ حال میں
ظرفیت کے معنی پائے جاتے ہیں اب حال ظرف کے قائم مقام ہے اور ظرف خبر کے قائم مقام
ہوا۔ تو حال اس واسطے سے خبر کے قائم مقام ہوا۔ لہذا خبر کو التزام غیر کی وجہ سے حذف کرنا واجب
ہوا۔

فوائد ضیائیہ ص ۸۳ میں ہے:

و ثانیہا کل مبتداء كان مصدرا صورة او بتا ویلہ منسوباً الی الفاعل او
المفعول او کلیہما و بعدہ حال او كان اسم تفضیل مضافاً الی ذلك المصدر و
ذلك مثل ذہابی را جلا و ضرب زید قائما اذا كان زید مفعولاً بہ و مثل ضربی
زید اقامتا او قائمین وان ضربت زید اقامتا و اكثر شربى السويق ملتوتا و اخطب
ما يكون الا مير قائما فذهب البصريون الی ان تقدیرہ ضربی زید حاصل اذا
كان قائما فحذف حاصل کما تحذف متعلقات الظروف نحو زید عندك فبقی
اذا كان قائما ثم حذف اذا مع شرطہ العامل فی الحال و اقيم الحال مقام
الظرف لان فی الحال معنی الظرفیہ فالحال قائم مقام الظرف القائم مقام الخبر
فیكون الحال قائم مقام الخبر۔

(۳) مبتدا کے بعد واو ہو اور یہ معیت کے لئے نص ہو یعنی مع کے معنی میں متعین ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: کل رجل و ضیعتہ یہاں کل مبتدا ہے اور ضیعتہ کل پر معطوف ہے اور خبر محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے: کل رجل و ضیعتہ مقترنان۔
شرح ابن عقیل ص ۹۶ میں ہے:

الموضع الثالث ان يقع بعد المبتداء و او وھی نص فی المعیة نحو کل رجل و ضیعتہ فکل مبتداء و قوله و ضیعتہ معطوف علی کل و الخبر محذوف و التقدير کل رجل و ضیعتہ مقترنان و یقدر الخبر بعد و او المعیہ۔

(۴) مبتدایمین یعنی قسم کے لئے ہو تو بھی خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: لعمرک لا فعلن تقدیر عبارت ہے لعمرک قسمی۔ عمرک مبتدا ہے اور قسمی اس کی خبر ہے اور اسکا حذف واجب ہے کیونکہ جواب قسم اس کے قائم مقام ہے۔
شرح ابن عقیل ص ۹۶ میں ہے:

الموضع الثانی ان یکون المبتداء نصاباً فی الیمین نحو لعمرک لا فعلن التقدير لعمرک قسمی فعمرک مبتداء و قسمی خبر ولا يجوز التصريح به۔
فوائد ضیائیہ ص ۸۲ میں ہے:

فلا شك ان لعمرک يدل علی القسم المحذوف و جواب القسم قائم مقامه فيجب حذفه۔

(۶)۔ جب ان تمام چیزوں کے باوجود کلام تام نہ ہوتا ہو تو صفت کو مبتدا بنا کر درست نہیں جیسے: اقائم ابواہ زید میں قائم کو مبتدا بنا کر درست نہیں اس لئے کہ یہ اپنے فاعل سے ملکر بھی مستغنی نہیں ہے اور کلام پورا نہیں ہوتا بلکہ ترکیب اس طرح ہے کہ زید مبتدا موخر ہے اور قائم خبر مقدم ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۸۳ میں ہے:

و تم الکلام به فان لم يتم به لم یکن مبتداء نحو اقائم ابواہ زید فزید مبتداء موخر و قائم خبره مقدم و ابواہ فاعل لقائم ولا يجوز ان یکون قائم مبتداء لانه لا یتغنی بفاعله حیث اذا لا یقال اقائم ابواہ فیتم الکلام۔

(۷)۔ مبتداء مونث ہو تو مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگئی تو مبتداء و خبر کے درمیان مطابقت ضروری نہیں ہوگی۔

(۱) یہ کہ خبر مشتق ہو یا اسم منسوب لہذا ہی اسم و فعل و حرف جائز ہے
(۲) یہ کہ خبر میں ایسی ضمیر ہو جس کا مرجع مبتداء ہو لہذا مکة امن اہلہا بھی جائز ہے۔

(۳) یہ کہ خبر ایسا لفظ نہ ہو جو مذکر و مونث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

حاشیہ زینی زادہ ص ۶ میں ہے:

ثم ان وجوب مطابقة الخبر للمبتداء مشروطة بثلاثة اشياء الاول الاشتقاق او مافی حكمه كالا سم المنسوب و الثانى الاسناد الى الضمير الراجع الى المبتداء بشرط كونه تحتہ و الثالث عدم التساوى بين المذکر و المونث كجريح و صبور

(۴) یہ کہ جب ایسی صفت نہ ہو جو مونث کے ساتھ خاص ہے لہذا المراة حائض جائز ہے اس لئے کہ یہ صفت عورت ہی کے ساتھ خاص ہے۔

تحریر سبٹ شرح کافیہ ص ۹ میں ہے:

و خا مسہا ان لا يكون الخبر صفة خاصة للمونث فلا یرد بنحو المراة حائض۔

(۸)۔ اگر مبتداء مذکر ہوگا تو صرف دو شرطوں سے مبتداء و خبر کے درمیان مطابقت واجب ہو جائیگی۔

(۱) خبر مشتق یا اسم منسوب ہو۔

(۲) خبر میں مبتداء کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو۔

کذا فى الجواهر الصافیہ

(۹)۔ وہ مشتق جو جاری مجری فعل نہ ہو وہ حامل ضمیر نہیں ہوتا جیسے اسم آلہ۔ اسم ظرف زمان و مکان لہذا ہذا مفتاح و ہذا مر می زید میں خبر مشتق ہے لیکن حامل ضمیر نہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۷۹ میں ہے:

فاما ما ليس جاريا مجرى الفعل من المشتقات فلا يتحمل ضمير او ذلك كما سماء الآلة نحو مفتاح فانه مشتق من الفتح ولا يتحمل ضمير ا فاذا قلت هذا مفتاح لم يكن فيه ضمير و كذلك ما كان على صيغة مفعول و قصد به الزمان او المكان كرمى فانه مشتق من الرمي ولا يتحمل ضميرا فاذا قلت هذا مرمى زيد تريد مكان رمية او زمان رمية كان الخبر مشتقا ولا ضمير فيه۔

(۱۰)۔ جب مبتدات ہوتو طرف زمان خبر واقع نہیں ہو سکتا۔ جیسے زید الیوم کہنا جائز نہیں۔ ہاں البتہ اگر کوئی فائدہ مقصود ہو تو بعض کے نزدیک واقع ہو سکتا ہے لیکن جمہور بصریوں کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۸۲ میں ہے:

فان لم يقد لم يقع خبرا عن الجثة نحو زيد الیوم والی هذا ذهب قوم منهم المصنف و ذهب غیر هو لاء الی المنع مطلقا فان جاء من ذلك يؤول قولهم الليلة الهلال و المرطب شهری ربیع التقدير طلوع الهلال الليلة و وجود المرطب شهری ربیع هذا مذهب جمہور البصرین۔

(۱۱)۔ جب اسم تفصیل کا استعمال من کے ذریعہ ہو تو مبتداء اگرچہ مونث ہو لیکن خبر اسم تفصیل ہمیشہ صیغہ واحد مذکر ہی ہوگا۔
ہدایۃ النحو ص ۸۰ میں ہے:

وفی الثالث يجب كونه مفردا مذكرا ابدا نحو زيد و هند و الزيدان و الهندان و الزيدون و الهندات افضل من عمرو

(۱۲) وہ مبتداء جو معنی شرط کو متضمن ہے وہ خبر سے موخر ہو اور خبر مقدم تو خبر میں فاء لانا

ممنوع ہے جیسے له درهم الذي یا تینی

الجواہر الصافیہ ص ۳۸۱ میں ہے:

مبتداء کی خبر پر فاء کا دخول صحیح ہونے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ مبتداء سے خبر مقدم

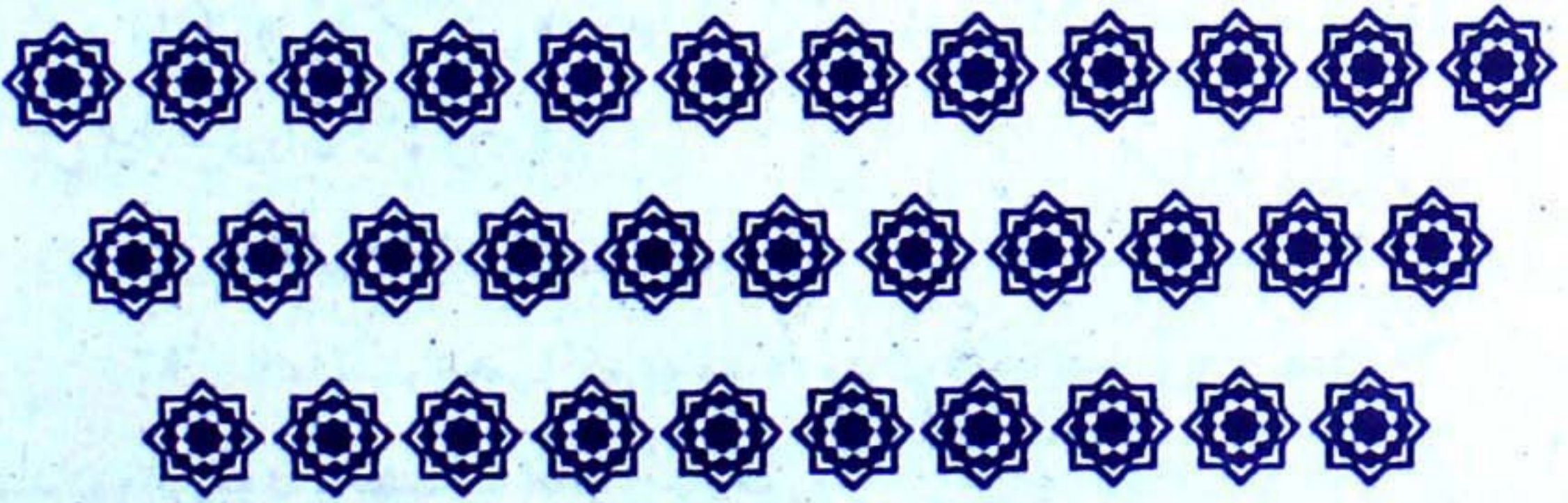
نہ ہو ورنہ فاء کا دخول خبر پر ممنوع ہے جیسے: الہ درهم الذي یا تینی۔

(۱۳)۔ جب مبتداء کو حذف کرنا واجب ہو تو کسی قائم مقام کا ہونا شرط نہیں ہے جیسے

الحمد لله اهل الحمد

الجواہر الصافیہ ص ۳۹۰ میں ہے:

یہ بات یاد رکھی جائے کہ خبر کا حذف واجب ہونے کے لئے قائم مقام ہونا شرط ہے اور مبتداء کا حذف واجب ہونے کے لئے قائم مقام ہونا شرط نہیں جیسے الحمد لله اهل الحمد میں مبتداء کا حذف واجب ہے اور قائم مقام کوئی نہیں جبہ فرق یہ ہے کہ مخبر کا مقصود خبر ہوتی ہے اس لئے مبتداء کی یہ نسبت خبر مہتمم بالشان ہے اور خبر کا حذف واجب ہونے کے لئے قائم مقام ہونا شرط ہے۔



خبر حروف مشبہ بالفعل کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کون سی صورت ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر اس کے اسم پر مقدم ہو سکتی ہے؟

(۲)۔ وہ کون سی صورت ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو اسم پر مقدم کرنا واجب ہے؟

(۳)۔ وہ کون سی صورت ہے کہ ایک اسم مبتداء کی خبر تو ہو سکتا ہے لیکن حروف مشبہ

بالفعل کی خبر واقع نہیں ہو سکتا؟

(۴)۔ وہ کون سی صورت ہے کہ حروف مشبہ بالفعل کا اسم معرف ہو جب بھی خبر کو مقدم

کرنا واجب ہے؟

جوابات خبر حروف مشبہ بالفعل کی پہیلیاں

(۱) جب حروف مشبہ بالفعل کی خبر ظرف ہو تو اس وقت خبر کو اسم پر مقدم کیا جا سکتا ہے۔

کیونکہ نحاۃ کے نزدیک کثرت استعمال کی وجہ سے اس میں وہ گنجائش ہے جو دوسرے میں نہیں

جیسے ان فی الدار زیدا ہدایۃ النحو ص ۳۰ میں ہے:

ولا يجوز تقديم اخبارها على اسمائها الا اذا كان ظرفا نحو ان فی الدار

زیدا المجال التوسع فی الظروف

(۲)۔ جب حروف مشبہ بالفعل کا اسم نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو تو خبر کو اسم پر مقدم کرنا

واجب ہے جیسے: ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمة۔

فوائد ضیائیہ ص ۹۶ میں ہے:

وفی وجوبہ اذا کان الاسم نكرة نحو ان من البیان لسحرا وان من الشعر

لحکمة و ذلك لتوسعهم فی الظروف ما لا يتوسع فی غیرها۔

(۳)۔ ایسن اور من جیسے مفردات جو معنی استفہام کو متضمن ہوتے ہیں اور صدارت کلام کو چاہتے ہیں وہ مبتداء کی خبر تو واقع ہو سکتے ہیں لیکن حروف مشبہ بالفعل کی خبر واقع نہیں ہو سکتے لہذا ان ایسن زید اور ان من اباک نہیں کہہ سکتے ایسن زید اور من ابوک کہہ سکتے ہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۸۶ میں ہے:

ولا يجوز ان يقال ان اين زید او ان من اباک.

ہدایۃ النحو کے حاشیہ ص ۳۰ میں ہے:

آمدن اسم مفرد کہ در ان معنی استفہام باشد خبر ازین حروف درست نیست و خبر مبتداء می آید پس ان این زید اگفتہ نحو اہد شد

کافیہ کے حاشیہ ص ۱۸ میں ہے:

وقد يخالف خبر المبتداء في انها لا يكون مفردا متضمنا لماله

صدر الكلام۔

(۴)۔ جب جانب اسم میں کوئی ضمیر ہو جو جانب خبر میں کسی کی طرف راجع ہو تو اسم کے معرفہ ہونے کے باوجود خبر کو مقدم کرنا واجب ہے تاکہ اضاہر قبل الذکر لفظا ورتبہ لازم نہ آئے جیسے: لیت فی الدار صا حبہا۔

شرح ابن عقیل ص ۱۳۱ میں ہے:

والثانی انه یجب تقدیمہ نحو لیت فی الدار صا حبہا فلا یجوز تاخیر فی

الدار لئلا یعود الضمیر علی متاخر لفظا ورتبہ۔



مفعول مطلق کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق تثنیہ و جمع نہیں لایا جاسکتا؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق کا عامل حذف نہیں کیا جاسکتا؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے؟

جوابات مفعول مطلق کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب مفعول مطلق تاکید کے لئے ہو تو اس کو تثنیہ و جمع نہیں لایا جاسکتا کیونکہ یہ ایسی ماہیت پر دلالت کرتا ہے جو تعدد سے خالی ہے اور تثنیہ و جمع میں تعدد پایا جاتا ہے لہذا دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا جیسے: جلست جلو سین و جلست جلسات کہنا درست نہیں۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۸۰ میں ہے:

یعنی مفعول مطلق کہ برائے تاکید است تثنیہ و جمع کردہ نمی شود زیرا کہ دلالت کند بر ماہیتہ کہ از دلالت بر تعدد عاری است و تثنیہ و جمع را تعدد مستلزم است پس ممکن نیست کہ مفعول مطلق کہ برائے تاکید بود تثنیہ و جمع کردہ شود پس صحیح نیست۔

- (۲)۔ وہ مفعول مطلق جسکی تاکید لائی گئی ہو اس کے عامل کو حذف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ اپنے عامل کی تقریر و تقویت کے لئے آتا ہے اور عامل کا حذف کر دینا اس تقریر و تقویت کے منافی ہے جیسے: ضربت ضربا شديدا میں ضربت کو حذف نہیں کیا جاسکتا۔

شرح ابن عقيل ص ۲۲۱ میں ہے:

المصدر المئوكد لا يجوز حذف عامله لانه مسوق لتقرير عامله و

تقويته والحذف مناف لذلك

(۳)۔ چند مواضع پر مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔

(۱) جب مفعول مطلق امر۔ نہی اور دعاء سے بدل واقع ہو جیسے۔ قیامسا لا قعودا

یعنی قم اور لا تقعد محذوف ہے اور جیسے سقیالك یعنی یہاں سقاك الله محذوف ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۲۲ میں ہے:

يحذف عامل المصدر وجوبا في مواضع منها اذ وقع المصدر بدلا من

الفعل وهو مقیس فی الامر و النهی نحو قیامسا لا قعودا ای قم لا تقعد و الدعاء

نحو سقیالك ای سقاك الله۔

(۲) جب مفعول مطلق نفی یا معنی نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر

داخل ہو کہ مفعول مطلق اس سے خبر نہ بن سکے جیسے: ما انت الا سیرا یہاں اصل میں تسیر

سیرا تھا اور ما انت الا سیر البرید میں بھی الا کے بعد تسیر تھا پہلی مثال نگرہ کی ہے اور دوسری

مثال معرفہ کی ہے اور انما انت سیرا یہاں تسیر تھا پہلی دونوں مثالیں نفی کی ہیں اور یہ معنی نفی

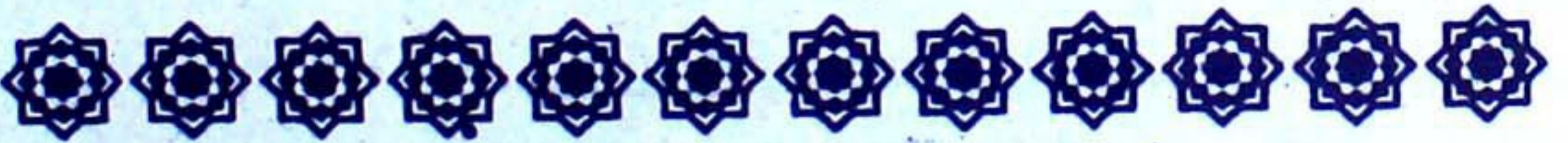
کی ہے۔

کافیہ ص ۲۵ میں ہے:

منها ما وقع مثبتا بعد نفی او معنی نفی داخل علی اسم لا یکون خبرا عنه

او وقع مکررا نحو ما انت الا سیرا و ما انت الا سیر البرید و انما انت سیرا و زید سیرا

سیرا۔



مفعول بہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا واجب؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا جائز نہیں؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے؟

جوابات مفعول بہ کی پہیلیاں

(۱) جب مفعول بہ معنی استفہام یا معنی شرط کو متضمن ہو تو مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنا

واجب ہے جیسے: من رأیت و من تکرّم یکرّمک

فوائد ضیائیہ ص ۹۵ میں ہے:

واما وجوبا فیما تضمن معنی الاستفہام او الشرط نحو من رأیت و من

تکرّم یکرّمک۔

(۲)۔ جب کوئی مانع ہو جیسے کہ مفعول بہ ان مصدریہ کے تحت واقع ہو تو اس کو فعل پر

مقدم کرنا جائز ہے جیسے: من البران تکف لسانک کہ یہاں لسانک مفعول بہ واقع ہے

لیکن اس کو تکف پر مقدم کرنا درست نہیں کیونکہ فعل اس وقت میں ان مصدریہ کا مدخول ہے جس

کی وجہ سے فعل مصدر ہو گیا ہے اور مصدر پر اس کا معمول مقدم نہیں ہو سکتا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۲۰ میں ہے:

و مخفی نماند کہ تقدیم مفعول بہ بر فعل وقتے جائز است کہ مانع نبود چنانچہ وقوع مفعول بہ

تحت ان مصدریہ کہ مانع تقدیم است مثل من البران تکف لسانک مفعول بہ است کہ تقدیم

آں بر تکف جائز نیست۔ اگر گفتمے شود وقوع مفعول بہ تحت ان مصدریہ چرمانع باں باشد جواب

می گویم فعلی کہ مدخول ان مصدر یہ است در حقیقت مصدر است و معمول مصدر بر مصدر مقدم نمی باشد۔

(۳)۔ مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کی متعدد صورتیں ہیں ان میں سے ایک

سماعی ہے جیسے امر او نفسه و انتھوا خیر الکم و اهلا و سهلا۔

پہلے میں اترك دوسرے میں اقصدو اتیرے میں اتیت اور وطیت محذوف ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۹۵ میں ہے:

الاول من تلك المواضع الاربعة سماعی مقصور علی السماع لا يتجاوز

عن امثلة محدودة مسموعة بان يقاس عليها امثلة اخرى نحو امر او نفسه ای

اترك امر او نفسه و انتھوا خیر الکم ای انتھوا عن التلیث و اقصد و خیر الکم و

هو التوحید و هو اهلا سهلا ای اتیت اهلا و وطیت سهلا من البلاء۔

دیگر چند صورتیں قیاسی ہیں:

(۱) جب مفعول بہ منادی واقع ہو تو فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: یا عبداللہ

تقدیر عبارت یہ ہے: ادعو عبداللہ کیونکہ حرف ندا ادعو کے قائم مقام ہے۔

ہدایۃ الخوص ۳۴ میں ہے:

الرابع المنادی و هو اسم مدعو بحرف النداء لفظاً نحو یا عبداللہ ای

ادعو عبد اللہ و حرف النداء قائم مقام ادعو۔

(۲) مفعول بہ ما اضر عاملہ علی شریطة التفسیر کے باب سے ہو یعنی ایسا

اسم ہو کہ اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو نیز اگر اس کو یا اس کے مناسب کو اسم پر مقدم کر دیا جائے تو

نصب دے دے ایسے مقام پر بھی مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: ”زید اضر بہ

و زید امررت بہ و زید اضر بہ غلامہ و زید احبست علیہ“ ان تمام مثالوں میں زید

سے پہلے فعل محذوف ہے اور وہی زید کو نصب دے رہا ہے اور اس کا حذف کرنا واجب ہے اور

زید کا مابعد فعل اس کے قائم مقام ہے جو فعل محذوف کی تفسیر کر رہا ہے یہاں حذف کرنا اس لئے

واجب کہ اگر ذکر کر دیا جائے تو اجتماع مفسر و مفسر لازم آئے گا جو ناجائز ہے۔

کافیہ ص ۳۴ میں ہے:

والثالث ما اضر عامله علی شریطة التفسیر وهو کل اسم بعدہ فعل او
شبهہ مشتغل عنہ بضمیرہ او متعلقہ لو سلط علیہ ہو او مناسبہ لنصبہ مثل زیدا
ضربتہ و زیدا مررت بہ و زیدا اضربت غلامہ و زیدا حبست علیہ ینصب بفعل
مضمر یفسرہ ما بعدہ ای ضربت و جاوزت و اہنت و لا بست۔

(۳) مفعول بہ باب تحذیر سے ہو جب بھی فعل کو حذف کرنا واجب ہے اس کا مطلب

یہ ہے کہ ایسا اسم منصوب ہو جو اتق مقدر کا ایسا معمول ہو جس کو ما بعد سے ڈرانا مقصود ہو۔ یا اتق
مقدر کا ایسا معمول ہو جو محذرم نہ ہو اور اس کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے: ایساک و الاسد۔ ایساک
وان تحذف۔ الطريق الطريق۔

کافیہ ص ۳۷ میں ہے:

الرابع التحذیر وهو معمول بتقدیر اتق تحذیرا مما بعدہ او ذکر

المحذرم نہ مکررا مثل ایساک و الاسد و ایساک و ان تحذف و الطريق الطريق۔



مفعول فیہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف میں فی کو ظاہر کرنا واجب ہے؟
- (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول فیہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے؟
- (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسمائے زمان و مکان کو مفعول فیہ نہیں بنایا جاسکتا؟
- (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ظرف مکان محدود ہو جب بھی فی کو مقدر کرنا جائز ہے؟
- (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مصدر سے مشتق اسم ظرف میں فی کو ظاہر کرنا ضروری

ہے؟

جوابات مفعول فیہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب ظرف مکان محدود ہو تو اس میں فی کو ذکر کرنا ضروری ہے جیسے: جلست

فی الدار و فی السوق و فی المسجد۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۲۲ پر ہے:

والا ای ان لم یکن مبہما بل یكون محدودا فلا یقبل تقدیر فی اذ لم یکن

حملہ علی الزمان المبہم لا یختلا فہما ذاتا و صفة نحو جلست فی المسجد۔

(۲)۔ اس کی چند صورتیں ہیں:

(۱) جب مفعول فیہ کسی کی صفت واقع ہو جیسے: مررت برجل عندك

(۲) صلہ ہو جیسے: جاء الذی عندك

(۳) حال ہو جیسے: مررت بزید عندك

(۴) فی الحال خبر ہو جیسے: زید عندك

(۵) فی الاصل خبر ہو جیسے: ظننت زيدا عندك

ان تمام مقامات پر مفعول فیہ کے عامل ناصب کو حذف کرنا واجب ہے اور صلہ کے علاوہ ہر مقام پر عامل استقر یا مستقر مقدر ہے اور صلہ میں استقر مقدر ہے کیونکہ صلہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے اور یہاں استقر اپنے فاعل سے مل کر جملہ ہو جائے گا کیونکہ فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ ہو جاتا ہے لیکن مستقر اپنے فاعل سے ملکر جملہ نہیں ہوگا اس لئے کہ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ نہیں ہوتا شبہ جملہ ہوتا ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۳۱ میں ہے:

او وجوباً كما اذا وقع الظرف صفة نحو مررت برجل عندك او صله نحو جاء الذى عندك او حالا نحو مررت بزید عندك او خبر افي الحال او في الاصل نحو زيد عندك و ظننت زيدا عندك فالعامل في هذا الظرف محذوف ووجوباً في هذه المواضع كلها و التقدير في غير الصلة استقرا و مستقرو في الصلة استقرا لان الصلة لا تكون الا جملة و الفعل مع فاعله جملة و اسم الفاعل مع فاعله ليس بجملة والله اعلم۔

(۳)۔ وہ اسمائے زمان و مکان جو معنی فی کو متضمن نہ ہوں مبتداء یا خبر واقع ہونگے۔

ظرف و مفعول فیہ نہیں بن سکتے۔ جیسے: يوم الجمعة يوم مبارك و يوم عرفة يوم مبارك و الدار لزید۔

شرح ابن عقیل ص ۲۳۰ میں ہے:

وا حترز بقوله ضمن معنى في مما لم يتضمن من اسماء الزمان او المكان مبتداء او خبر انحو يوم الجمعة يوم مبارك و يوم عرفة يوم مبارك و الدار لزید فانه لا يسمى ظرفاً۔

(۴) ظرف مکان محدود اگر دخلت۔ نزلت اور سکت کے بعد واقع ہو تو اس کو

مکان مبہم (جس کی تفسیر جہات ستہ سے کی جاتی ہے) پر محمول کرتے ہوئے اصح مذہب کے مطابق اس میں فی کو مقدر کرنا جائز ہے اگرچہ ان افعال کا مابعد مکان مبہم نہیں ہے لہذا یہاں فی کو مقدر نہیں ہونا چاہیے لیکن ان افعال کا مابعد مکان مبہم پر محمول کر لیا جاتا ہے یعنی جس طرح مکان

مبہم میں کثرت استعمال کی وجہ سے فی کو مقدر کیا جاتا ہے اسی طرح کثرت استعمال کی وجہ سے مکان محدود میں بھی جو دخلت سکنت اور نزلت کے بعد واقع ہونی کو مقدر کیا جائے گا لہذا دخلت الدار و نزلت المكان و سکنت الحجرة کہنا صحیح ہوگا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۷۸ میں ہے:

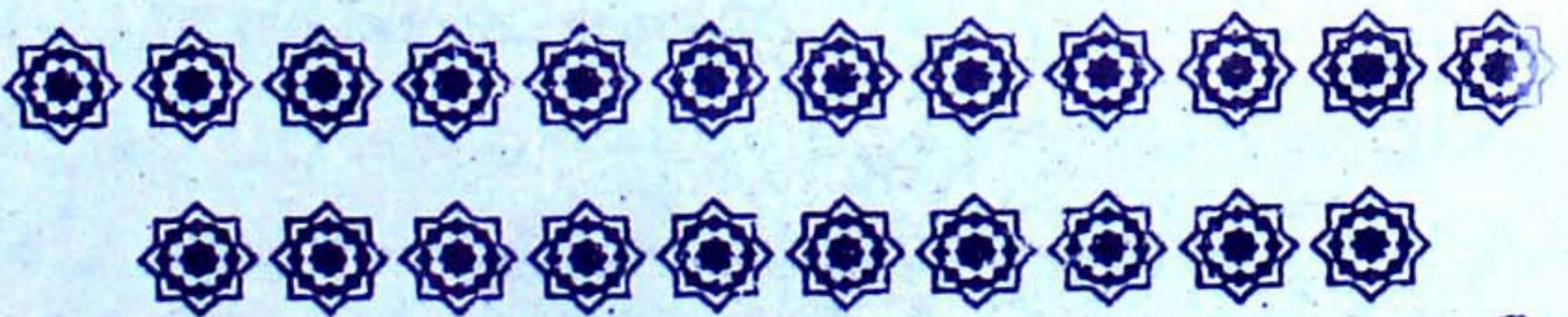
یعنی حمل کردہ شدہ است چیزے را کہ واقع است بعد دخلت و نزلت و سکنت بر جہات سے اگرچہ ما بعد ایں افعال مبہم واقع نمی شود بلکہ معین چوں دخلت الدار و نزلت المكان و سکنت الحجرة پس باستی کہ ما بعد ایں افعال تقدیری را قبول نکند از انکہ مکان محدود است لیکن ما بعد ایں افعال را کہ بر مکان مبہم کہ مفسر است بچہات سے حمل کردند بواسطہ کثرت استعمال چنانچہ در جہات سے کثرت استعمال است۔

(۵)۔ جب مصدر سے مشتق اسم ظرف کا عامل اس کے لفظ سے نہ ہو تو فی کو ظاہر کرنا

واجب ہے جیسے: جلست فی مرمی زید یہاں جلست مرمی زید کہنا درست نہیں۔ البتہ جب اس کا عامل اسی لفظ سے مذکور ہو تو فی کو مقدر مانا جائے گا اور اس کو مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے نصب دیا جائے گا جیسے قعدت مقعد زید۔ جلست مجلس زید۔

شرح ابن عقیل ص ۲۳۲ میں ہے:

واما ما صنع من المصدر نحو مجلس زید و مقعدہ فشرط نصبہ قیا سا ان یکون عاملاً من لفظہ نحو قعدت مقعد زید و جلست مجلس عمر و فلو کان عاملاً من غیر لفظہ تعین جرہ بفی نحو جلست فی مرمی زید فلا تقول جلست مرمی زید الا شدوذا۔



مفعول لہ کی پہیلیاں

- (۱) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول لہ میں حرف جر لام تعلیل وغیرہ کو ظاہر کرنا واجب ہے؟
 (۲) وہ کونسی صورت ہے کہ مفعول لہ میں حرف جر لام تعلیل وغیرہ کو حذف کرنا جائز ہے؟

جوابات مفعول لہ کی پہیلیاں

- (۱) مفعول لہ کے لام کو حذف کرنے کے لئے تین شرائط ہیں۔
 (۱) یہ ہے کہ مفعول لہ کا فاعل اور فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہو۔
 (۲) یہ ہے کہ مفعول لہ فعل معلل بہ سے مقارن ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو یا دونوں میں سے ایک کے وجود کا زمانہ دوسرے کا بعض ہو۔
 (۳) یہ ہے کہ مفعول لہ ایسا مصدر ہو جس سے تعلیل مفہوم ہو۔ اب اگر ان تینوں شرائط میں سے ایک بھی شرط مفقود ہوگئی تو مفعول لہ کو حرف جر تعلیل کے ذریعہ جر دینا ضروری ہے اور اس کو ظاہر کرنا واجب ہے جیسے: جئتک للسمن میں سمن مصدر نہیں۔ اور جئتک الیوم لئلا کرام غدا میں زمانہ متحد نہیں۔ اور جاء زید لا کرام عمرو لہ میں فاعل متحد نہیں لہذا حرف جر لام کے ذریعہ جر دینا جانا اور حرف جر کو ظاہر کرنا واجب ہوا۔
 جہاں تینوں شرائط پائے جا رہے ہیں ان کی مثال جیسے: جد شکر ا یہاں شکر مصدر ہے جس سے تعلیل بھی مفہوم ہوتی ہے کیونکہ اس کا مفہوم ہے: جد لا جل الشکر اور مفعول لہ اور فعل معلل بہ کے وجود کا زمانہ بھی ایک ہے کیونکہ شکر و سخاوت کا زمانہ ایک ہے اور مفعول لہ کا فاعل اور فعل معلل بہ کا فاعل بھی ایک ہے یعنی دونوں کا فاعل مخاطب ہی ہے۔
 شرح ابن عقیل ص ۲۲۷ میں ہے:

المفعول له هو المصدر المفهم علة المشاركة لعامله في الوقت والفاعل نحو جدشكرا فشكرا مصدر وهو مفهم للتعليل لان المعنى جد لاجل الشكر وشارك لعامله وهو جد في الوقت لان زمن الشكر هو زمن الجود وفي الفاعل لان فاعل الجود هو المخاطب وهو فاعل الشكر وكذلك ضربت ابني تاديبا فتاديبا مصدر وهو مفهم للتعليل اذ يصح ان يقع في جواب لم فعلت الضرب وهو مشارك لضربت في الوقت والفاعل وحكمه جواز النصب ان وجدت فيه هذه الشروط الثلاثة اعنى المنصورية وابانة التعليل واتحاده مع عامله في الوقت والفعل فان فقد شرط من هذا الشروط تعين جره بحرف التعليل وهو اللام او من او في اواباء فمثال ما عدت فيه المصدرية قولك جئتكَ للسمن ومثال لم يتحد مع عامله في الفاعل جاء زيد لاكرام عمر وله -

(۲)۔ جب مفعول لہ کے مذکورہ تینوں شرائط پائے جائیں تو لام تعلیل وغیرہ کو حذف کرنا جائز ہے لیکن اس کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) یہ ہے کہ مفعول لہ نہ معرف باللام ہو اور نہ مضاف ہو۔ اس حالت میں حرف جلام تعلیل وغیرہ کو اکثر و بیشتر حذف کر دیا جاتا ہے اور مفعول کو نصب دے دیا جاتا ہے جیسے ضربت ابني تاديبا لیکن کبھی لام کو ظاہر کر کے ضربت ابني للتاديب کہنا درست ہے۔

(۲) یہ ہے کہ مفعول لہ معرف باللام ہو اس حالت میں پہلی حالت کے برعکس ہوگا یعنی اکثر و بیشتر حرف جر کو ذکر کیا جائے گا اور جر دے دیا جائے گا جیسے ضربت ابني للتاديب لیکن کبھی لام کو حذف کر کے ضربت ابني التاديب کہنا بھی درست ہے۔

(۳) یہ ہے کہ مفعول لہ مضاف ہو اس حالت میں حذف و ذکر برابر ہے جیسے ضربت ابني تاديبه ضربت ابني لتاديبه دونوں جائز و مساوی ہیں۔

شرح ابن عقيل ص ۲۲۸ میں ہے:

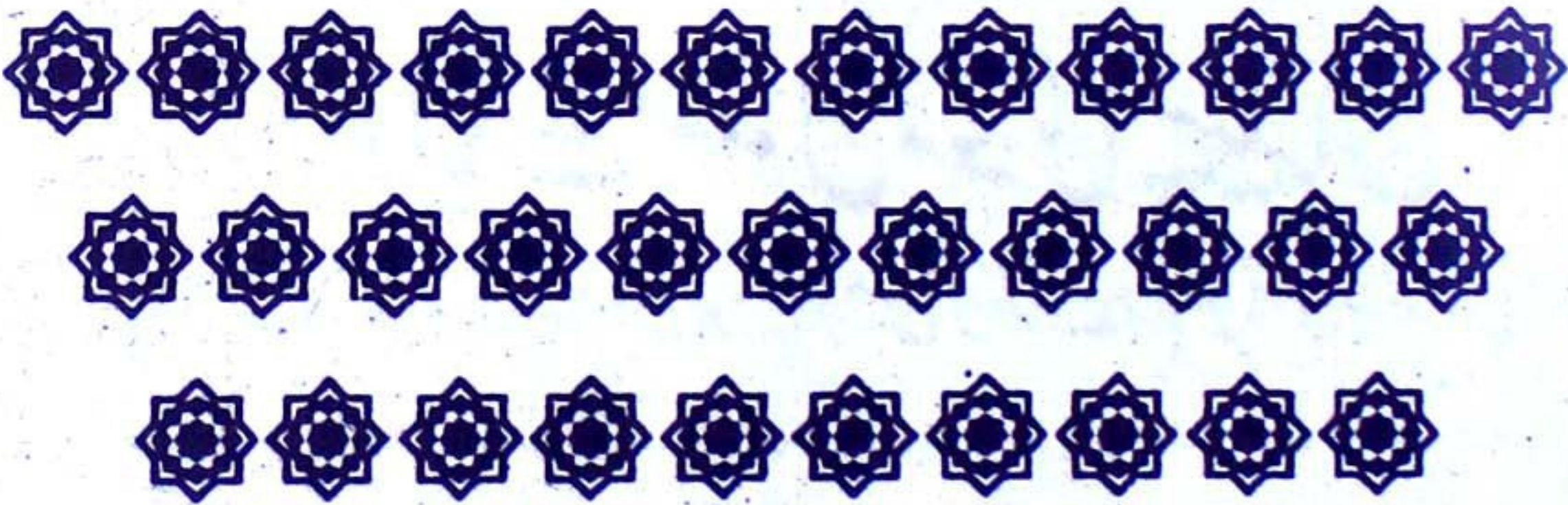
المفعول له المستكمل للشروط المتقدمة له ثلاثة احوال احدها ان يكون مجردا عن الالف واللام والاضافة والثاني ان يكون محلي بالالف واللام والثالث ان يكون مضافا وكلها يجوز ان تجر بحرف التعليل لكن الاكثر فيما تجرد

من الالف واللام والا ضافة النصب نحو ضربت ابني تاديبا ويجوز جرّه فتقول
 ضربت ابني لتاديب وزعم الجزولي انه لا يجوز جرّه وهو خلاف ما صرح به
 نحو يون وما صحب الالف واللام بعكس المجرد فالأكثر جرّه ويجوز النصب
 ضربت ابني للتاديب أكثر من ضربت ابني التاديب۔

نیز ص ۲۲۹ میں ہے:

واما المضاف فيجوز فيه الامران النصب والجر على السواء فتقول ضربت

ابني تاديبه ولتاديبه۔



مفعول معہ کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ایک اسم مرفوع بھی ہو سکتا ہے اور مفعول معہ بھی بن سکتا ہے؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ واو مع کے معنی میں ہو لیکن پھر بھی اس کے بعد واقع ہونے والا اسم مفعول معہ نہیں ہوتا؟

(۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ واو عطف کے لئے ہو گا مع کے معنی میں نہیں ہو سکتا؟
 (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ واو مع کے معنی میں ہی ہو گا عطف کے لئے نہیں ہو سکتا؟

جوابات مفعول معہ کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ اسم جو واو کے بعد واقع ہو اگر اس میں عمل کرنے والا فعل لفظی ہو اور اس اسم کا ماقبل پر عطف جائز ہو نہ واجب نہ ممتنع تو دونوں وجہیں جائز ہیں کہ واو برائے عطف ہو اور اسم مذکور معطوف ہو کر مرفوع یا واو بمعنی مع ہو اور اس مذکور مفعول معہ ہو کر منصوب ہو جیسے: جئت انا وزید او زید۔

ہدایۃ النحو ص ۳۷ میں ہے:

فان كان الفعل لفظا و جاز العطف جاز فيه الوجهان النصب والرفع نحو

جئت انا وزید او زید۔

(۲) وہ واو جو مبتداء کے بعد واقع ہو اور اس کے بعد ایک اسم مرفوع ہو تو اسکے بعد والا

اسم مرفوع مبتدا پر معطوف ہوتا ہے اور اس مبتداء کی خبر کو حذف کرنا واجب ہے اور یہ اسم مفعول معہ نہیں ہو سکتا جیسے کل رجل و ضیعتہ اس مثال میں کل مبتدا ہے اور و ضیعتہ میں جو واو ہے وہ مع کے معنی میں ہے اور ضیعتہ کا عطف کل پر ہے اور اس کے بعد خبر محذوف ہے تقدیر

عبارت ہے کل رجل و ضیعتہ مقترنان -
شرح ابن عقیل ص ۹۶ میں ہے:

الموضع الثالث ان يقع بعد المبتداء و اوہی نص فی المعیة نحو کل رجل
و ضیعتہ فکل مبتداء و قوله ضیعتہ معطوف علی کل والخبر محذوف والتقدير کل
رجل و ضیعة مقترنان۔

(۳)۔ جب وہ فعل جو مفعول معہ میں عامل ہے امر معنوی ہو اور واو کے مابعد کا ماقبل پر
عطف جائز ہو تو عطف کے لئے ہی متعین ہے مع کے معنی میں نہیں ہو سکتا جیسے ما لزید و عمرو
یہاں فعل معنوی ہے اور اس مثال میں عطف متعین ہونے کی وجہ سے واو مع کے معنی میں نہیں
ہو سکتا۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۹۰ میں ہے:

و حاصل نیست کہ اگر فعل معنوی است پس از دو حال خالی نیست کہ یا عطف مفعول
معہ بر معمول فعل معنوی جائز است و یا جائز نیست و مراد از جواز دریں مقام عدم امتناع است
و اگر عطف مذکور جائز است تعین العطف۔

(۴)۔ جب واو کے مابعد کا ماقبل پر عطف ممتنع ہو تو چاہے فعل لفظاً ہو یا معنی دونوں
صورتوں میں واو بمعنی مع ہی متعین ہے برائے عطف نہیں ہو سکتا۔

ہدایۃ النحوص ۳۷ میں ہے:

وان لم یجز العطف تعین النصب نحو جئت وزید ا۔

اسی میں ص ۳۸ پر ہے:

وان لم یجز العطف تعین النصب نحو مالک وزیدا و ما شانک و عمروا۔



حال کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ذوالحال نکرہ ہو جب بھی حال مقدم نہیں ہو سکتا؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ نکرہ بھی ہو اور مجرور بھی نہ ہو پھر بھی حال کو مقدم نہیں کیا

جاسکتا؟

- (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال پر حال کو مقدم کرنا جائز ہے؟
 (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال پر حال کو مقدم کرنا جائز نہیں؟
 (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال عامل معنوی نہ ہو جب بھی حال کو ناصب
 حال پر مقدم کرنا جائز نہیں؟
 (۷)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال صیغہ اسم تفضیل ہونے کے باوجود حال کو
 اس پر مقدم کرنا جائز ہے؟

- (۸)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال میں واو اور ضمیر یا صرف واو لانا ضروری ہے؟
 (۹)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال جملہ اسمیہ ہو پھر بھی واو لانا جائز نہیں؟
 (۱۰)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال موکدہ نہ ہو پھر بھی صرف ضمیر لانا واجب ہے؟
 (۱۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ناصب حال حذف کرنا واجب ہے؟
 (۱۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال موکدہ نہ ہو بلکہ منقلہ ہو جب بھی ناصب حال کو
 حذف کرنا واجب ہے؟

- (۱۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ فاعل و مفعول میں سے کسی کی ہیئت بیان نہ کرے بلکہ
 مضاف الیہ کی ہیئت بیان کرے پھر بھی اس کو حال ہی کہا جائے گا؟
 (۱۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ حال موکدہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید کے لئے آئے
 پھر بھی عامل کا حذف کرنا واجب نہیں؟

جوابات حال کی پہیلیاں

(۱)۔ جب ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے جاء نی را کبار رجل کیونکہ حال کو اس صورت میں مقدم نہ کیا گیا تو حالت نصب میں حال کا صفت سے التباس لازم آئے گا جیسے: رایت رجلا را کبا یہاں را کبا حال کا صفت سے التباس ہے۔

ہدایۃ الخوص ۱۳۱ میں ہے:

فان كان ذوالحال نكرة يجب تقديم الحال عليه نحو جاء نی را کبا

رجل لثلاث تلبس بالصفة في حالة النصب في مثل قولك رایت رجلا را کبا۔

(۲)۔ ذوالحال نکرہ ہونے کی صورت میں حال کو مقدم کرنا اس وقت واجب ہے جب

ذوالحال مجرور نہ ہو اور اگر مجرور ہے، تو ذوالحال کے نکرہ ہونے کے باوجود حال مقدم نہیں ہو سکتا جیسے الكلمة لفظ وضع لمعنى مفردا۔

جامع الغموض جلد اول ص ۲۲ میں ہے:

تقديم حال بر ذی الحال نکرہ واقع واجب است کہ ذی الحال مجرور نہ ہو فاما اگر مجرور

باشد پس دریں وقت تقديم حال بر ذی الحال ممتنع است کما هو مذهب اکثر البصریین و ہمیں مختار حضرت ابن حاجب است قدس سرہ۔

(۳)۔ ذوالحال نکرہ ہو اور مجرور نہ ہونے میں حال معرفہ و نکرہ دونوں کے درمیان مشترک ہو تو

ذوالحال نکرہ پر حال کو مقدم نہیں کیا جاسکتا جیسے:

جاء نی رجل وزید را کبین

فوائد ضیائیہ ص ۱۳۴ میں ہے:

ولم تكن الحال مشتركة بينها وبين معرفة نحو جاء نی رجل وزید

را کبین۔

(۴)۔ جب ناصب حال فعل متصرف ہو یا ایسا صفت کا صیغہ ہو جو فعل متصرف سے

مشابہ ہو تو حال کو ناصب حال پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: من تلصا زید دعا

یہ فعل متصرف کی مثال ہے اور مسرعا اذا را حل یہ فعل متصرف سے مشابہ صفت کی مثال ہے فعل متصرف سے مشابہ صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ صیغہ صفت جو معنی فعل اور حروف فعل کو متضمن ہو اور تانیث تشنیہ اور جمع کی علامات کو فعل کی طرح قبول کرتا ہو جیسے اسم فاعل اسم مفعول اور صفت مشبہ۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۲ میں ہے:

يجوز تقديم الحال على ناصبها ان كان فعلا متصرفا او صفة تشبه الفعل المتصرف والنمرا دبها ما تضمن معنى الفعل وحروفه، و قبول التانيث والتشنية والجمع كما سم الفاعل واسم المفعول والصفة المشبهة فمثال تقديمها على الفعل المتصرف مخلصا زيد دعا و مثال تقديمها على الصفة المشبهة له مسرعا اذا را حل۔

(۵)۔ جب ناصب حال عامل معنوی ہو تو حال کو ناصب حال پر مقدم کرنا جائز نہیں۔
کافیہ ص ۳۲ میں ہے:

ولا تتقدم على العامل المعنوي

(۶)۔ جب ناصب حال عامل معنوی نہ ہو لیکن فعل غیر متصرف ہو تو حال کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں جیسے فعل تعجب وغیرہ کہ یہ فی نفسہ فعل غیر متصرف ہیں لہذا ان کے معمول میں تصرف نہیں کیا جاسکتا جیسے ما احسن زيدا ضحكا کہنا درست ہے اور ضاحكا ما احسن زيدا کہنا درست نہیں اور اسی طرح ناصب حال ایسی صفت کا صیغہ ہو جو فعل متصرف سے مشابہ نہیں جیسے اسم تفضیل جب بھی حال کو اس پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ صیغہ اسم تفضیل جب من کے ذریعہ استعمال ہوتا ہے تو اس کو ہمیشہ مفرد مذکر ہی استعمال کیا جاتا ہے اور اس میں تصرف کر کے اس کو تشنیہ جمع اور مونث نہیں لایا جاسکتا لہذا اس کے معمول میں بھی تصرف نہیں کیا جاسکتا اسی وجہ سے زيد ضاحكا احسن من عمرو کہنا درست نہیں اور زيد احسن من عمرو ضاحكا درست ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۲ میں ہے:

فان كان الناصب لها فعلا غير متصرف لم يحز تقديمها عليه فتقول ما

احسن زيدا ضاحكا ولا تقول ضاحكا ما احسن زيد الا ان فعل التعجب غير متصرف في نفسه فلا يتصرف في معموله و كذلك ان كان الناصب لها صفة لا تشبه الفعل المتصرف كما فعل التفضيل لم يحز تقديمها عليه و ذلك لانه لا يثنى ولا يجمع ولا يونث فلم يتصرف في نفسه فلا يتصرف في معموله فلا تقول زيد ضاحكا احسن من عمرو بل يجب تاخير الحال فتقول زيد احسن من عمرو۔

(۷)۔ جب اسم تفضیل کے ذریعہ کسی ایک چیز کی فضیلت ایک حالت میں اسکی ذات پر ثابت کی جائے یا کسی ایک چیز کی فضیلت ایک حالت میں دوسرے کی ذات پر ثابت کی جائے تو حال کو اسم تفضیل پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اسم تفضیل کے دو حال ہونگے ایک مقدم ہوگا اور دوسرا موخر اور یہ دونوں میں عامل ہوگا۔

(۱) پہلی صورت کی مثال: زيد قائما احسن منه قاعدا۔

(۲) دوسری صورت کی مثال: زيد مفردا انفع من عمرو معانا

پہلی صورت میں قائما اور دوسری میں مفردا حال مقدم ہیں اور احسن اور انفع ان میں عامل ہیں اسی طرح قاعدا اور معانا بھی حال ہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۳ میں ہے:

واستثنى من ذلك هذه المسئلة وهي ما اذا فضل شئ في حال على نفسه او غيره في حال اخري فانه يعمل في حالين احد هما متقدمة عليه والاخرى متاخرة عنه وذلك نحو زيد قائما احسن منه قاعدا وزيد مفردا انفع من عمرو معانا فقائما ومفردا منصوبان باحسن وانفع وهما حالان و كذا قاعدا او معانا وهذا مذهب الجمهور۔

(۸)۔ جب حال جملہ اسمیہ ہو تو اس میں واو اور ضمیر دونوں یا صرف واو لانا ضروری

ہے تاکہ جملہ کا ماقبل سے ربط پیدا ہو جائے جیسے جاء زيد وهو راكب۔ کنت نبيا و آدم بين السماء والطين اور اس صوت میں صرف ضمیر لانا ضعیف ہے کیونکہ ضمیر اگر چہ ربط پیدا کرتی ہے لیکن اول امر میں اس سے ربط پیدا نہیں ہوتا۔

کافیہ ص ۳۱ میں ہے:

فلا سمیة بالواو والضمیر او بالواو بالضمیر علی ضعف۔

نیز جامع الغموض جلد دوم ص ۱۰۸ میں ہے:

ناچار است یعنی ضمیر تا اور ابذی الحال ربط و ہد پس اور از دیار ربط کہ آں واواست ناچار
راست از آنکہ واو موضوع است برائے جمع معطوف با معطوف علیہ در حکم مع حذف بعض
العبارۃ۔

نیز ص ۱۰۹ میں ہے:

ضمیر اگر چہ رابط است لیکن دلالت بر ربط در اول امر نمی کند

(۹)۔ جب حال منقلہ ہو تو واو لانا ضروری ہے لیکن جب حال موکدہ ہو تو واو لانا جائز

نہیں کیونکہ واو موکد اور موکد کے درمیان نہیں آتا بلکہ ضمیر لانا واجب جیسے هو الحق لا رب
فیہ۔

جامع الغموض جلد دوم ص ۱۰۹ میں ہے:

و مخفی نماند کہ آوردن جملہ اسمیہ بو او و ضمیر یا بو او فقط وقع است کہ حال منقلہ بود و اگر

حال موکدہ بود آوردن واو جائز نیست بلکہ ضمیر وحدہ واجب است مثل هو الحق لا رب فیہ
از آنکہ واو در میان موکد و موکد داخل نمی شود از جهت شدت اتصال۔

(۱۰)۔ جب حال مضارع مثبت ہو تو صرف ضمیر لانا ہی واجب ہے کیونکہ مضارع

مثبت اسم فاعل سے از روئے لفظ و معنی مشابہ ہوتا ہے تو جس طرح اسم فاعل کے حال ہونے کی

صورت میں بغیر واو کے صرف ضمیر لانا واجب ہے اسی طرح مضارع مثبت میں بھی بغیر واو کے

صرف ضمیر لانا ہی واجب ہوگی جیسے: جاء نی زید یسرع

کافیہ ص ۳۱ میں ہے:

والمضارع الممثبت بالضمیر وحدہ۔

اور جامع الغموض جلد دوم ص ۱۱۰ میں ہے:

مضارع مثبت از روئے لفظ و معنی باسم فاعل مشابہ می باشد و چون اسم فاعل حال بود از

واو مستغنی می باشد مثل جاء نی زید را کبا پس مضارع مثبت نیز از واو مستغنی خواهد بود۔

(۱۱)۔ جب حال موکدہ جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید و تقریر کے لئے آئے تو حال

موکدہ کے ناصب و عامل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زید ابوك عطوفا۔

کافیہ ص ۲۲ میں ہے:

ويجب في الموكدة مثل زيد ابوك عطوفاى احقه و شرطها ان تكون

مقررة لمضمون جملة اسمية۔

(۱۲)۔ جب حال خبر کے قائم مقام ہو تو منقلہ ہونے کی صورت میں بھی ناصب حال

کو حذف کرنا واجب ہے جیسے: ضربى زيد اقائما۔

تقدیر عبارت یہ ہے: اذا كان قائما اس کی پوری تفصیل مبتدا اور خبر کے بیان میں

گذر چکی نیز اشتریت بدرهم فصاعدا و تصدقت بدینا رفسا فلا جیسی ترکیبوں میں بھی

ناصب حال کو حذف کرنا واجب ہے تقدیر عبارت یہ ہے فذهب الثمن صاعدا و ذهب

المتصدق به سا فلا۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۸ میں ہے:

وكالحوال النائية مناب الخبر نحو ضربى زيد اقائما التقدير اذا كان

قائما وقد سبق تقدير ذلك فى باب المبتداء والخبر ومما حذف فيه عامل الحال

وجوبا قولهم اشتريته بدرهم فصاعدا وتصدقت بدینا رفسا فلا فصاعدا و سا فلا

حالان عاملهما محذوف وجوبا والتقدير فذهب الثمن صاعدا و ذهب

المتصدق به سا فلا۔

(۱۳)۔ جب مضاف الیہ کا مضاف جزء ہو یا جزء کی طرح ہو بایں معنی کہ مضاف الیہ

کے سبب کلام مضاف سے مستغنی ہو جائے تو مضاف الیہ سے بھی حال واقع ہو سکتا ہے مضاف

جزء کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ونزعنا ما فى صدورهم من غل اخوانا یہاں اخوانا ہم

غمیر سے حال ہے جو مضاف الیہ ہے اور اس مضاف الیہ کا صدور مضاف جزء ہے۔ مضاف

مثل جزء ہو اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان ثم او حيننا اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا

یہاں حنيفا۔ ابراهيم مضاف الیہ سے حال ہے اور اس مضاف الیہ کاملہ مضاف جزء تو نہیں

لیکن مثل جزء ہے اس لئے کہ ملة کو بغیر ذکر کئے اگر قرآن کے علاوہ میں ان اتبع ابراهيم حنيفا

کہا جائے تو بھی یہ عبارت صحیح ہوگی اور ملة کو ذکر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

شرح ابن عقیل ص ۲۶۱ میں ہے:

و كذلك يجوز هجى الحال من المضاف اليه اذا كان المضاف جزء امن
المضاف اليه او مثل جزءه فى صحة الاستغناء بالمضاف اليه عنه فمثال ما هو
جزء من المضاف اليه قوله تعالى ونزعنا ما فى صدورهم كمن غل اخوانا فاخوانا
حال من الضمير المضاف اليه صدور و الصدور جزء من المضاف اليه ومثال ما هو
مثل جزء المضاف اليه فى صحة الاستغناء بالمضاف اليه عنه قوله تعالى ثم او حينما
اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا فحنيفا حال من ابراهيم والملة كالجزء من
المضاف اليه اذ يصح بالمضاف اليه عنها فلو قيل فى غير القرآن ان اتبع ابراهيم
حنيفا يصح-

(۱۴)۔ جب حال موكده جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید ہو اور وہ جملہ اسمیہ ایسا ہو کہ
اس کا ایک جز عامل بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو عامل کو حذف کرنا واجب نہیں جیسے اللہ شاہد
قائمًا بالقسط۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۴۰ میں ہے:

ولا بدھنا من قید آخر وهو ان يكون من اسمين لا يصلحان للعمل
فيهما والا لكان عاملا مذكورا فكيف يكون حذفه واجبا نحو الله شاہد قائما
بالقسط۔



تمیز کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز کو عامل پر مقدم کیا جاسکتا ہے؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز کو جر دینا جائز ہے؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز کی جانب اضافت درست نہیں؟
 (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ تمیز سے قبل من کو لایا جاسکتا ہے؟
 (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کے بعد آنے والی تمیز کو جر اور نصب دینا واجب

ہے؟

- (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تام ہو اور اس کی ذات میں ابہام مستقر ہو لیکن پھر بھی اس کی تمیز کو نصب دینا درست نہیں؟

جوابات تمیز کی پہیلیاں

- (۱) جب عامل تمیز فعل متصرف ہو تو تمیز کو عامل پر مقدم کرنا جائز ہے لیکن یہ انتہائی قلیل ہے اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جیسے ما کا دنفسا بالفراق تطیب یہاں نفسا تمیز ہے اور عامل تطیب ہے جو موخر ہے۔

الفیہ ابن مالک ص ۵۹ میں ہے:

و عامل التمییز قدم مطلقا و الفعل ذا التصریف نذر اسبقا

- (۲)۔ جب مفرد مقدار تنوین یا نون تشبیہ کے ذریعہ تام ہو تو اس کی اضافت تمیز کی جانب کر کے جر دیا جاسکتا ہے جیسے: عندی شبرارض و قفیز برو منوا غسل و تمر اور اگر مفرد مقدار کی اضافت غیر تمیز کی جانب ہو تو تمیز کو نصب ہی دیا جائے گا جیسے: مافی السماء

قدر راحة سبحا با اور اللہ تعالیٰ کا فرمان: فلن يقبل من احدہم بل الارض ذہبا
شرح ابن عقیل ص ۲۷۰ میں ہے:

وہو ما دل علی مساحة او کیل او وزن فیجوز جر التمزیز بعد ہذہ بالاضافۃ
ان لم تضاف الی غیرہ نحو عندی شبرارض وقفیز برو منوا عسل وتمر فان اضعف
الذال علی مقدار الی غیر التمزیز و جب نصب التمزیز نحو ما فی السماء قدر راحة
سحابا ومنہ قولہ تعالیٰ فلن يقبل من احدہم ملاً الارض ذہبا۔

(۳)۔ جب مفرد مقدار تنوین یا نون تشبیہ کے ذریعہ تام نہ ہو بلکہ مشابہ نون جمع یا
اضافت کے ذریعہ تام ہو تو تمیز کی جانب اضافت درست نہیں جیسے: عشرين درهما اور علی
التمرۃ مثلها زبدا کیونکہ عشرين درهما میں نون کو اضافت کے ساتھ حذف کرنا بھی درست
نہیں اور باقی رکھنا بھی صحیح نہیں لہذا اضافت متعذرا اور دوسری مثال میں مثلها کی اضافت زبدا
کی جانب ضمیر کو باقی رکھتے ہوئے ممکن نہیں اور اگر ضمیر کو حذف کر دیا جائے تو معنی فاسد ہو جائیگا۔
جامع الغموض جلد دوم ص ۱۲۲ میں ہے:

واگر مفرد مقدار تام بتوین و نون تشبیہ نیست بلکہ تام بنون جمع است یا باضافت پس
دریں وقت اضافت او بسوئے تمیز غیر جائز و ممتنع است۔

حاشیہ کافیہ میں ہے:

ای وان لم یکن بتنوین او نون التثنیۃ فلا یجوز الاضافۃ وذلك لتعذرہا
لانہ ان کان مثل عشرين درهما تعذرت اضافتہ اذلا یتقیم حذف النون مع
الاضافۃ ولا بقائہا فتعذرت و كذلك علی التمرۃ مثلها زبدا اذلا یمکن اضافۃ
مثلها الی زبدا مع بقاء الضمیر وان حذف فسد المعنی۔

(۴) جب تمیز معنی کے اعتبار سے فاعل نہ ہو اور عدد سے تمیز واقع نہ ہو تو تمیز سے قبل

من حرف جار انا جائز ہے جیسے: عندی شبر من ارض وقفیز من برو منوان من عسل
وتمر او غرس الارض من شجر جائز نہیں کیونکہ پہلی مثال میں نفس معنی کے اعتبار سے
فاعل ہے اس لئے کہ وہ طاب نفس زید کے معنی میں ہے اور دوسری مثال میں درہم عدد سے
تمیز واقع ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۲۷۱ میں ہے:

يجوز جر التميز بمن ان لم يكن فاعلا في المعنى ولا مميز العدد فتقول
عندي من الارض وقفيز من برومنوان من عسل وتمر و غرست الارض من
شجر ولا تقول لابل زيد من نفس ولا عندي عشرون من درهم-

(۵)۔ جب تمیز اسم تفضیل کے بعد واقع ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تمیز معنی کے

اعتبار سے فاعل ہے یا نہیں اگر فاعل ہے تو نصب واجب اور اگر فاعل نہیں تو جر واجب اور معنی
کے اعتبار سے فاعل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسم تفضیل کو فعل بنا دیا جائے تو تمیز کا فاعل بن
جانا درست ہو جیسے: انت اعلى منزلا واكثر مالا ان دونوں مثالوں میں منزلا اور مالا کو
نصب واجب ہے کیونکہ اسم تفضیل کو فعل بنا کر ان کو فاعل بنانا درست ہے لہذا انت علا منزلك
و اكثر مالك کہنا صحیح ہے اور جو معنی کے اعتبار سے فاعل نہ ہو اس کی مثال زيد افضل رجل
وهند افضل امرأة۔

شرح ابن عقیل ص ۲۷۱ میں ہے:

التميز الواقع بعد افعال التفضيل ان كان فاعلا في المعنى و جب نصبه
وان لم يكن كذلك و جب جرہ بالاضافة و علامة ما هو فاعل في المعنى ان يصح
جعله فاعلا بعده جعل افعال التفضيل فعلا نحو انت اعلى منزلا واكثر مالا فمنزلا
وما لا يجب نصبها اذ يصح جعلهما فاعلين بعد جعل افعال التفضيل فعلا فتقول
انت علا منزلك و اكثر مالك و مثال ما ليس بفاعل في المعنى زيد افضل رجل
وهند افضل امرأة۔

(۶)۔ جب اسم لام تعریف کے ذریعہ تام ہو، ہو تو اگر چہ اس کی ذات میں ابہام مستقر

ہو لیکن اس کی تمیز کو نصب دینا درست نہیں جیسے: عندي الراقد دخلا کہنا درست نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۴۳ میں ہے:

الاترى ان لام التعريف الداخلة على اول الاسم وان كان يتم بها الاسم
فلا يضاف معها لا ينتصب التميز عنه فلا يقال عندي الراقد دخلا۔

مستثنیٰ کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ مفرغ کلام غیر موجب میں واقع ہو جب بھی اسکا اعراب عوائل کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ نصب معین ہے؟
- (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ مجرور ہی ہوگا؟
- (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ منصوب ہی ہوگا؟
- (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے بدل واقع ہو پھر بھی دونوں کا اعراب لفظ میں مختلف ہوتا ہے؟
- (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ الا استثناء کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا؟

جوابات مستثنیٰ کی پہیلیاں

- (۱) جب مستثنیٰ کے ساتھ الا مکرر آئے اور تاکید کے لئے نہ ہو اور مستثنیٰ مفرغ ہو تو ایک مستثنیٰ کا اعراب عوائل کے اعتبار سے ہوگا اور باقی مستثنیٰ منصوب ہونگے جیسے ما قام الا زید الاعمر الا بکرا۔

الفیہ ابن مالک میں ہے ص ۵۳ میں ہے:

وان تکرر لا لتو کبد فمع تفریغالتا ثیر بالعامل دع

فی واحد مما بالا استثنیٰ ولیس عن نصب سواہ مغنی

- (۲)۔ جب مستثنیٰ غیر سوی اور سوا کے بعد واقع ہو تو مجرور ہی ہوگا۔ جیسے جائسی

القوم غیر زید و سوی زید و سوا زید اور اکثر نحو یوں کے نزدیک مستثنیٰ حاشا کے بعد واقع ہو تو بھی مجرور ہی ہوگا۔

حدیۃ النحو صفحہ ۴۱ میں ہے

وان كان بعد غير وسوى و سواء وحاشا عند الاكثر كان مجروراً نحو
جائنى القوم غير زيد وسوى زيد وسواء زيد وحاشا زيد۔
(۳) جب الا کے ساتھ مستثنی متعدد ہوں اور سب مستثنی منہ پر مقدم ہوں تو کلام
موجب میں واقع ہوں یا غیر موجب میں سب منصوب ہی ہونگے جیسے قام الا زيد الا عمرا
الا بکرا القوم وما قام الا زيد الا عمرا الا بکرا القوم اور اگر مستثنی متعدد ہوں اور سب
مستثنی منہ سے موخر ہوں اور کلام موجب میں ہوں جب بھی سب منصوب ہونگے جیسے: قام
لقوم الا زيد الا عمرا الا بکرا۔

شرح ابن عقیل ص ۲۴۴ میں ہے:

اما ان تتقدم المستثنیات و جب نصب الجميع سواء كان الكلام موجبا
او غير موجب نحو قام الا زيد الا عمرا الا بکرا القوم وما قام الا زيد الا عمرا
الا بکرا القوم وان تاخرت فلا يحلوا ما ان يكون الكلام موجبا او غير موجب فان
كان موجبا و جب نصب الجميع فتقول قام القوم الا زيد الا عمرا الا بکرا۔
(۴)۔ جب مستثنی منہ کے لفظ سے مستثنی کا بدل واقع ہونا معذرت ہو تو اس کے محل سے
مستثنی کو بدل بنایا جائے گا لہذا اس صورت میں مستثنی اور مستثنی منہ کا اعراب لفظا مختلف ہو جائیگا
حالانکہ مستثنی مستثنی منہ کا بدل ہوگا جیسے:

لا احد فيها الا عمرو۔

ما جائى من احد الا زيد

ما زيد شيئا الا شئى لا يعبا به

كافيه ص ۴۶ میں ہے:

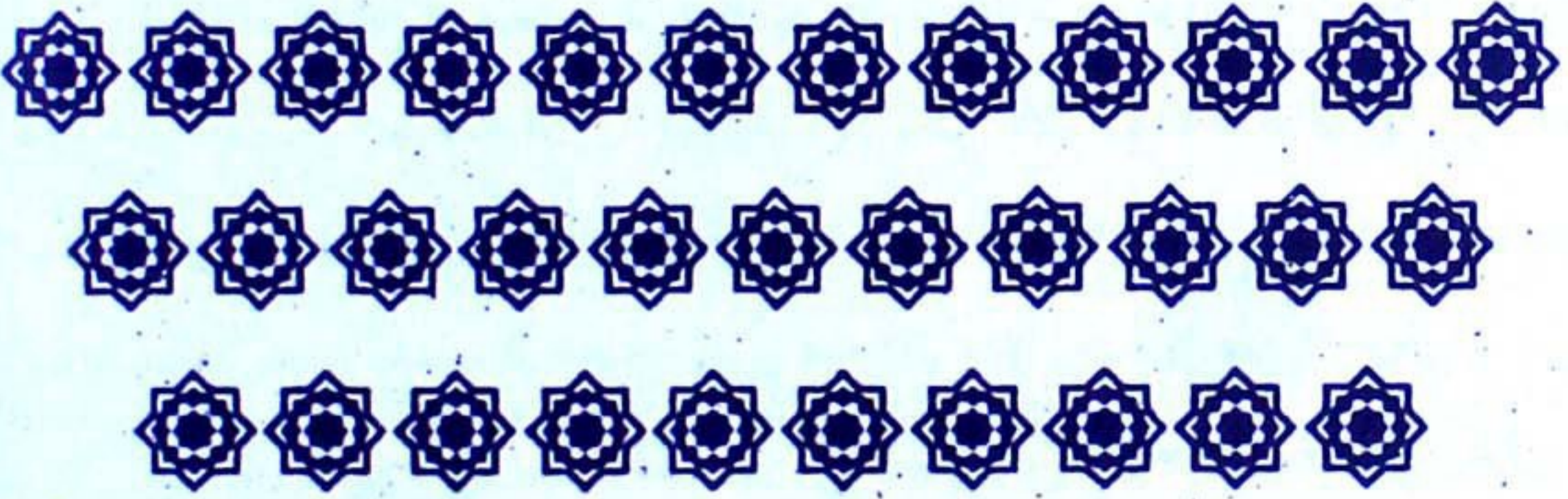
واذا تعذر البدل على اللفظ فعلى الموضع مثل ما جائى من احد الا زيد
ولا احد فيها الا عمرو وما زيد شيئا الا شئى لا يعبا به لان من لا تزداد بعد الاثبات
وما ولا لا تقدران عامتين بعده لا نهما عملتا للنفى وقد انتقص النفى بالـ

(۵)۔ جب الابع منکر غیر محصور کے بعد آئے تو ہمیشہ صفت ہی کے لئے استعمال ہوگا

استثناء کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں استثناء معذرت ہوگا لہذا اس کو مجازاً غیر

معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے گا جیسے: لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا
کافیہ ص ۲۷ میں ہے:

وغیر صفة حملت علی الا فی الاستثناء کما حملت الا علیہا فی الصفة
اذا كانت تابعة لجمع منکور غیر محصور لتعذر الاستثناء مثل لو کان فیہما الہة
الا اللہ لفسدتا۔



خبر افعال ناقصہ کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ افعال ناقصہ کی خبر معرفہ ہونے کے باوجود ان کے اسم پر

مقدم ہو سکتی ہے؟

(۲)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ خبر کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے؟

(۳)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ خبر کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے؟

جوابات خبر افعال ناقصہ کی پہیلیاں

(۱)۔ جب افعال ناقصہ کی خبر معرفہ ہو اور اسم و خبر دونوں میں لفظا اعراب ہو یا صرف

ایک میں لفظی ہو تو خبر کو معرفہ ہونے کے باوجود اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے: کان المنطلق

زید اور کان ہذا زید اور اگر دونوں میں اعراب لفظی منشی ہو جائے اور کوئی قرینہ بھی نہ ہو تو

خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں جیسے: کان الفتی ہذا۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۶۱ میں ہے:

وذلك اذا كان الاعراب فيهما او في احد هما لفظيا نحو كان المنطلق

زید او کان ہذا زید واذا انتفى الاعراب في اسم كان و خبرها جميعا ولا قرينة

هنالك لا يجوز تقديم الخبر نحو كان الفتی ہذا۔

(۲)۔ جب خبر میں عامل کان ہو اور یہ اس صورت میں جہاں لفظ ان کے بعد کوئی اسم

ہو پھر اس کے بعد فاء اور فاء کے بعد اسم ہو تو کان کو حذف کرنا جائز ہے جیسے الناس

المجزيون باعمالهم ان خيرا فخير وان شرا فشر لهذا کان کے علاوہ افعال ناقصہ میں

سے کسی کو حذف کرنا جائز نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۱۶۱ میں ہے:

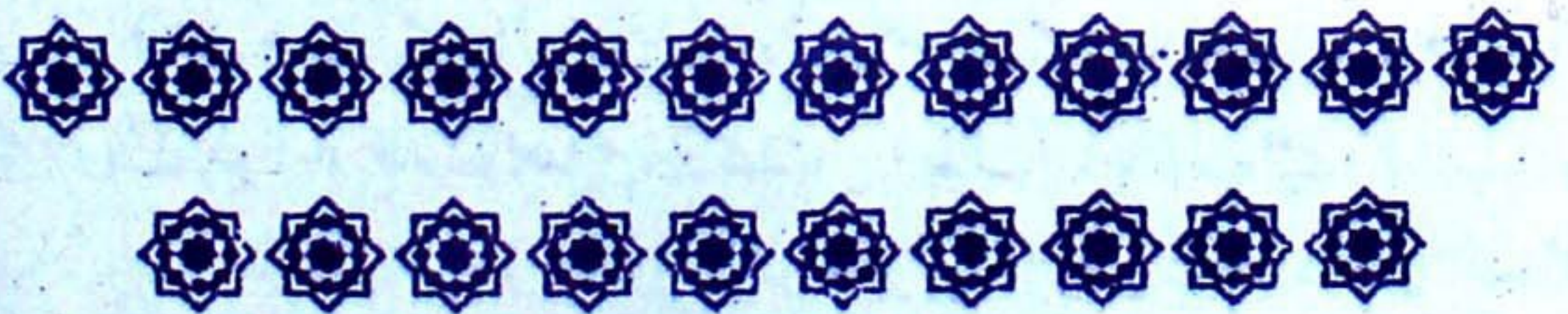
وقد یحذف عاملہ ای عامل خبر کان ہو کان لا خبر کان واخواتها
لانه لا یحذف من هذه الافعال الا کان وانما اختصت بهذا لا الحذف لكثرة
استعمالها۔

(۳)۔ جب خبر میں عامل کان ہو اور یہ اس صورت میں ہے جہاں اما کے بعد ضمیر
مرفوع متصل ہو اور اس کے بعد اسم منصوب جیسے: اما انت منطلقا انطلقت
فوائد ضیائیہ ص ۱۶۲ میں ہے:

ویجب الحذف ای حذف عاملہ یعنی کان فی مثل اما انت منطلقا
انطلقت۔

الجواہر الصافیہ ص ۵۰۳ میں ہے:

مثال مذکور میں اما انت کی اصل لان کنت ہے اس میں لام جارہ کو حذف کر دیا گیا
کیونکہ ان سے پہلے لام جارہ کا حذف قیاسی ہے پھر اختصار کے لئے فعل ناقص کان کو بقرینہ ان
مصدر یہ حذف کر دیا گیا کیونکہ ان مصدر یہ اسم پر داخل نہیں ہوتا اور جب فعل حذف ہو گیا تو ضمیر
مرفوع متصل ضمیر مرفوع متصل سے بدل گئی اب ان انت رہ گیا پھر کان محذوف کے عوض ما
زائدہ لایا گیا کیونکہ ما لبس کے مشابہ ہے بایں معنی کہ لبس نفی کے لئے آتا ہے اور فعل ناقص ہے
اس لئے وہ کان کی نظیر ہے اس لئے ما کو کان کے عوض کر دیا گیا تو ان ما انت ہو گیا اب
یر ملون کے قانون سے نون کو میم سے بدل کر میم میں ادغام کر دیا گیا تو ان ما انت ہو گیا اس
اصل کے مطابق مثال مذکور کا ترجمہ یہ ہے تمہارے چلنے ہی کی وجہ سے میں چلا تھا۔



منادی کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد ہونے کے باوجود منصوب ہوتا ہے؟
- (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہونے کے باوجود مجرور ہوتا ہے؟
- (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی معرفہ ہونے کے باوجود مفتوح ہوتا ہے؟
- (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہونے کے باوجود حرف ندا اس پر داخل نہیں ہو سکتا؟
- (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرف باللام ہو پھر بھی حرف ندا اس پر داخل ہو سکتا ہے؟
- (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مثنیٰ کے توابع میں رفع و نصب دونوں جائز ہیں؟
- (۷)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مثنیٰ کے توابع مفرد ہونے کی صورت میں مرفوع منصب نہیں ہوتے بلکہ ان کا مثنیٰ برضم ہونا متعین ہے؟
- (۸)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مثنیٰ کے توابع مفرد نہ ہوں بلکہ مضاف ہوں جب بھی دونوں صورتیں جائز ہیں؟
- (۹)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مثنیٰ کا تابع صفت ہو جب بھی رفع لازم ہے؟
- (۱۰)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی کی ترخیم جائز نہیں؟
- (۱۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی سے حرف ندا حذف نہیں کیا جاسکتا ہے؟
- (۱۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی علم ہو پھر بھی حرف ندا حذف نہیں کیا جاسکتا؟
- (۱۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہو پھر بھی اس کا مثنیٰ علی الفتح ہونا مختار ہے؟

- (۱۴)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ موصوف با بن ہو اور ابن دوسرے اسم کی جانب مضاف بھی ہو لیکن پھر بھی مبنی علی الفتح ہونا ممتنع ہے؟
- (۱۵)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ منادی مفرد معرفہ علم موصوف با بن ہو اور ابن دوسرے علم کی جانب مضاف بھی ہو پھر بھی ضمہ واجب ہے؟

جوابات منادی کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب منادی مفرد غیر معین ہو تو منادی منصوب ہوگا۔ جیسے نابینا غیر معین کو ندا کرتے ہوئے کہے: یا رجلا خذیدی
ہدایۃ النحو ص ۳۵ میں ہے:
- او نكرة غیر معینۃ کقول الاعمی یا رجلا خذیدی
- (۲)۔ جب منادی مفرد معرفہ پر لام استغاثہ داخل ہو تو منادی مجرور ہوتا ہے جیسے: یا لزید
کافیہ ص ۲۸ میں ہے:
- یخفض بلام الاستغاثہ مثل یا لزید
- (۳) جب منادی مفرد معرفہ کے آخر میں الف استغاثہ لاحق کر دیا جائے تو مفرد معرفہ ہونے کے باوجود اس کو فتح دیا جائے گا جیسے: یا زیداہ اور اس صورت میں منادی کے شروع میں لام استغاثہ نہیں ہوگا۔
کافیہ ص ۲۸ میں ہے:
- ویفتح لاحق الفها ولا لام فیہ نحو یا زیداہ
- (۴)۔ جب منادی مفرد معرفہ باللام ہو تو اس پر حرف ندا داخل نہیں ہو سکتا۔ البتہ ہذا وغیرہ کے توسط سے داخل ہو سکتا ہے۔
کافیہ ص ۳۰ میں ہے:
- واذا نودی المعرف باللام قیل یا ایہا الرجل ویا ہذا الرجل ویا ایہذا الرجل
- (۵)۔ جب منادی اسم جلالہ ہو تو مفرد معرفہ باللام ہونے کے باوجود اس پر خاص طور سے حرف ندا بغیر کسی فصل کے داخل ہو سکتا ہے۔

کافیہ ص ۳۰ میں ہے:

وقالوا یا اللہ خاصۃ

اس کی وجہ یہ ہے کہ معرف باللام پر حرف ندا کا دخول دو شرطوں سے مشروط ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ لام تعریف کسی حرف محذوف کے عوض میں ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لام تعریف کلمہ کے لئے لازم ہو چونکہ یہ دونوں شرطیں صرف اسم جلالیت ہی میں پائی جاتی ہیں لہذا انھوں نے اس قاعدہ کو اسم جلالیت کے ساتھ ہی خاص کر دیا۔

(۶)۔ جب منادی مبنی کے توابع تاکید، صفت، عطف، بیان معطوف بحرف معرف

باللام مفرد ہوں تو رفع و نصب دونوں جائز ہیں۔ جیسے: یا زید العاقل و العاقل۔

کافیہ ص ۲۹ میں ہے:

وتوابع المنادی المبنی المفردة من التأكيد والصفة وعطف البيان

والمعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیہ ترفع علی لفظہ و تنصب علی محلہ۔

(۷) جب منادی مبنی کے توابع مفرد بدل یا معطوف غیر معرف باللام ہوں تو ان کا حکم

منادی مستقل کا حکم ہے یعنی وہ مبنی بر ضم ہوں گے جیسے یا زید عمرو اور یا زید و عمرو۔

بشیر الناجیہ ص ۱۶۸ میں ہے:

بدل اور اس معطوف کا حکم جس پر الف لام داخل نہ ہو ان میں سے ہر ایک کے لئے

منادی مستقل کا حکم ہے جس سے حرف ندا مباشر ہو پس اگر مفرد معرف ہے تو مبنی بر ضم ہوگا۔

(۸)۔ جب منادی مبنی کے توابع مضاف باضافت لفظی ہوں تو رفع و نصب باوجود

مضاف ہونے کے دونوں جائز ہیں جیسے یا زید الحسن الوجه و یا زید الحسن الوجه۔

بشیر الناجیہ ص ۱۶۴

(۹)۔ جب منادی مبنی کا تابع ایسی صفت ہو جو معرف باللام ہے اور وہی مقصود بالنداء

ہے تو اس صفت کو رفع لازم ہے جیسے: یا ایہا الرجل۔ یا ایہذا الرجل ان دونوں مثالوں میں

الرجل صفت واقع ہے اور رفع لازم ہے کیونکہ یہ معرف باللام بھی ہے اور مقصود بالنداء بھی۔

اسی لئے تو معرف باللام کو حذف کر دیا جائے تو ندا باطل ہو جاتی ہے لہذا مذکور مثالوں میں منادی

کے قصد کے مطابق رفع کو لازم کر دیا گیا تاکہ اس کی حرکت اعرابیہ منادی مفرد معرفہ کی حرکت

بنائیہ کے موافق ہو جائے جس سے پتہ چلے کہ معرف باللام ہی مقصود بالنداء ہے۔
جامع الغموض جلد دوم ص ۳۷ میں ہے:

والتزموارفع الرجل جواب سوال مقدرست وتقریر سوال اینست کہ قبل ازیں معلوم شد کہ صفت منادی مضموم مرفوع و منصوب می باشد مثل یا زید البظریف والظریف ورجل ورا مثله مذکورہ نیز صفت منادی مضموم است و حال آنکہ نصب درو جائز نیست پس مصنف جواب می دهد بقوله والتزموارفع الرجل یعنی لازم گرفته اند نحاة رفع رجل را باوجود کہ صفت منادی مضموم است وحق او جواز وھین است لا نه مقصود بالنداء یعنی ازیں جهت لازم گرفته اند کہ مقصود بالنداء رجل است پس رفع لازم کردند تا حرکت اعرابی از روئے صورت بحرکت بنائی موافق باشد کہ علامت منادی مستقل است پس دلالت کند بر این کہ رجل مقصود بنداء است۔
(۱۰)۔ ترخیم منادی کے لئے چند شرائط ہیں ان کے فوت ہونے کی صورت میں ترخیم جائز نہیں وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) منادی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو۔

(۲) منادی مستغاث نہ ہو۔

(۳) منادی جملہ نہ ہو۔

یہ شرائط عدمی ہیں علم زائد علی الثلاث ہو یا مونث بتاء التانیث ہو یہ شرائط وجودی ہیں۔ ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہوگی تو ترخیم جائز نہیں ہوگی جیسے یا عبد اللہ۔ یا طالعہ جبلا۔ یا تابط شرا۔ یا لزید۔ یا لزید اہ۔ یا زید۔ یا ہند۔ میں ترخیم جائز نہیں۔

کافیہ ص ۳۱ میں ہے:

وشرطه ان لا یکون مضافا ولا مستغاثا ولا جملة ویکون اما علما زائدا

علی ثلثة احرف واما بتاء التانیث۔

(۱۱)۔ جب منادی اسم جنس یا اسم اشارہ یا مستغاث یا مندوب یا ضمیر ہو تو حرف ندا کو

حذف کرنا جائز نہیں، جیسے: یا رجل۔ یا ہذا۔ یا لزید۔ یا زید اہ۔ یا ایاک۔

کافیہ ص ۳۳ میں ہے:

و یجوز حذف حرف النداء الامع اسم الجنس والاشارة والمستغاث۔

اور شرح ابن عقیل ص ۳۱۲ میں ہے:

لا يجوز حذف حرف النداء مع المندوب نحو وازيداه ولا مع الضمير

نحو يا اياك ولا مع المستغاث نحو يا لزيد -

(۱۲)۔ جب منادی اسم جلالت ہو تو حرف ندا اس سے حذف نہیں کیا جاسکتا البتہ حرف

ندا کے عوض میم مشد کو لے آئیں تو حذف جائز ہے جیسے: اللهم -

جامع الغموض جلد دوم ص ۵۲ میں ہے:

حذف حرف ندا از عالم عام است کہ بغیر بدل بود مثل امثال مذکورہ یا بدل چنانچہ لفظ

اللہ کہ حذف حرف ندا از وجہ نیست مگر وقتیکہ اور از میم بدل کردہ شود میم مشد در آخر او عوض آور

ده شود نحو اللهم کہ در اصل یا اللہ بود یا را حذف کردند عوض او میم مشد در آخر آوردند اللهم

شد۔

(۱۳)۔ جب منادی مفرد معرف علم ہو اور وہ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور وہ ابن

دوسرے علم کی جانب مضاف ہو تو منادی میں ضمہ جائز تو ہے لیکن فتح مختار ہے جیسے: یا زید بن

خالد۔

کافیہ ص ۳۰ میں ہے:

والعلم الموصوف با بن مضافا الی علم آخر یختار فتحه۔

(۱۴)۔ جب منادی مفرد معرف موصوف با بن غیر علم ہو یا علم ہو لیکن ابن غیر علم کی طرف

مضاف ہو تو بدستور سابق ضمہ ہی واجب ہوگا اور مبنی بر فتح ہونا ممتنع ہوگا جیسے: یا غلام ابن عمر

و یا زید ابن اخینا یہاں زید کا مبنی بر ضم ہونا واجب ہے۔

شرح ابن عقیل ص ۳۱۵ میں ہے:

ای اذا لم يقع ابن بعد علم او لم يقع بعدہ علم و جب ضم المنادی و

امتنع فتحه فمثال الاول نحو یا غلام ابن عمر و مثال الثانی یا زید ابن اخینا

فیجب بناء علی الضم فی هذه الامثلة۔

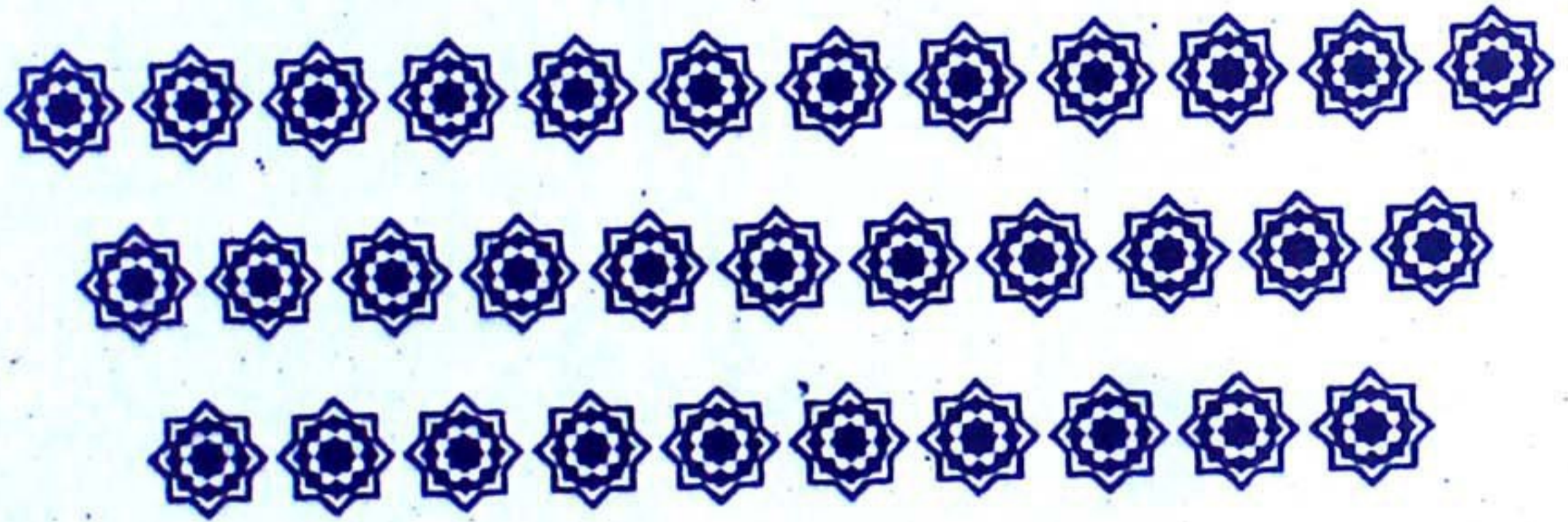
(۱۵)۔ جب منادی مفرد معرف موصوف با بن ہو اور علم آخر کی جانب ابن مضاف بھی

ہو لیکن منادی اور ابن کے درمیان کوئی صفت ہو تو ضمہ واجب ہے جیسے: یا زید الظریف ابن

الفوائد الضیائیہ ص ۱۰۳ میں ہے :

بلا تخلل واسطۃ بین الابن وموصوفه كما هو المتبادر الى الفهم فيخرج

عنه مثل يا زيد الظريف ابن عمرو۔



حروف جارہ کی پہیلیاں

- (۱) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ فعل ہو جاتے ہیں۔؟
- (۲) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ اسم ہو جاتے ہیں؟
- (۳) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ کے ذریعہ مجرور اسم ظاہر ہی ہوتا ہے؟
- (۴) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ لفظ میں عمل کرنے کے باوجود معنی میں عمل نہیں کرتے؟
- (۵) وہ کونسی صورت ہے کہ حروف جارہ فعل پر بھی داخل ہو جاتے ہیں؟
- (۶) وہ کونسی صورت ہے کہ حرف جر من زائد نہیں ہو سکتا؟
- (۷) وہ کونسی صورت ہے کہ دو حرف جر ایک ہی طرح کے بغیر عطف استعمال ہو سکتے ہیں؟

جوابات حروف جارہ کی پہیلیاں

- (۱) جب (ما) کے بعد حروف جارہ (خلا و عدا) واقع ہوں۔ یا دونوں صدر کلام میں واقع ہوں تو یہ فعل ہو جاتے ہیں۔ جیسے۔ ما خلا زیدا۔ ما عدا زیدا۔ خلا البيت زيدا۔ عدا القوم زيدا۔

شرح مائتہ عامل ص ۱۵ میں ہے:

واذا وقعت خلا و عدا بعد ما مثل ما خلا زيدا و ما عدا زيدا او في صدر الكلام مثل خلا البيت زيدا و عدا القوم زيدا تغيتا للفعلية۔

- (۲) جب من جارہ حروف جارہ علی اور عن پر داخل ہو جائے تو یہ دونوں اسم

ہو جاتے ہیں۔ اس وقت علی بمعنی فوق ہو جاتا ہے۔ اور عن بمعنی جانب جیسے من عن یمینہ و من علیہ۔

شرح مائتہ عامل منظوم ملا جامی ص ۸۹ میں ہے:
بر علی وعن چون داخل شود باشند اسم پس بمعنی فوق جانب می شوند اے مقتد۔
نیز الفیہ ابن مالک ص ۹۲ میں ہے:

واستعمل اسما و کذا عن و علی۔ من اجل ذا علیہما من دخلا۔

(۳) جب حروف جارہ میں سے کاف۔ واو قسم۔ تاء قسم۔ رب۔ حتی۔ مذ اور منذ ہوں تو

ان کا مجرور اسم ظاہر ہی ہوتا ہے۔ لہذا کہ۔ و ہما۔ تہم۔ ربہما۔ حتا ہن۔ مذک اور منذ کما وغیرہ کہنا درست نہ ہوگا۔

الفیہ ابن مالک ص ۶۰ میں ہے:

بالظاہر اخصص منذ مذ و حتی۔ والكاف والواو ورب والتاء۔

نیز شرح ابن عقیل ص ۲۷۶ میں ہے: من حروف الجر ما لا یجر الا الظاہر

وہی ہذہ السبعۃ المذکورۃ فی البیت الاول فلا تقول منذہ و مذہ و کذا الباقی۔

نیز شرح مائتہ عامل ص ۸۸ میں ہے:

واواز بہر قسم داں لیک داخل می شود۔ برظوا ہرنے ضمائر دائما اے مہترا۔

(۴) جب حروف جارہ من، با۔ اور لام زیادہ ہوں تو یہ لفظ میں عمل کرنے کے جا وجود

معنی میں عمل نہیں کرتے یعنی ذکر و عدم ذکر سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اکثر و بیشتر حسن کلام اور تاکید کے لئے انکولایا جاتا ہے۔

درایۃ النحوص ۶۶۳ میں ہے:

المرا دبا لزیادۃ ما لا یتغیر بہ معنی الاصل حتی یكون وجودہ و عدمہ

متساوین والمقصود من زیادۃ تہا فی الکلام التاکید او الفصاحۃ او کلاہما او غیر ذلك۔

(۵) جب فعل مضارع پر ان مصدریہ داخل ہو تو حرف جر من اس پر داخل کیا جاسکتا

ہے کیونکہ اس وقت یہ بظاہر فعل مضارع ہے لیکن حقیقتہً ان کے ساتھ بمعنی مصدر ہو گیا ہے۔ جیسے

”من ان اشرك بك شيئا“، تو حقیقہً اس کا دخول اسم پر ہی ہے کیونکہ مصدر اسم ہی ہوتا ہے۔
لیکن ظاہر فعل ہے یہ ہی حال لام حمد اور حتی وغیرہ کا ہے جب یہ فعل مضارع پر داخل ہوں اور
ان کے بعد ان مقدر ہو۔

(۶) جب من حرف جار کلام موجب میں واقع ہو اور اس کا مجرور معرفہ ہو تو من زائد
نہیں ہو سکتا۔ لہذا جاء نی من زید نہیں کہہ سکتے۔
شرح ابن عقیل ص ۲۸۰ میں ہے:

ولا تزداد عند جمهوا بالبصريين الا بشرطين احدهما ان يكون المجرور بها
نكرة الثانی ان يسبقها نفي او شبهه والمراد بشبه النفي النهي نحو لا تضرب من
احد والاستفهام نحو هل جاءك من احد ولا تزداد في الايجاب ولا يوتى بها جارة
لمعرفة فلا تقول جاءني من زید۔

(۷) جب ایک حرف جر کے ذریعہ فعل مقید ہو جائے تو دوسرا حرف جر بغیر عطف
استعمال کیا جاسکتا ہے اور اس حرف کا تعلق بھی اسی فعل سے ہوگا جیسے: رایت زید افسی
المسجد فی الطاق۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۶۲ میں ہے:

قالوا لا يجوز حرفين ای جارین مع مجرور بهما من جنس واحد بفعل
واحد بدون العطف فلا يقال مررت بزید بعمر والا ان تعلق الثانی بالفعل بعد
تقييد الفعل بالاول نحو رایت زید افسی المسجد فی الطاق۔



اضافت کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کون سی صورت ہے کہ مضاف پر الف لام داخل ہو سکتا ہے؟
- (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ”ای“ کی اضافت مفرد معرفہ کی جانب نہیں ہو سکتی؟
- (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ”ای“ کی اضافت نکرہ کی جانب نہیں ہو سکتی؟
- (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ ”ای“ کی اضافت معرفہ و نکرہ دونوں کی جانب ہو سکتی ہے؟
- (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مضاف کو حذف کرنے کی صورت میں بھی مضاف الیہ کا جرم تعین ہے؟

- (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مضاف و مضاف الیہ کے درمیان فاصل لایا جاسکتا ہے؟
- (۷)۔ وہ کون سے اسماء ہیں کہ جن کی اضافت ضمیر ہی کی جانب ہوتی ہے؟
- (۸)۔ وہ کون سے اسماء ہیں جن کی اضافت اسم ظاہر ہی کی جانب ہوتی ہے؟
- (۹)۔ وہ کون سے اسماء ہیں جن کی اضافت جملہ ہی کی جانب ہوتی ہے؟
- (۱۰)۔ وہ کون سے اسماء ہیں جو بغیر اضافت استعمال نہیں ہوتے؟
- (۱۱)۔ وہ کون سے اسماء ہیں جو ہمیشہ تشبیہ معرفہ کی جانب ہی مضاف ہوتے ہیں؟

جوابات اضافت کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب مضاف باضافت لفظیہ ہو اور لفظ میں اضافت کی وجہ سے تخفیف پیدا ہوتی ہو تو مضاف پر الف لام داخل ہو سکتا ہے۔ جیسے ”الضارب باید اور الضارب بوزید“ لہذا الضارب باید ”اضافت کی صورت میں کہنا جائز نہیں کیونکہ یہاں الضارب سے تین اضافت کی وجہ

سے ساقط نہیں بلکہ الف لام کی وجہ سے ہے برخلاف پہلی دونوں مثالوں کے کہ ان میں نون تشنیہ و جمع اضافت ہی کی وجہ سے ساقط ہوا ہے۔ کیونکہ یہ الف لام کی وجہ سے ساقط نہیں ہوتا۔

کافیہ ص ۵۴ میں ہے۔

”وجاز الضار بازید والضرار بوزید وامتنع الضارب زید“

(۲) جب، ای، شرطیہ ہو تو مفرد معرفہ کی جانب اس کی اضافت نہیں ہو سکتی،

(۳) جب، ای، موصولہ ہو تو اس کی اضافت نکرہ کی جانب نہیں ہو سکتی جیسے: یعجبنی

ایہم قائم۔

شرح ابن عقیل ص ۳۰۸ میں ہے:

فاما الموصولة فذكر المصنف انها لا تضاف الا الى معرفة فتقول يعجبني ايهم قائم

(۴) جب، ای، شرطیہ اور استفہامیہ ہو تو معرفہ و نکرہ دونوں کی جانب مطلقاً

اضافت ہو سکتی ہے خواہ وہ تشنیہ ہوں یا جمع یا مفرد البتہ مفرد معرفہ کی جانب شرطیہ ہونے کی صورت میں نہیں کما مر۔

شرح ابن عقیل ص ۳۰۸ میں ہے:

واما الشرطية وال استفهامية فيضافان والى النكره مطلقا اي سواء كان

مثنين او مجموعين او مفردين الا المفرد المعرفة فانهما لا يضافان اليه الا الاستفهامية فانها تضاف اليه كما تقدم ذكره۔

(۵) جب مضاف محذوف معطوف ہو اور اپنے معطوف علیہ مذکور کا مماثل ہو تو اس

مضاف کے محذوف ہونے کے باوجود مضاف الیہ کا جر متعین ہے جیسا کہ مضاف کے مذکور ہونے کے وقت تھا جیسے: کل امرء تحسبن امراء

ونار تو قد بالیل نارا

یہاں اصل میں، کل نار، تھا لفظ کل حذف کر دیا گیا۔ لیکن نار مضاف الیہ اب

بھی مجرور ہے جیسا کہ کل کے مذکورہ ہونے کے وقت تھا، اور شرط بھی موجود ہے کہ محذوف

معطوف علیہ کا مماثل بھی ہے، اور یہاں نار کو معطوف اور امری کو معطوف الیہ نہیں بنایا جاسکتا

ورنہ ایک عطف کے ذریعہ کو مختلف عاملوں کے معمولین پر عطف لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۳۱۴ میں ہے :

قد یحذف المضاف ویبقى المضاف الیه مجروراً کما کان عند
ذکر المضاف لکن بشرط ان یکون المحذوف مماثلاً مما علیہ قد عطف کقول
الشاعر:

اکل امرئ تحسبین امرأً و نار توقد باللیل ناراً

والتقدير کل نار فحذف کل و ابقى المضاف الیه مجروراً کما کان
عند ذکرها و الشرط موجود و هو العطف علی مماثل المحذوف و هو کل فی قوله
اکل امرئ۔

(۶)۔ اس کی تین صورتیں ہیں :

(۱) مصدر جب فاعل کی جانب مضاف ہو تو ان کے درمیان مصدر کے مفعول بہ یا
ظرف کے ذریعہ فصل کیا جاسکتا ہے۔ جیسے ابن عامر کی قرأت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان :

وَاكْتُبُ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَائِهِمْ۔

یہاں اولاد منصوب اور شرکاء مجرور اور قتل مصدر مضاف اور شرکاء مضاف
الیہ کے درمیان اولاد بطور فصل مذکور ہے جو قتل مصدر کا مفعول بہ ہے اور اس طرح کا فصل
حسن ہے۔ کیونکہ مصدر کا معمول غیر اجنبی ہے۔ لہذا فصل عدم فصل کی طرح ہے۔

(۲) اسم فاعل جب اپنے پہلے مفعول کی جانب مضاف ہو تو ان کے درمیان اسم
فاعل کے دوسرے مفعول کے ذریعہ فصل کیا جاسکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان فلا تحسبن اللہ
مخلف وعدہ رسالہ یہاں وعد منصوب اور رسل مجرور ہے اور مخلف اسم فاعل مضاف
اور رسل مضاف الیہ کے درمیان وعد بطور فصل مذکور ہے۔ جو مخلف اسم فاعل کا مفعول
بہ ثانی ہے۔

(۳) مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان قسم لاکر بھی فصل کیا جاسکتا ہے جیسے امام علی

بن حمزہ کسائی نے اہل عرب کا قول بیان فرمایا ہے: هذا غلام الله زيد۔

یہ تینوں صورتیں مختلف فیہ بین النحاة ہیں لیکن ابن مالک کا مذہب مختار یہ ہے۔

جاشہ الفیہ ابن مالک ص ۶۸ میں ہے:

مذهب کثیر من النحویین انه لا يجوز الفصل بين المضاف والمضاف اليه
 بشئ الا في الشعر وذهب شيخنا رحمه الله الى انه يجوز في السعة الفصل بينهما
 في ثلث صور۔ الاولى فصل المصدر المضاف الى الفاعل بما تعلق بالمصدر من
 مفعول به او ظرف كقراءة ابن عامر زين لكثير من المشركين قتل اولادهم
 شركائهم۔ وحسن مثل هذا الفصل لان معمول المصبر غير اجنبى منه فالفصل به
 كالفصل۔ الصورة الثانية فصل اسم الفاعل المضاف الى مفعوله الاول بمفعوله
 الثانى كقوله تعالى۔ فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله۔ الصورة الثالثة فصل
 للمضاف عن ما اضيف اليه بالقسم نحو ما حكاه الكسائى من قولهم ها غلام
 والله زيد۔

(۷)۔ وہ چند اسماء ہیں جنکی اضافت ہمیشہ ضمیر ہی کی جانب ہے یعنی وحده

۔ لبتى۔ دوالى۔ سعدى

الفیہ ابن مالک ص ۶۵ میں ہے:

وبعض ما يضاف حتما امتنع ايلاءه اسما ظاهرا حيث وقع

كوحدة لبتى ودوالى سعدى وشذايلاء يدى للبتى

(۸)۔ وہ ذوا اور اس کے فروع ہیں۔ کیونکہ ان کی اضافت اسمائے اجناس ہی کی

جانب ہوتی ہے۔ اور ضمائر میں کوئی ضمیر بھی اسم جنس نہیں بلکہ سب معرفہ ہیں۔

جامع الغموض جلد اول ص ۷۰ میں ہے:

ذو مضاف نمی شود مگر بسوئے اسمائے اجناس کما تقرر و کاف اسم جنس نیست بلکہ

معرفہ است۔

(۹)۔ وہ حیث اذ، اذا وغیرہ ہیں۔ لیکن ان میں تفصیل ہے حیث جملہ اسمیہ کی جانب

بھی مضاف ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کی جانب بھی۔ جیسے اجلس حیث زید جالس۔ اجلس

حیث جلس زید۔ اجلس حیث یجلس زید۔

اسی طرح اذ بھی جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں کی جانب مضاف ہوتا ہے۔ جیسے: جئتک

اذ زید قائم۔ جئتک اذ قام زید۔

لیکن اس کا مضاف الیہ کبھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور اس کے عوض تنوین لے آتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وانتم حينئذ تنظرون۔ لیکن اذا کی اضافت صرف جملہ فعلیہ کی جانب ہی ہوتی ہے جملہ اسمیہ کی جانب نہیں ہوتی۔ لہذا اتیک اذا قام زید کہنا درست ہے اور اتیک اذا زید قائم کہنا درست نہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۳۰۲ میں ہے:

من اللازم للاضافة ما لا يضاف الا الى الجملة وهو حيث واذا واذا فاما حيث فتضاف الى الجملة الاسمية نحو اجلس حيث زید جالس والى الجملة الفعلية نحو اجلس حيث جلس زید واما اذا فتضاف ايضا الى الجملة الاسمية نحو جئتک اذا زید قائم والى الجملة الفعلية نحو جئتک اذا قام زید ويجوز حذف الجملة المضاف اليها ويوتى بالتوین عوضا كقوله تعالى - وانتم حينئذ تنظرون ، واما اذا فلا تضاف الا الى جملة فعلية نحو آتیک اذا قام زید ولا يجوز اضافتها الى جملة اسمية فلا تقول آتیک اذا زید قائم خلا فالقوم۔

(۱۰)۔ وہ چند ہیں: بعض اسماء وہ ہیں جن کے لئے لفظ ومعنی دونوں اعتبار سے مضاف

الیہ کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے عند۔ لدى۔ سوى وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جن کے لئے باعتبار لفظ تو مضاف الیہ کا ہونا ضروری نہیں البتہ باعتبار معنی ہمیشہ مضاف ہی ہوتے ہیں۔ جیسے کل بعض وغیرہ۔ لہذا ان کو بغیر اضافت استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اول الذکر کا مضاف الیہ ملفوظ ہونا ضروری ہے اور آخر الذکر کا ضروری نہیں۔

شرح ابن عقیل ص ۲۹۹ میں ہے:

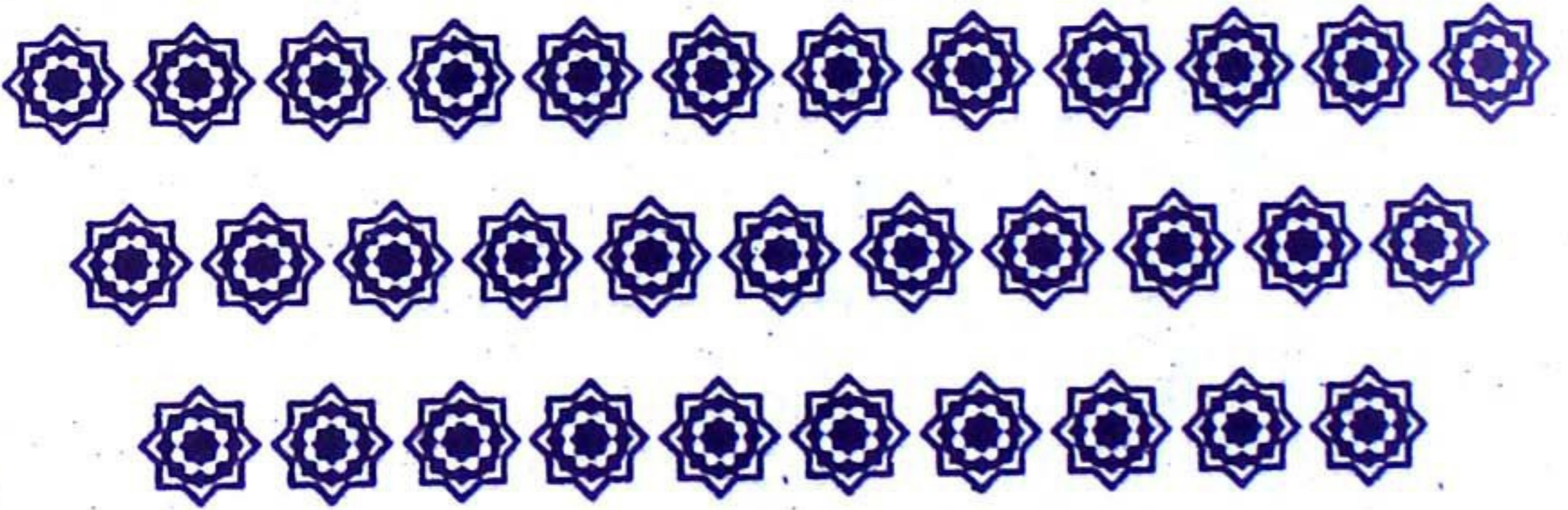
من الاسماء ما يلزم الاضافة وهو قسمان۔ احدهما ما يلزم الاضافة لفظا ومعنى۔ فلا يستعمل مفرداى بلا اضافة وذلك نحو عند ولدى وسوى۔ والثانى ما يلزم الاضافة معنى دون لفظ نحو كل وبعض اى فيجوز ان يستعمل مفرداى بلا اضافة۔

(۱۱)۔ وہ کلا اور کلتا ہیں۔ اور ان کے لئے باعتبار لفظ ومعنی مضاف الیہ کا ہونا

ضروری ہے۔ نیز ان کا مضاف الیہ ہمیشہ تشنیہ معارفہ ہوتا ہے خواہ وہ تشنیہ باعتبار لفظ ومعنی ہو خواہ

صرف باعتبار معنی ہو۔ پہلی مثال جیسے: جاء نى كلا الرجلين، جاء نى كلتا المرأتين
 دوسری مثال جیسے: جائتى كلاهما جائتى كلتاهما۔
 شرح ابن عقيل ص ۳۰۶ میں ہے:

من الاسماء اللازمة الاضافة لفظا ومعنى كلا و كلتا ولا يضافان الا الى
 معرفة مثنى لفظا ومعنى نحو جاء نى كلا الرجلين و كلتا المرأتين او معنى دون
 لفظ نحو جائتى كلاهما و كلتاهما۔



ضمائر کی پہیلیاں

- (۱) وہ کوئی صورت ہے کہ ضمیر منفصل نہیں لائی جاسکتی؟
- (۲) وہ کوئی صورت ہے کہ ضمیر معطوف علیہ نہیں ہو سکتی؟
- (۳) وہ کوئی صورت ہے کہ ضمیر معطوف علیہ موکدا اور مبدل منہ نہیں ہو سکتی؟
- (۴) وہ کوئی صورت ہے کہ ضمیر مرفوع متصل ہمیشہ مستتر ہی ہوگی؟
- (۵) وہ کوئی صورت ہے کہ ضمیر کو مرجع سے پہلے لایا جاسکتا ہے؟
- (۶) وہ کوئی صورت ہے کہ مرجع لفظ اور تبتہ موخر ہو پھر بھی ضمیر کو مقدم کیا جاسکتا ہے؟

جوابات ضمائر کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب تک ضمیر متصل لانا معذرت نہ ہو اس وقت تک منفصل نہیں لائی جاسکتی۔
- کیونکہ کلام عرب میں اصل ایجاز ہے اور ضمائر کی وضع ایجاز ہی کے لئے ہوئی ہے اور حروف کی قلت کے پیش نظر متصل بنسبت منفصل کے اخصر ہے لہذا جب تک متصل لانا معذرت نہ ہو اس وقت تک اصل سے عدول کر کے منفصل نہیں لائی جاسکتی اور متصل لانا معذرت نہ ہونے کے چند مقام ہیں:

- (۱) جہاں ضمیر عامل پر مقدم ہو۔ جیسے: ایاك نعبد
- (۲) جہاں ضمیر منفصل کسی ایسی غرض کے تحت لائی جائے جو متصل سے حاصل نہ ہو جیسے: وما ضربك الا انا کہ حصر بغیر انفصال حاصل نہیں ہوگا۔
- (۳) جہاں عامل ضمیر محذوف ہو جیسے: ایاك والشر
- (۴) جہاں عامل ضمیر معنوی ہو جیسے: انا زید

(۵) جہاں عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے: ما انت الا قائما۔

(۶) جہاں ضمیر کی جانب کسی صفت کی نسبت کی گئی ہو اور وہ صفت کسی ایسی چیز کی خبر یا

صلہ واقع ہو جن کے لئے وہ صفت نہ ہو جیسے: ہند زید ضاربتہ ہی۔

حاشیہ ہدایۃ النحوص ۵۶ میں ہے:

زیرا کہ اصل در کلام عرب ایجاز است و ضمائر برائے ایجاز موضوع شدہ اند و بسبب کمی حروف متصل بنسبت منفصل اخصر است پس تا وقتیکہ آوردن متصل ممکن خواہد شد عدول از اصل درست نخواہد بود مگر وقت تعذر متصل و تعذر متصل در چند مقام می باشد۔ اول جائیکہ ضمیر متصل بر عامل مقدم باشد۔ دوم ہر جا کہ ضمیر منفصل برائے غرضے آرد کہ از متصل حاصل نمی شود۔ سوم مقامیکہ عامل ضمیر محذوف باشد۔ چہارم مقامیکہ عامل ضمیر معنوی باشد۔ پنجم محل کہ عامل حرف باشد و ضمیر مرفوع ششم در جائیکہ بجانب ضمیر صفتے مسند بود کہ خبر یا صلہ از چیزے آید کہ برائے او نباشد۔

(۲)۔ ضمیر مرفوع متصل بارز یا مستتر معطوف علیہ واقع نہیں ہو سکتی جب تک اس کی تاکید ضمیر منفصل سے نہ لائی جائے جیسے: ضربت انا و زید،، اور اگر ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ کر دیا جائے تو یہ ہی ضمیر اب معطوف علیہ بھی واقع ہو جائے گی جیسے:

ضربت الیوم ہند

ہدایۃ النحوص ۴۹ میں ہے:

إذا عطف علی الضمیر المرفوع المتصل یجب تاکیدہ بالضمیر المنفصل

نحو ضربت انا و زید الا اذا فصل نحو ضربت الیوم و زید،

(۳)۔ جب ضمیر شان کسی جملہ میں آئے تو یہ معطوف علیہ، موکد اور مبدل منہ نہیں

ہو سکتی۔

ہمع الہوامع شرح جمع الجوامع جلد اول ص ۶۷ میں ہے:

والفرق بینہ و بین الضمائر انہ لا یعطف علیہ ولا یؤکد ولا یبدل منہ۔

(۴)۔ ماضی کے واحد مذکر غائب اور متکلم کے دونوں صیغوں نیز صفت کے تمام

صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہی ہوگی۔

ہدایۃ النحوص ۵۵ میں ہے:

واعلم ان المرفوع المتصل خاصة يكون مسترا في الماضي للغائب
والغائبة كضرب اي هو و ضربت اي هي و في المضارع المتكلم مطلقا نحو
اضرب اي انا و نضرب اي نحن و للمخاطب كضرب اي انت وللغائب والغائبة
كيضرب اي هو و تضرب اي هي و في الصفة اعني اسم الفاعل والمفعول
وغيرهما مطلقا،،

(۵)۔ جب ضمیر کو مرجع سے مقدم کرنے کی صورت میں صرف لفظ اضمار قبل الذکر
لازم آئے رتبہ نہیں یعنی مرجع باعتبار لفظ موخر ہو لیکن باعتبار رتبہ مقدم ہی رہے تو اس صورت میں
ضمیر کو مرجع سے پہلے لانا درست ہے جیسے: ضرب غلامہ زید کہ یہاں ضمیر مجرور زید کی
جانب راجع ہے اور زید اگرچہ باعتبار موخر ہے لیکن باعتبار رتبہ مقدم ہے کیونکہ یہ فاعل ہے جس کا
اصل مقام فعل سے متصل ہے لہذا ضمیر کا تقدم اس صورت میں جائز ہے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۵۴ میں ہے: پس معلوم شد کہ زید فاعل است باعتبار رتبہ
مقدم است اگرچہ بحسب لفظ موخر است و اضمار قبل الذکر لفظا و رتبہ ممنوع است نہ لفظا فقط۔

(۶)۔ جب ضمیر شان یا قصہ ہو تو اس کا مرجع لفظا و رتبہ دونوں اعتبار سے موخر ہوتا ہے
اور وہ جملہ ہوگا جو اس ضمیر کی تفسیر کریگا۔

ہدایۃ النحو ص ۵۶ میں ہے: واعلم ان لهم ضمیر ایقع قبل کلمة تفسره و
یسمی ضمیر الشان فی المذکر و ضمیر القصۃ فی المونث نحو قل هو اللہ احد
وانہا زینب قائمہ،

اور یہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں بھریوں کے نزدیک بشرط تفسیر جائز ہے۔

جامع الغموض جلد اول ص ۱۷۱ میں ہے:

زودیک نجات بھریہ اضمار قبل الذکر عمدہ بشرط تفسیر جائز است مثل قوله تعالیٰ: قل

هو اللہ احد۔

غیر منصرف کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ صیغہ جمع میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں۔ یا تین حرف ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو۔ لیکن پھر بھی وہ منصرف ہی رہتا ہے۔ غیر منصرف نہیں ہوتا؟

(۲)۔ وہ کوئی صورت ہے کہ صیغہ جمع میں ہاء ہوز ہو لیکن پھر بھی وہ غیر منصرف ہوتا ہے؟

جوابات غیر منصرف کی پہیلیاں

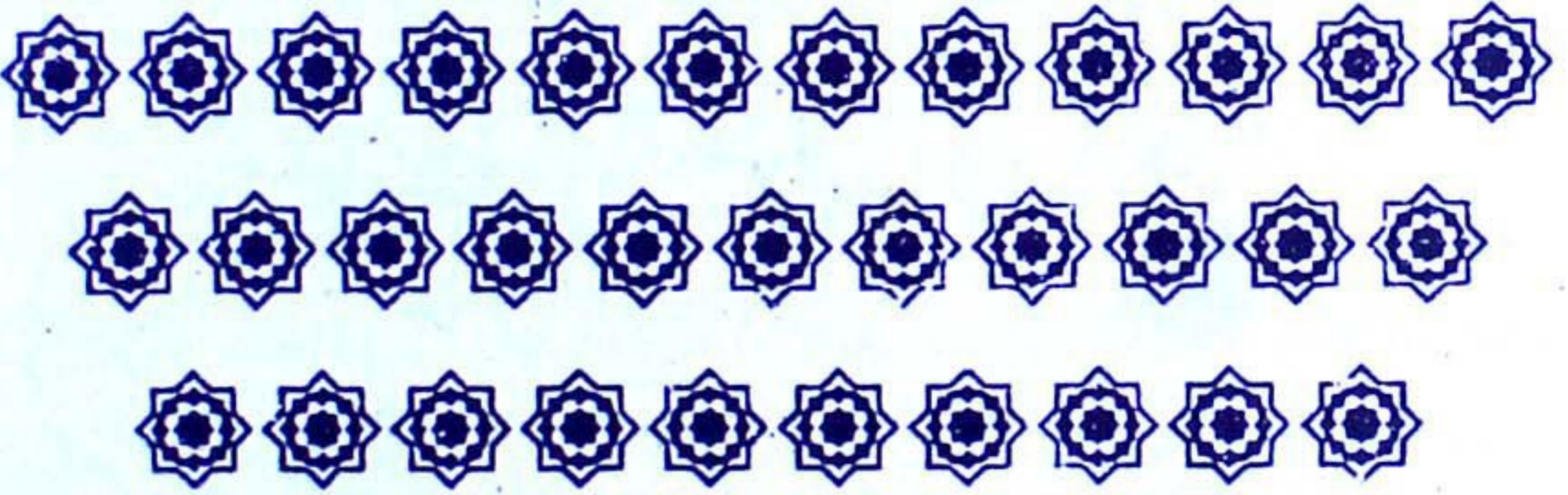
(۱)۔ جب صیغہ جمع میں الف جمع کے بعد دو حرف ہوں اور پہلا مفتوح ہو یا تین حرف ہوں اور پہلا مفتوح ہو تو وہ اسم منصرف ہی رہتا ہے اس لئے کہ جمع کے سبب منع صرف ہونے کے لئے صیغہ منتہی الجموع ہونا شرط ہے۔ اور صیغہ منتہی الجموع اسی وقت ہوگا جبکہ الف جمع کے بعد واقع ہونے والے دو یا تین حروف میں سے پہلا حرف مفتوح نہ ہو بلکہ مکسور ہو۔

لہذا صحاری (کہ صحراء کی جمع تکسیر ہے) اور کمالات (کہ کمال کی جمع تکسیر ہے) کو غیر منصرف نہیں پڑھا جائے گا۔ کیونکہ اس میں شرط مفقود ہے۔

جامع الغموض شرح کافیہ جلد اول ص ۱۱۸ میں ہے:

و در کمالات و صحاری صیغہ منتہی الجمع موجود نیست زیرا کہ صیغہ منتہی الجمع ایں است کہ اول او مفتوح بود و ثالث او الف و بعد الف دو حرف بودند اول ایں دو حرف مکسور باشند و یا بعد الف سے حرف بودند ساکن الا وسط و حرف اول از ایں سے حرف مکسور بود چوں صحاری اگر چه بعد الف دو حرف اند لیکن حرف اول مکسور نیست و چہنیں در کمالات اگر چه بعد الف سے حرف اند لیکن اول انہا مکسور نیست۔

(۲)۔ جب صیغہ جمع میں ایسی ہاء ہوز ہو جس کو تاء تانیث کے بدلے میں نہیں لایا گیا ہے بلکہ وہ خود حروف اصلیہ میں سے ہے تو ہاء کے باوجود اس کو غیر منصرف ہی پڑھا جائیگا۔ جیسے فوارہ کہ یہ فارہ کی جمع ہے اور ہاء حرف اصلی ہے
جامع الغموض جلد اول ص ۱۱۸ میں ہے:
پس نحو فوارہ کہ جمع فارہ است و از زنی شود زیرا کہ ہاء ہوز در و بدل از تاء تانیث نیست بلکہ از ذات کلمہ است۔



تشنیہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم ممدود کے الف کو تشنیہ بناتے وقت واؤ سے بدلنا اور باقی رکھنا دونوں جائز ہے؟
- (۲) وہ کون سے واحد ہیں جو مونث بالتاء ہیں اور ان کے تشنیہ میں تائے تانیث کو حذف کرنا جائز ہے؟

جوابات تشنیہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب اسم ممدود واحد میں الف ممدودہ نہ اصلی ہو اور نہ تانیث کے لئے ہو بلکہ یا تو الحاق کے لئے ہو۔ جیسے علباء کہ ان کا ہمزہ قرطاس سے الحاق کے لئے ہے۔ یا واؤ یا یا یا اصلی سے بدل کر آیا ہو۔ جیسے: کساء، رداء کہ ان دونوں کی اصل کسا و اور ردا ہی۔ تھی تو اس ہمزہ کو تشنیہ میں واؤ سے بدلنا اور اپنے حال پر باقی رکھنا دونوں جائز ہیں۔ لہذا ”علباء ان“ اور ”علباوان“۔ اسی طرح کساء ان اور کساوان، ردا ان اور رداوان، دونوں جائز ہیں۔ ہمزہ کا باقی رکھنا اس لئے جائز ہے کہ علباء کا ہمزہ اس واؤ یا یا کے بدلہ میں ہے جو قرطاس کی سین کے مقابل ہونے کی بنا پر اصل کے ساتھ ملحق اور حرف اصلی کی مانند ہے لہذا یہ ہمزہ حکما حرف اصلی ہو اور کساء و رداء کا ہمزہ اس واؤ اور یا کے عوض میں ہے جو اصلی ہیں لہذا یہ ہمزہ بھی حرف اصلی کے حکم میں ہو اس طرح علباء کساء اور رداء کے ہمزہ تراء کے ہمزہ اصلیہ کے مشابہ ہو گئے اور اس مشابہت کی بنا پر ان کا باقی رکھنا جائز ہوا۔ اور ہمزہ کا واؤ سے بدلنا اس لئے جائز ہے کہ ان تینوں اسماء کے ہمزہ حقیقہً حرف اصلی نہیں ہیں لہذا اصل نہ ہونے میں حمراء کے ہمزہ کے مشابہ ہوئے اور چونکہ حمراء کا ہمزہ واؤ سے بدل جاتا ہے اس سے مشابہت کے

اعتبار سے ان تینوں کے ہمزہ کو بھی واؤ سے بدلنا جائز ہوا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۴ میں ہے:

والا ای وان لم تكن الهمزة اصلية ولا التانيث بان تكون للا لحاق
كعلاء فان همزته للا لحاق بقرطاس او منقلبة عن واو او ياء اصلية ككساء
ورداء فان اصلهما كسا ووردای فالوجهان المذكوران جائزان احدهما ثبوت
الهمزة وبقائها لان الهمزة في الصورة الاولى منقلبة عن واو ياء ملحقة بالا صل
وفي الاخرى عن اصلية فشا بهتا همزة قراء فتثبت في صورتين كما في قراء
وثانيها قلب الهمزة واو الان عين الهمزة في صورتين ليست باصلية فشا بهت
همزة حمراء فانقلبت مثلها واو۔

(۲)۔ وہ واحد خصیہ والیہ ہیں کہ ان دونوں کا ثنیہ بناتے وقت۔ علی خلاف قیاس

تاء تانیث کو حذف کرنا جائز ہے۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہی تھا کہ تاء تانیث کو لانا واجب ہوتا۔
جیسے: شجرتان ثمرتان وغیرہ میں لانا واجب ہے لیکن یہاں اس لئے حذف کرنا جائز ہے
کہ دونوں حصے ایک دوسرے کے ساتھ اور دونوں سرین آپس میں ایک دوسرے سے ایسا شدید
اتصال رکھتے ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے سے انتفاع ممکن ہی نہیں۔ لہذا یہ دونوں مفرد کے درجہ
میں ہو گئے ہیں اور تاء تانیث کو حذف کر کے خصیان، البیان کہنا جائز ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۵ میں ہے:

وحذف تاء التانیث التي قيا سها ان، لا تحذف عن آخر المثنى كشجرتان
و ثمرتان في خصيان البیان علی خلاف القیاس مع جواز اثباتها فیها علی
القیاس اتفاقاً ووجه حذفها فیهما ان كل واحد من الخصيتين والیتین لما اشتد
اتصالهما بالآخر بحيث لا يمكن الانتفاع بها بدونها صارتا بمنزلة المفرد وتاء
التانیث لا تقع فی حشوه۔

جمع کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم ذات کی جمع مذکر سالم نہیں آتی؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم صفت کی جمع مذکر سالم نہیں آتی؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم صفت کی جمع مونث سالم نہیں آتی؟

جوابات جمع کی پہیلیاں

(۱)۔ اسم ذات کی جمع مذکر سالم آنے کے لئے شرط ہے کہ وہ مذکر علم اور ذی العقل ہو لہذا جب یہ تینوں شرطیں نہ پائی جائیں یعنی جب اسم ذات غیر مذکر، غیر علم اور غیر ذوی العقول میں سے ہو تو اس کی جمع مذکر سالم یعنی واو اور نون یا یااء اور نون کے ساتھ نہیں آتی ہاں تینوں شرائط ایک ساتھ مفقود ہوں، جیسے عین یا دو شرائط جیسے امرأة۔ یا ایک شرط جیسے۔ اعوج (جب کہ یہ فرس کا علم ہو) ان تینوں کی جمع واو اور نون یا یااء اور نون کے ساتھ نہیں آتی۔ اس لئے کہ جمع مذکر سالم جموع میں اشرف ہے۔ کیونکہ واحد کی بنا اس میں سالم رہتی ہے۔ اور مذکر علم عاقل بھی اپنے غیر سے اشرف ہے لہذا اشرف اشرف کو دید یا گیا اور جس اسم میں یہ شرائط نہ پائی جائیں اس کے لئے یہ صیغہ باقی ہی نہیں رہا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۸ میں ہے:

و شرطه ای شرط اسم ارید بجمعه جمع الصحیح المذکر یعنی شرط صحۃ جمعیتہ ان کان ذلك الاسم ای اسما محضا من غیر معنی و صفیة فیہ فمذکر علم ای فکونہ مذکر علما یعقل من حیث مسماہ لا من حیث لفظہ و انما اشترط ذلك لکون هذا الجمع اشرف الجموع لصحة بناء الواحد فیہ والمذکر

العلم العاقل اشرف من غيره فاعطى الاشرف للاشرف فان فقد فيه الكل كالعين
او اثنان كالمرأة او واحد نحو اعوج للفرس لم يجمع هذا الجمع۔

(۲)۔ جب اسم صفت غیر مذکر، غیر يعقل ہو یا فعل کے وزن پر آنے والا مذکر کا ایسا

صیغہ ہو جس کی مونث فعلاء کے وزن پر آتی ہو، یا فعلا ن کے وزن پر آنے والا مذکر کا ایسا صیغہ ہو
جسکی مونث فعلی کے وزن پر آتی ہے۔ یا جس میں مذکر و مونث برابر ہوں۔ یا جس مذکر میں تاء

ثانیث ہو تو ان تمام کی جمع مذکر سالم یعنی واو اور نون یا یا و اور نون کے ساتھ نہیں آتی۔ اول کی وجہ نا
سبق میں معلوم ہو چکی کہ مذکر يعقل اشرف ہے اپنے غیر سے ثانی میں اس لئے کہ اس فعل اور

اسم تفصیل کے فعل میں فرق باقی رہے۔ کیونکہ اسم تفصیل کی جمع واو اور نون وغیرہ کے ساتھ بھی
آتی ہے۔ جیسے افضلون فرق واضح کرنے کے لئے اس کے برعکس بھی ہو سکتا تھا۔ لیکن اس

لئے نہیں کیا گیا کہ وصفیت کے معنی اسم تفصیل میں کامل ہیں، کیونکہ اس میں زیادت کے معنی
پائے جاتے ہیں۔ لہذا اشرفیت اسی کو حاصل ہے۔ فجمعه كذلك یعنی اس کی جمع بھی ایسی

ہی ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ اس وزن پر آنے والا اسم صفت ظاہر ہے اس کے خلاف ہوگا۔
کیونکہ اس کے لئے یہ صیغہ باقی ہی نہیں رہا۔ جیسے: احمر کر اس کی مونث حمراء آتی ہے۔

ثالث میں اس لئے کہ اس فعلا ن اور اس فعلا ن میں جس کی مونث فعلا نة کے وزن پر آتی
ہے فرق باقی رہے۔ کیونکہ اس دوسرے فعلا ن کی جمع واو اور نون وغیرہ کے ساتھ آتی ہے جیسے

۔۔ ندمانون۔ یہاں بھی وضاحت فرق کیلئے اس کے برعکس اس لئے نہیں کیا گیا کہ فعلا ن اور
فعلا نة کے درمیان تذکیر و تانیث میں فرق تاء اور عدم تاء کے اعتبار سے ہے۔ اور تاء و عدم تاء

تذکیر و تانیث کے درمیان فرق کرنے میں اصل ہے لہذا اس حامل اصل کو جمع کا وزن بھی باعتبار
اصل ملا کہ جمع سالم بھی جموع میں اصل ہے جیسے سکران کہ اس کی مونث سکری آتی

ہے۔ رابع میں اس لئے کہ جب یہ مذکر و مونث میں سے کسی کے ساتھ خاص ہی نہیں تو اب اس
کی ایسی جمع بھی نہ لائی جائے جو کسی ایک کے ساتھ خاص ہو جیسے جریح کہ مذکر و مونث دونوں

پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا اب اس کے لئے واو اور نون وغیرہ کے ساتھ جمع لانے کا صیغہ ہی
باقی نہیں رہا اور نہ مذکر سے تخصیص لازم آئے گی، اور یہ خلاف مفروض ہے، خامس میں اس لئے

کہ صیغہ جمع مذکر اور تاء ثانیث کا اجتماع مکروہ ہے۔ اور تاء کو اگر حذف کر دیا جائے تو یہ التباس ہوگا

کہ یہ جمع اس اسم کی ہے جو تاء کے ساتھ ہے یا بغیر تاء ہے جیسے: علامة -

فوائد ضیائیہ ص ۲۷۹ میں ہے:

و شرطه ای شرط الاسم الذی ارید جمعه جمع المذکر الصحیح ان کان صفة من الصفات غیر علم کا سنی الفاعل و المفعول فمذکر یعقل ای له شروط فالشرط الاول کونہ مذکر یعقل لما مر و الشرط الثانی ان یکون ذلك الاسم الکائن صفة افعال فعلاء ای مذکر غیر مستوفی صیغۃ الصفة الکائن ذالک الاسم ایها مع المونث بل یکون المذکر علی صیغۃ افعال و المونث علی صیغۃ فعلاء مثل احمر حمراء للفرق بینہ و بین افعال التفضیل کا فضلون ولم یعکس لان معنی الصفة فی افعال التفضیل کامل لدلالته علی الزیادة و الشرط الثالث ان لا یکون ذلك الاسم فعلا ن فعلی ای مذکر غیر مستوفی تلك الصیغۃ مع المونث بل یکون المذکر علی صیغۃ فعلا ن و المونث علی صیغۃ فعلی مثل سکران سکرى فانه لا یقال فیہ سکرانون للفرق بینہ و بین فعلا ن فعلا نة کند مانون ولم یعکس لان فعلا ن فعلا نة اصل فی الفرق بین المذکر و المونث لانه فیہ بالتاء و عدمها و الشرط الرابع ان لا یکون الاسم المذکور مذکر استوفی فیہ ای فی هذه الصفة بتاویل الوصف مع المونث مثل جریح و صبور یقال رجل جریح و صبور وامرأة جریح و صبور فلا یجمع بالواو و النون ولا بالفاء و التاء فانه لما لم یختص بالمذکر ولا بالمونث لم یحسن ان یجمع جمعا مخصوصا با حد هما بل المناسبت ان یجمع جمعا یستویان فیہ مثل جریح و صبور و الشرط الخامس ان لا یکون الاسم المذکور مذکر متلبسا بتاء التانیث مثل علامة کراهة اجتماع صیغۃ جمع المذکر و تاء التانیث ولو حذف التاء لزم اللبس -

(۳)۔ جب اسم صفت مونث کا مذکر ہو مگر ایسا نہ ہو کہ جسکی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی

گئی ہو۔ یا اس کا مذکر ہی نہ ہو اور صیغۃ مونث تاء تانیث سے خالی ہو۔ ان دونوں صورتوں میں اس کی جمع مونث سالم نہیں لائی جائے گی۔ اول کی مثال جیسے: حمراء اور سکرى کہ ان کے مذکر احمر اور سکران کی جمع واو اور نون کے ساتھ نہیں آئے گی لہذا حمراء اور سکران کی جمع

واو اور نون کے ساتھ نہیں آتی۔ لہذا حمراء اور سکرہ کی بھی جمع مونث سالم یعنی الف اور تا کے ساتھ نہیں آئے گی البتہ فضلی کہ اس کا مذکر افضل ہے جس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے۔ ثانی کی مثال جیسے: حائض کہ اس کا مذکر ہی نہیں اور یہ خود تاء تانیث سے خالی ہے۔ لہذا اس کی جمع جمع سالم نہیں آ سکتی۔ البتہ حائضہ کہ اس کا مذکر تو نہیں ہے لیکن یہ خود تاء تانیث سے خالی نہیں۔ لہذا اس کی جمع الف و تاء کے ساتھ لائے جاتی ہے جیسے: حائضات۔

حاشیہ فوائد ضیائیہ ص ۲۸۰ میں ہے:

والحاصل ان كان له مذکر فان جمع مذکره بالواو والنون كفضل جمع بالواو والنون كفضولون جمع المونث بالالف والتاء كفضلی جمع علی فضلیات وان لم یجمع مذکره بالواو والنون لم یجمع المونث بالالف والتاء اصلا كاحمر حمراء وفعلان وفعلی کسکری وان لم یکن له مذکر اصلا فشرطه ان لا یكون المونث مجردا عن التاء كحائضه فانه یجمع علی حائضات بخلاف الحائض فانه لم یجمع بالالف والتاء۔



اسم فاعل کی پہیلیاں

(۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل کی اپنے مفعول کی طرف اضافت معنویہ واجب

ہے؟

(۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل کے نون تثنیہ اور جمع کو حذف کرنا جائز ہے؟

(۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل میں کوئی زمانہ بھی نہ پایا جائے پھر بھی وہ عامل

ہوگا؟

(۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل میں کوئی سما بھی زمانہ پایا جائے لیکن وہ عامل

ہوگا؟

(۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل کے بعد آنے والا معمول کسی فعل مقدر کا معمول

ہوتا ہے؟

(۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم فاعل و اسم مفعول میں بھی صفت مشبہ کی طرح اٹھارہ

صورتیں ہو سکتی ہیں؟

جوابات اسم فاعل کی پہیلیاں

(۱)۔ جب اسم فاعل متعدی ماضی کے معنی میں ہو اور اس کے بعد اس کے مفعول کو ذکر

کرنا چاہیں تو مفعول کی جانب اسم فاعل کی اضافت معنویہ واجب ہوگی۔ اس صورت میں

اضافت لفظیہ نہیں پائی جاسکتی کیونکہ اضافت لفظیہ کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں مضاف ایسی

صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہاں اسم فاعل کا مضاف الیہ بحسب الظاہر اس

کا معمول نہیں کیونکہ اسم فاعل متعدی صرف اس وقت عامل ہوتا ہے جب حال یا استقبال کے

لئے ہو لہذا جب ماضی کے معنی میں ہو تو عامل نہیں ہو گا پھر اضافت لفظیہ کس طرح پائی جاسکتی ہے۔ نیز اسی وجہ سے مذکورہ بالا صورت میں اس مفعول کو منصوب کرنا بھی جائز نہیں بلکہ اس کی طرف اسم فاعل کی اضافت ہی واجب ہے جو کہ معنویہ ہوگی۔ جیسے: زید ضارب عمر وامس۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۸۶ میں ہے:

فان كان اسم الفاعل المتعدى للماضي ای للزمان الماضي بالا استقلال
او فی ضمن الاستمرار و اريد ذكر مفعوله و جبت الاضافة ای اضافة اسم الفاعل
الی مفعوله معنی ای اضافة معنویة لفوات شرط الاضافة اللفظية مثل زید ضارب
عمر وامس۔

حاشیہ فوائد ضیائیہ ص ۲۸۷ میں ہے:

لان شرطها ان يكون المضاف فيها صفة مضافة الى معمولها فاذا كان
اسم الفاعل بمعنی الماضی لا يعمل بحسب الظاهر لا اشتراط الزمان
المذكورين في عمله فلا يكون ح مضافا الى معموله بحسب الظاهر۔
(۲)۔ جب اسم فاعل اپنے کسی معمول کو مفعولیت کی وجہ سے نصب دے تو اسم فاعل
سے نون ثنیہ جمع کو حذف کرنا جائز ہے۔ کیونکہ تخفیف مطلوب ہے جیسے المقيمي الصلوة یہ
مثال جب بن سکتی ہے جبکہ الصلوة کو نصب پڑھا جائے اور اسم فاعل نکرہ ہو تو بھی نون کو
حذف کرنا جائز ہے لیکن بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان لذائقو
العذاب پہلی صورت میں بغیر ضعف اس لئے جائز ہے کہ اسم فاعل صلہ واقع ہوا ہے اور صلہ میں
طوالت سے اختصار اچھا ہے۔ دوسری صورت میں اسم فاعل صلہ ہی واقع نہیں کہ اختصار و تخفیف
مقصود ہوں۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۸۸ میں ہے:

ويجوز حذف النون ای نون المثني والمجموع مع عمله في معموله
بنصبه على المفعولية بخلاف ما اذا كان مضافا اليه فان حذفها واجب و مع
التعريف تخفيف مفعول له للحذف ای يجوز حذفها لوجود هذين الشرطين تقصد

التخفيف لطول الصلة بها كقراءة من قرء المقيمي الصلوة بنصب الصلوة على
المفعولية واما على تقدير التنكير مثل قوله تعالى لذا ثقوا العذاب بالنصب فحذفها
لان اسم الفاعل لم يقع صلة اللام والقراءة مما لا اعتماد عليه -

(۳)۔ جب اسم فاعل صرف فاعل میں عامل ہو تو اس میں کسی زمانے کی شرط نہیں وہ
بغیر زمانہ ہی اپنے فاعل میں عامل ہوگا کیونکہ زمانہ کی شرط مفعول میں عمل کرنے کے لئے لگائی
جاتی ہے البتہ اسم فاعل میں اعتماد علی صاحبہ وغیرہ اب بھی ضروری ہے۔

حاشیہ فوائد ضیائیہ ص ۲۸۶ میں ہے:

وانما قيد بالمتعدى لان اشتراط الزمان فى عمل اسم الفاعل لا جل
عمله فى المفعول وليس ذلك شرطا فى العمل فى الفاعل -

(۴)۔ جب اسم فاعل پر الف لام داخل ہو جائے تو اب اس میں تمام زمانے برابر
ہیں۔ خواہ کوئی زمانہ ہو بہر حال یہ عامل ہوگا جیسے: مررت بالضارب ابوہ زیدا امس او غدا
او الآن اس لئے کہ یہ حقیقۃً فعل ہی تھا چونکہ فعل پر الف لام داخل کر نہیں سکتے تھے اس لئے اسم کی
جانب عدول کر لیا گیا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۸۷ میں ہے:

فان دخلت اللام الموصولة على اسم الفاعل استوى الجميع اى جميع
الازمنة فتقول مررت بالضارب ابوہ زیدا امس كما تقول مررت بالضارب ابوہ
زيد الآن او غدا لانه فعل بالحقیقة حينئذ عدل عن صيغة الفعل الى صيغة الاسم
لكرهتهم ادخال اللام عليه -

(۵) وہ اسم فاعل متعدی کہ جس میں زمانہ ماضی پایا گیا اور وہ مفعول میں عمل نہ کرنے
کی وجہ سے وجوباً فعل کی جانب مضاف ہو گیا۔ اگر اس اسم فاعل کے بعد کوئی دوسرا معمول پایا
جائے تو وہ کسی فعل مقدر ہی کا معمول ہوگا۔ اور وہ فعل مقدر بھی اسی اسم فاعل کے مادہ سے ماخوذ
ہوگا۔ جیسے زید معطی عمرو درہما امس کہ یہاں درہما سے پہلے اعطاء مقدر
ہے اس لئے کہ جب کسی قائل نے کہا:

زيد معطى عمرو امس تو گویا سائل نے سوال کیا کہ اس کو کیا دیا تو اس نے

جواب میں کہا: اعطاء درہما۔

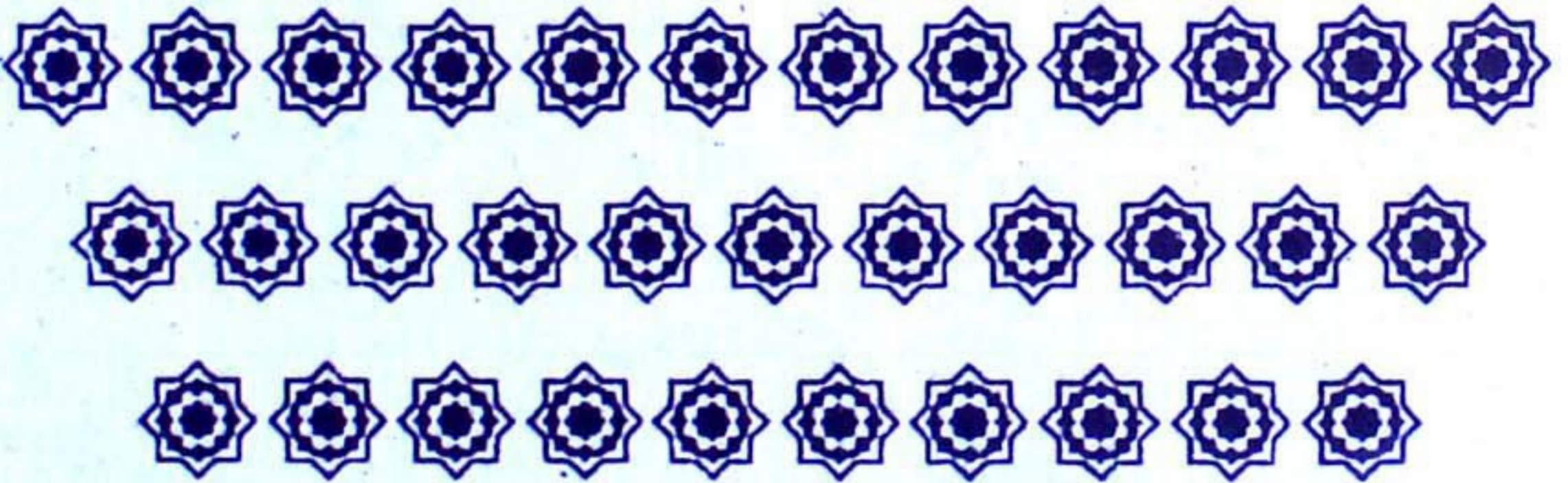
فوائد ضیائیہ ص ۲۹۷ میں ہے:

فان كان له اى لاسم الفاعل معمول آخر غير ما اضيف اسم الفاعل اليه
فبفعل مقدر اى فانتصا به بفعل مقدر لا با سم الفاعل نحو زيد معطى عمرو درهما
امس قدرهما منصوب با عطى المقدر فانه لما قيل معطى عمرو قيل ما عطاه فقيل
درهما اى اعطاه درهما۔

(۶)۔ جب اسم فاعل و اسم مفعول متعدی نہ ہوں تو ان میں بھی صفت مشبہ کی طرح
اٹھارہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔ جن میں دو ممتنع، آٹھ، احسن، چار حسن، اور چار قبیح ہوں گی۔ جیسے
صفت مشبہ میں ہوتی ہیں۔

کافیہ ص ۹۱ میں ہے:

واسما الفاعل والمفعول غير المتعديين مثل الصيغة فى ذلك۔



صفت مشبہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال ممتنع ہے؟
- (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال احسن ہے؟
- (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال حسن ہے؟
- (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ کا استعمال قبیح ہے؟
- (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ صفت مشبہ میں ضمیر نہیں ہوتی؟
- (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ صیغہ صفت مشبہ فعل کی طرح ہوتا ہے؟

جوابات صفت مشبہ کی پہیلیاں

- (۱)۔ جب صفت مشبہ کی اضافت سے تخفیف کا فائدہ حاصل نہ ہو یا صفت مشبہ کے معرف باللام ہونے کی وجہ سے نکرہ کی جانب اضافت ممتنع ہو۔ پہلی صورت جب پائی جاتی ہے کہ صفت معرف باللام کی اضافت اس کے ایسے معمول کی جانب ہو جو ضمیر موصوف کی جانب مضاف ہے خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ کے موصوف کی جانب بالواسطہ راجع ہو یا بلاواسطہ۔ جیسے: الحسن وجہ غلامہ اور الحسن وجہ دوسری صورت جب پائی جاتی ہے کہ صفت معرف باللام ایسے معمول کی جانب مضاف ہو جو مجرد عن اللام ہے جیسے الحسن وجہ اور الحسن وجہ غلام اس لئے کہ اس صورت میں الحسن کی اضافت جو وجہ کی جانب ہے اگرچہ تخفیف کا فائدہ دیا ہے کہ ضمیر حذف ہو کر صفت میں مستتر ہے۔ لیکن نحو یوں نے اس اضافت کو جائز قرار نہیں دیا ہے اس لئے کہ معرفہ کی اضافت نکرہ کی جانب اگرچہ لفظیہ ہوتی ہے اور مفید تخفیف ہوتی ہے۔ لیکن یہ اضافت ایسی ہے جو اضافت معبودہ کے عکس کے مشابہ ہے۔ کیونکہ

یہاں مضاف معرفہ ہے اور مضاف الیہ نکرہ اور اس اضافت لفظیہ میں مضاف نکرہ ہوتا ہے اور مضاف الیہ معرفہ۔ عکس کے مشابہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اضافت اپنی حقیقت و معنی کے اعتبار سے تخفیف کا فائدہ تو دیتی ہی ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۲ میں ہے:

اثنان منها ای من تلك الاقسام مستعان احدهما ان تكون الصفة باللام مضافة الى معمولها المضاف الى ضمير الموصوف بواسطة او غير واسطة مثل الحسن وجهه والحسن وجه غلامه لعدم افادة الاضافة فيه خفة لان الخفة في الصفة المشبهة اما بحذف التنوين او النون كحسن وجهه بالاضافة او بحذف ضمير الموصوف من فاعل الصفة و مما اضيف اليه الفاعل واستتاره في الصفة مثل الحسن الوجه والحسن وجه الغلام او بحذفها معا ولا خفة فيه بواحد منها و ثانيهما ان تكون الصفة باللام مضافة الى معمولها المجرد عن اللام مثل الحسن وجهه او وجه غلام لان اضافة الحسن الى وجه وان افادت التخفيف بحذف الضمير واستتاره في الصفة لكنهم لم يجوزوها لان اضافة المعرفة الى النكرة وان كانت لفظية مفيدة للتخفيف لكنها في الصورة تشبه عكس المعهود من الاضافة۔ اور عاشر فوائد ضیائیہ ص ۲۹۲ میں ہے:

لان المعهود هو اضافة النكرة الى المعرفة دون العكس وانما قال في الصورة تشبه ولم يقل لكنها عكس المعهود من الاضافة لانها بحسب الحقيقة والمعنى تفيد التخفيف

(۲)۔ صفت مشبہ کے جس استعمال میں ایک ضمیر ہو خواہ وہ ضمیر صفت مشبہ میں ہو اور یہ سات صورتیں ہیں جیسے: الحسن الوجه۔ الحسن وجه ”حسن الوجه، حسن الوجه، الحسن وجه، حسن وجه، حسن وجه“ یا اس کے معمول میں ہو اور یہ دو صورتیں ہیں جیسے: الحسن وجه، حسن وجه ان تمام صورتوں کا استعمال احسن ہے۔ اس لئے کہ ضمیر اس میں بقدر حاجت ہے نہ اس میں زیادتی ہے اور نہ کمی۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۲ میں ہے:

ما كان فيه ضمير واحد منها اي من تلك البواقي انما في الصفة وها
سبعة اقسام الحسن الوجه بنصب المعمول والحسن الوجه بجره وحسن الوجه
بنصب وحسن الوجه بجره والحسن وجهها وحسن وجه بجره واما
في المعمول مثل الحسن وجهه وحسن وجهه برفعه فيهما وهما قسما ن
والمجموع تسعة احسن -

(۳) - صفت مشبہ کے جس استعمال میں دو ضمیریں ہوں۔ ایک صفت مشبہ میں ہو اور
دوسری معمول میں ہو اس کی دو صورتیں ہیں الحسن وجهه حسن وجهه ان دونوں
صورتوں کا استعمال حسن ہے اس لئے کہ اس میں ضمیر موجود ہے جو محتاج الیہ ہے۔ احسن اس لئے
نہیں کہا کہ ایک سے زیادہ ضمیر کو شامل ہے جو بلا ضرورت ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

وما كان فيها ضمير ان منها احد هما في الصفة والاخر في المعمول
مثل حسن وجهه والحسن وجهه بنصبه فيهما فهو قسما ن حسن لاشتماله على
الضمير المحتاج اليه غير احسن لاشتماله على ضمير زائد على قدر الحاجة ،،
(۴) - صفت مشبہ کے جس استعمال میں کوئی ضمیر نہ ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں
الحسن الوجه - حسن الوجه - الحسن وجه حسن وجه ان چاروں صورتوں کا
استعمال قبیح ہے۔ اس لئے کہ موصوف سے لفظ میں رابطہ پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

وما لا ضمير فيه منها وهو اربعة اقسام الحسن الوجه وحسن الوجه
والحسن وجه وحسن وجه برفعه فيهما قبيح لعدم الرابطة بالموصوف لفظا -
(۵) - جب صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہوگا تو صفت میں ضمیر نہیں ہوگی اس لئے
کہ اس کا معمول اس وقت فاعل ہے اب اگر اس میں ضمیر بھی لائی جائے تو تعدد کا فاعل لازم
آئے گا اور یہ درست نہیں۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ میں ہے:

ومنى رفعت معمول الصفة بها فلا ضمير فيها اي في الصفة لان معربتها

حينئذ فاعل لها فلو كان فيها ضمير يلزم تعدد الفاعل -

(۶)۔ جب صفت مشبہ میں ضمیر نہ ہو تو فعل کی طرح ہوتی ہے یعنی جس طرح کہ فعل کا

فاعل اسم ظاہر ہو تو فاعل کے تشبیہ و جمع ہونے کی صورت میں فعل کو تشبیہ و جمع نہیں لایا جاتا اسی طرح صفت مشبہ کے معمول کے تشبیہ و جمع ہونے کی صورت میں صفت مشبہ کو تشبیہ و جمع نہیں لایا جائے گا۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۳ / میں ہے:

فہی ای تلك الصفة ح كالفعل فكما ان الفعل لا يثنى ولا يجمع بثنية فا

عله الظاهر وجمعه كذلك تلك الصفة لا تثنى ولا تجمع بثنية معمولها وجمعه -



اسم تفضیل کی پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کا صیغہ نہیں آتا؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ فعل ثلاثی مجرد لون و عیب کے معنی میں ہو یا فعل ثلاثی مزید فیہ یارباعی ہو تو بھی اسم تفضیل اس سے بنا سکتے ہیں؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال اضافت کے ذریعہ نہیں ہو سکتا؟
 (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کو مفرد اور موصوف کے مطابق لانا دونوں جائز

ہے؟

- (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ جس میں مطابقت ضروری ہے؟
 (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسم تفضیل کو مفرد مذکر ہی لایا جائے گا؟

جوابات اسم تفضیل کی پہیلیاں

(۱)۔ جب مصدر ثلاثی مجرد بمعنی لون و عیب ہو یا ثلاثی مزید فیہ ہو یا رباعی ہو تو اس سے اسم تفضیل کا صیغہ نہیں لایا جا سکتا۔ اس لئے کہ رباعی اور ثلاثی مزید فیہ سے بنانے کی صورت میں ان کے تمام حروف کی محافظت متعذر ہے۔ کیونکہ اس صیغہ میں تین حروف سے زیادہ کی گنجائش نہیں۔ اب اگر بعض حروف کو ساقط کر دیا جائے تو التباس لازم آئے گا کہ یہ ہی معلوم نہیں ہو پائے گا کہ یہ رباعی سے مشتق ہے یا ثلاثی مجرد سے یا مزید فیہ سے۔ اس لئے کہ یہ تین حروف یا تو ثلاثی مجرد کے ہونگے یا رباعی مجرد کے حروف میں سے بعض ہونگے اور سب اصلی ہونگے یا یہ حروف مزید فیہ کے ہونگے تو یا تو اس میں سب اصلی حروف ہونگے یا سب زائد ہونگے یا بعض اصلی اور بعض زائد۔ تو یہی متعین نہیں ہو سکتا کہ کونسے حرف زائد ہیں اور کونسے اصلی۔ لون

وعیب کی صورت میں یہ خرابی ہے کہ یہ صیغہ ان افعال سے غیر تفضیل کے لئے آتا ہے اب اگر تفضیل کے لئے بھی آئے تو یہ متعین و معلوم نہیں ہو سکے گا کہ مراد کیا ہے کیونکہ احمر - اعور محض معنی فاعلیت کے اظہار کے لئے ہیں اب تفضیل کے لئے بھی مان لیا جائے تو یہ معلوم ہونا دشوار ہوگا کہ یہ ذو حمرہ اور ذو عور کے لئے ہیں یا زائد الحمرہ اور زائد العور کے لئے ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۹۵ میں ہے:

وشرطه ان یبسی ای اسم التفضیل من حدث ثلاثی لا رباعی مجرد لا مزید فیہ لیمکن بناء افعال وفعلی منه اذ البناء من الرباعی والثلاثی المزید فیہ مع المحافظة علی تمام حروفہ متعذر لان هذه الصیغۃ لا تسع الزیادۃ علی ثلاثۃ حروف ومع اسقاط بعضها یلزم الالتباس فانه لا یعلم انه مشتق من الرباعی۔
او الثلاثی مجرد او المزید فیہ فان هذه الحروف الثلاثہ تحتل ان تكون تمام حروف ثلاثی مجرد او بعض حروف رباعی مجرد کلها اصول او تكون من حروف المزید فیہ اما من اصولہ او من زوائدہ او ممتزجا منهما فلا یتبین ما هو المشتق منه فلا یتعین المعنی لیس بلون ای من ثلاثی مجرد لیس بلون ولا عیب ظاہری لان منهما اشتق افعال لغيره ای لغير اسم التفضیل کا حمرہ اور فلو اشتق اسم التفضیل ایضا منهما لا یتبین ان المراد ذو حمرہ و عور او زائد الحمرہ او العور،

(۲)۔ جب ابواب مذکورہ سے اسم تفضیل بنانا چاہیں تو مصدر کو منصوب ذکر کر کے اس سے پہلے اشد - اکثر - اقبیح وغیرہ جیسے الفاظ بڑھا کر ہر باب سے اسم تفضیل بنا سکتے ہیں۔ جیسے: ہو اشد منه استخرا جا و بیا ضا و عمی۔

کافیہ ص ۹۱ میں ہے:

فان قصد غیرہ تو صل الیہ باشد مثل ہو اشد منه استخرا جا و بیا ضا

و عمی۔

(۳)۔ جب اسم تفضیل سے مضاف الیہ پر زیاتی مقصود ہو تو اسم تفضیل کے لئے یہ

شرط ہے کہ موصوف مضاف الیہ کا بعض ہو اور باعتبار مفہوم لفظ یہ موصوف اس مضاف الیہ کے افراد میں داخل ہو۔ جیسے: زید افضل الناس یہاں زید۔ الناس کا بعض ہے اور باعتبار مفہوم لفظ زید۔ الناس کے افراد میں داخل ہے، اب اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو انصافت بایں معنی جائز نہ ہوگی جیسے: یوسف احسن اخواتہ۔۔ اس لئے کہ یوسف۔ اخوة کے مفہوم سے خارج ہے۔

کافیہ ص ۹۲ میں ہے:

فاذا اضيف فله معنیان احدهما وهو الاكثر ان تقصد به الزيادة على من اضيف اليه في شرط ان يكون منهم مثل زید افضل الناس فلا يجوز یوسف احسن اخواته لخروج عنهم باضافتهم اليه۔

(۴)۔ جب اسم تفضیل سے اس کے مضاف الیہ پر زیادتی مقصود ہو تو اس کو مفرد اور

موصوف کے مطابق دونوں طرح انا جائز ہے جیسے: زید افضل القوم الزید ان افضلا القوم۔ الزیدون افضلو القوم۔ هند فضلی القوم الهندان فضلیا القوم الهندات فضلیات القوم۔

کافیہ ص ۹۳ میں ہے:

ویجوز فی الاول الافراد والمطابقة لمن هو له ،،

(۵)۔ جب اسم تفضیل مضاف مطلقاً زیادتی مراد ہو اور اسم تفضیل معرف باللام ہو تو

مطابقت ضروری ہے

کافیہ ص ۹۳ میں ہے: واما الثانی و المعرف باللام فلا بد من المطابقة۔

(۶)۔ جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ذریعہ ہو تو اسم تفضیل کو مفرد مذکر ہی لایا

جائے گا۔

کافیہ ص ۹۳ میں ہے: والذی بمن مفرد مذکر لا غیر ،،

متفرق پہیلیاں

- (۱)۔ وہ کون سے افعال ہیں جن سے اسم فاعل اور اسم مفعول نہیں آتا؟
 (۲)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مفسر اور مفسر کا اجتماع جائز ہے؟
 (۳)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ کم استفہامیہ اور خبریہ دونوں کے لئے بظاہر صدر کلام ضروری نہیں حالانکہ یہ صدارت کلام کو چاہتے ہیں؟
 (۴)۔ وہ کونسی صورت ہے کا غیر کا مضاف الیہ محذوف ہو سکتا ہے؟
 (۵)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ اسمائے افعال کا استعمال بغیر ضمیر متصل مخاطب کے لئے نہیں ہو سکتا؟
 (۶)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ روید اور بلہ کا معمول مجرور ہوتا ہے؟
 (۷)۔ وہ کونسی صورت ہے کہ مصدر مفعول مطلق واقع ہو جب بھی عمل کر سکتا ہے؟

جوابات متفرق پہیلیاں

- (۱)۔ وہ افعال غیر متصرفہ ہیں۔ جیسے بنس وغیرہ ان سے اسم فاعل و اسم مفعول نہیں آتا۔
 فوائد ضیائیہ ص ۲۳۷ میں ہے:
 اذ غیر المتصرف نحو نعم و بنس و حبذا و عسی و لیس لا یجنی منہ اسم
 الفاعل ولا المفعول،،
 (۲)۔ جب مفسر میں ابہام حذف کی وجہ سے پیدا نہ ہو، بلکہ اکمیس بذاتہ موجود ہے
 جیسے: جانی رجل ای زید۔
 فوائد ضیائیہ ص ۸۱ میں ہے:
 بخلاف المفسر الذی فیہ ابہام بدون حذفہ فانہ یجوز الجمع بینہ و بین
 مفسرہ کقولہ: جانی رجل ای زید،،

(۳)۔ جب ان دونوں سے پہلے حرف جر یا مضاف آئے تو ان دونوں کے لئے صدارت کلام ضروری نہیں۔ بلکہ حرف جر اور مضاف کے بعد ہی ان کو ذکر کیا جائے گا البتہ جار مجرور اور مضاف اور مضاف الیہ ایک کلمہ کی منزل میں ہیں۔ اور اب ان کے لئے صدارت کلام ہے اس صورت میں جار کی تقدیم اس لئے ضروری قرار دی گئی کہ جار کا مجرور سے موخر کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ عمل میں ضعیف ہے جیسے: بکم درهما اشتریت

یہ کم استفہاسیہ کی مثال ہے جس پر حرف جر داخل ہے۔

اور جیسے: غلام کم رجلا ضربت۔

یہ کم استفہاسیہ کی مثال ہے جس سے پہلے مضاف ہے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۳۸ میں ہے:

وکل ما قبله ای کل واحد من کم الاستفہاسیہ والخبریۃ وقع قبله حرف جار نحو بکم درهما اشتریت او بکم رجل مررت او مضاف نحو غلام کم رجلا ضربت وعند کم رجل اشتریت مجرور بحرف الجر او الاضافة وانما جاز تقدیم حرف الجر او المضاف علیہما مع ان لهما صدر الکلام لان تاخیر الجار عن المجرور ممتنع لضعف عمله فیجوز تقدیم الجار علیہما علی ان يجعل اسما کان او حرفا مع المجرور ککلمة واحدة مستحقة للمصدر،

(۴) جب غیر۔ لایالیس کے بعد واقع ہو تو اس کا مضاف الیہ محذوف ہو سکتا ہے

جیسے: افعال هذا لا غیر۔ اور۔ جاء نی زید لیس غیر۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۵۲ میں ہے:

ولا تحذف منه المضاف الیه الا بعد لا و لیس نحو افعال هذا لا غیر

وجائنی زید لیس غیر لکثرة استعمال غیر بعد ہما،

(۵)۔ جب اسمائے افعال جار مجرور یا ظرف سے منقول ہوں تو ان کا استعمال بغیر

ضمیر متصل مخاطب کے نہیں ہو سکتا جیسے: علیک کہ الزم کے معنی میں ہے اور جار مجرور سے

منقول ہے اسی طرح کہ یہ تنجح کے معنی میں ہے اور جار مجرور سے منقول ہے اور جیسے دونک کہ

یہ خذ کے معنی میں ہے اور ظرف سے منقول ہے ہذا انکو بغیر ضمیر متصل مخاطب کے استعمال

نہیں کیا جاسکتا۔

حاشیہ الفیہ ص ۱۰۱ میں ہے:

والتانی ما نقل من غیر داما من جار و مجرور نحو و علیک و بمعنی الزم
و الیک بمعنی تنح او ظرف نحو دونک بمعنی خذ مکانک و بمعنی اثبت و اما مک
بمعنی تقدم و وراءک بمعنی تاخر و لا يستعمل هذا النوع الا متصلا بضمیر
المخاطب،،

(۶)۔ جب ”روید“ اور ”بلہ“ مصدر ہوں تو ان کا معمول مجرور ہوتا ہے، جیسے:

روید زید۔ بلہ زید۔

الفیہ ابن مالک ص ۱۰۱ میں ہے:

کذا روید بلہ ناصین۔۔ و یعملا ن الخفض مصدرین،،

(۷)۔ جب مفعول مطلق فعل سے بدل واقع ہو یعنی اس کے فعل کو حذف کرنا لازمی

ہو اور اس فعل کے مقام پر اس مفعول مطلق کو رکھ دیا جائے جیسے: شکر الہ۔ سقیالہ۔ حمد الہ
تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔ پہلی یہ کہ فعل کو عمل دیا جائے کیونکہ وہ عمل میں اصل ہے۔ دوسری
یہ کہ مصدر کو عمل دیا جائے اس لئے کہ وہ فعل کا نائب ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلی وجہ یہ ہے
کہ مصدریت کی وجہ سے عمل دیا جائے اور دوسری وجہ یہ کہ مصدر کو فعل کا بدل ہونے کی بنا پر عمل دیا
جائے۔

فوائد ضیائیہ ص ۲۸۳ میں ہے:

وان کان ای المصدر مفعولا مطلقا واقعا بدلا منه ای من الفعل وهو ما
کان حذف فعله لا زما نحو سقیالہ و شکر الہ و حمد الہ فوجہان ای فیجوز فیہ
وجہان عمل الفعل للاصالة و عمل المصدر للنیابة و قبل عمل المصدر للمصدریة
و عمله للبدلیہ ففی قوله وجہان: وجہان،،



مَنْ سَأَلَ اللَّهَ خَيْرًا يَفْقَهُهُ
عَطَاكَ

جس شخص کیلئے بھلائی کا ارادہ کرے اُسے دین کی 'فقہ' عطا کرتا ہے

محاورہ و الفاظ

یعنی

مفتی جلال الدین احمد مجدی

تصنیف

مفتی جلال الدین احمد مجدی

دارالعلوم براون شریف ضلع بہتی

حدیث نبوی ﷺ کا ایک عظیم علمی خزانہ

مِرَاةُ الْمَرْءِ

شرح

مِرَاةُ الْمَرْءِ

تصنیف

علاء الدین محمد بن عبد اللہ الطیب الدمری النبرینی

شاح و مترجم

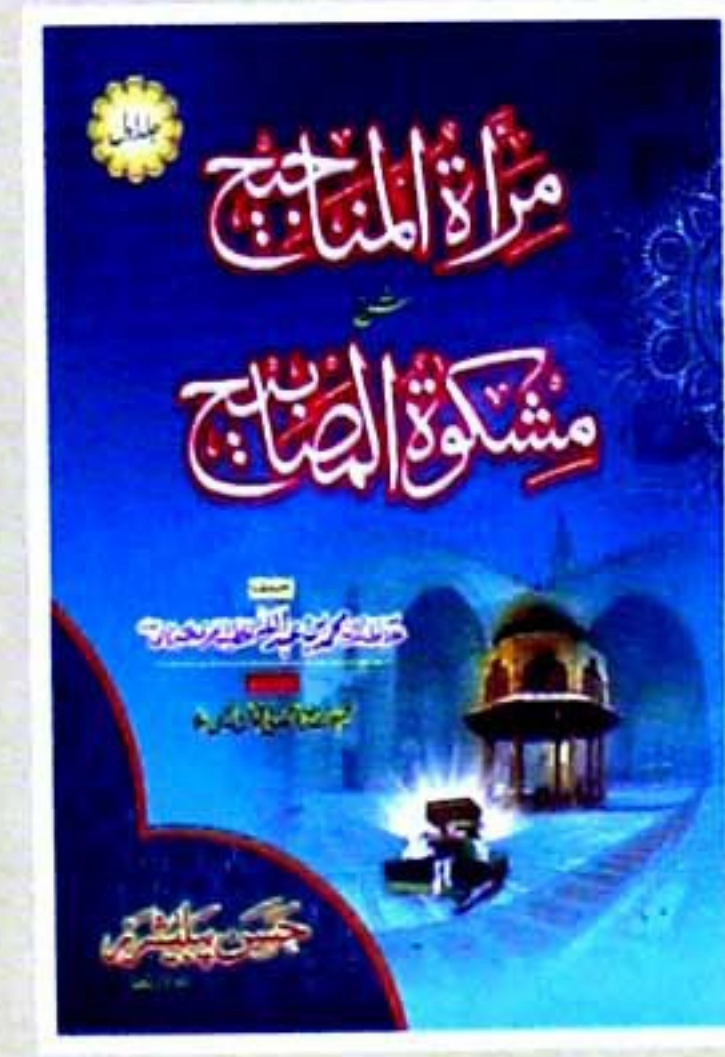
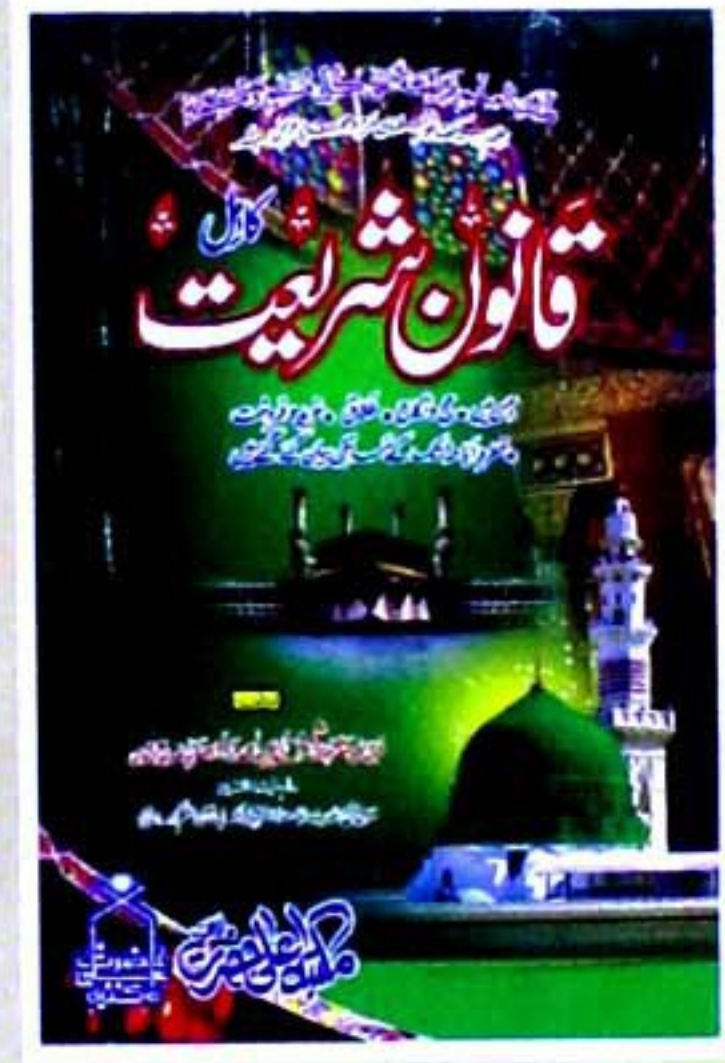
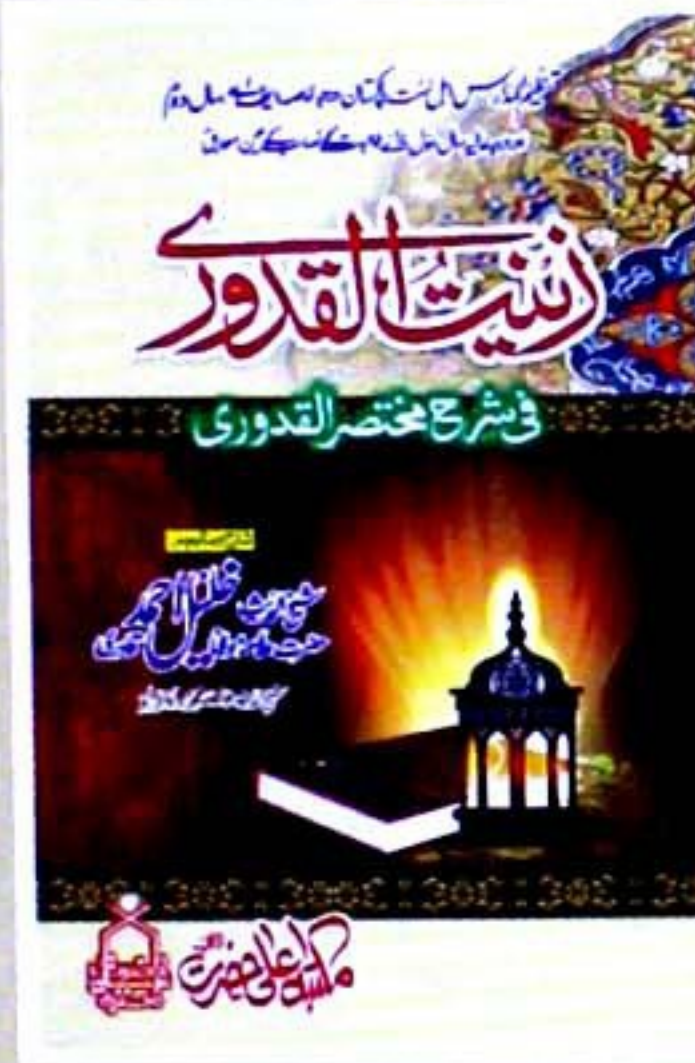
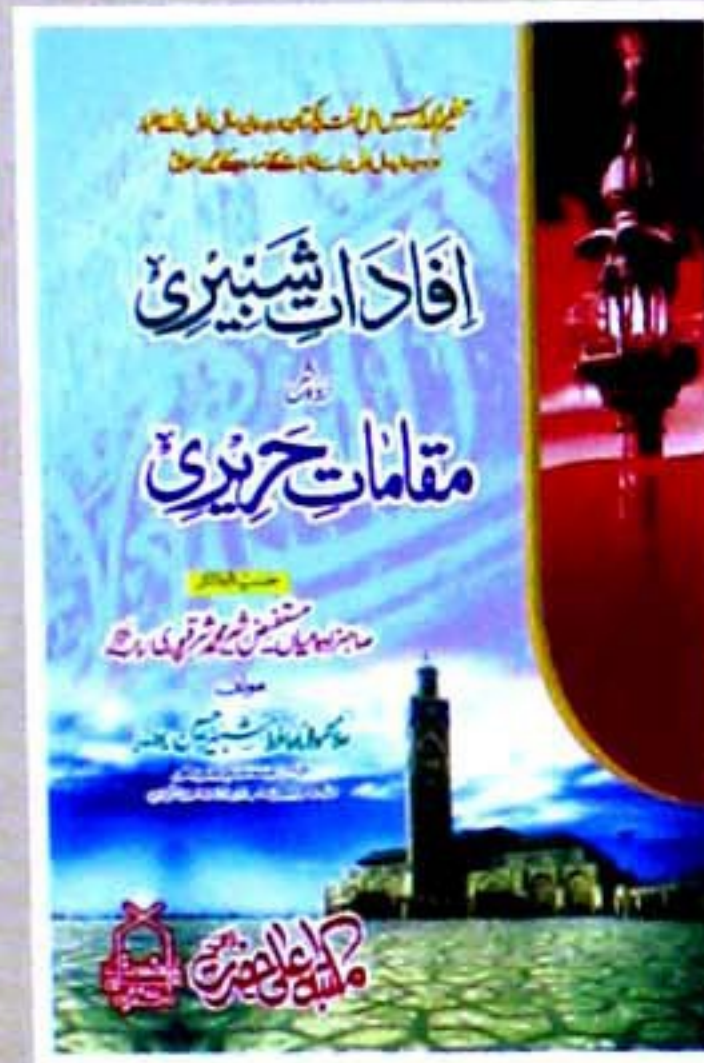
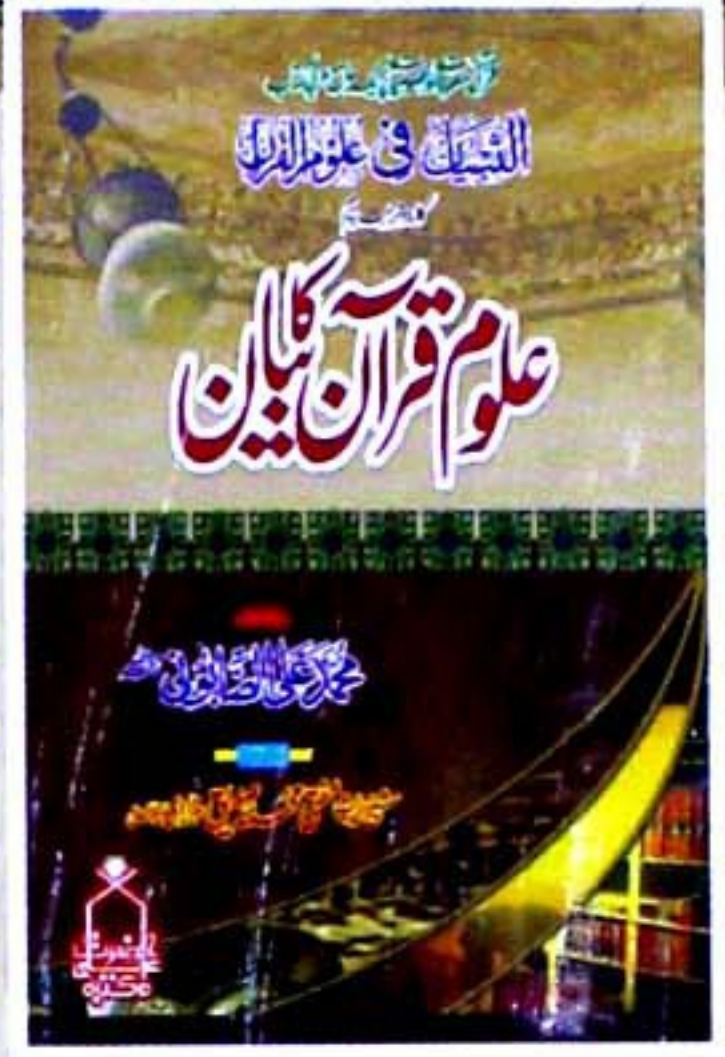
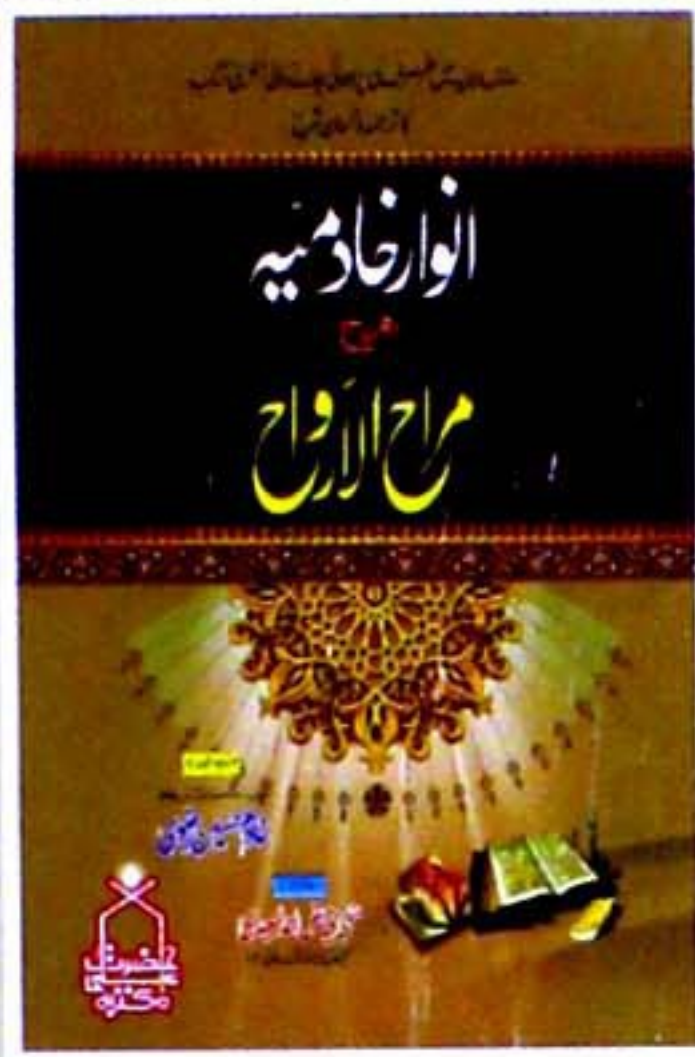
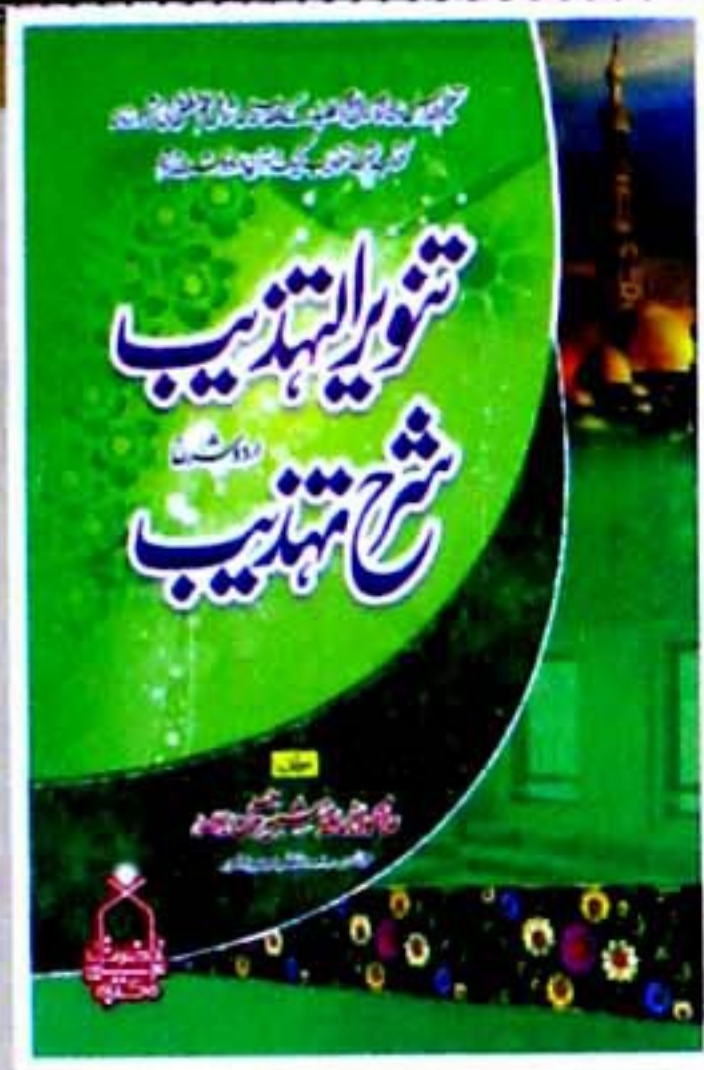
حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

حسین پبلیشرز

اردو بازار لاہور

مکمل 8 جلدیں دستیاب ہیں

درس نظامی کے طلباء کے لیے چند کتب

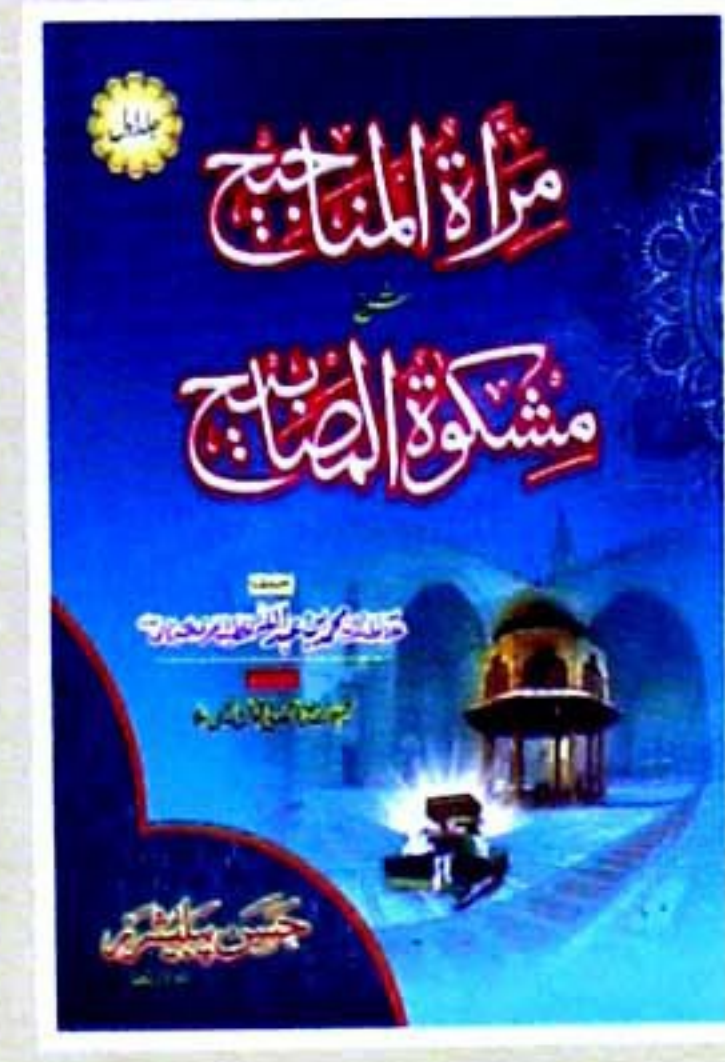
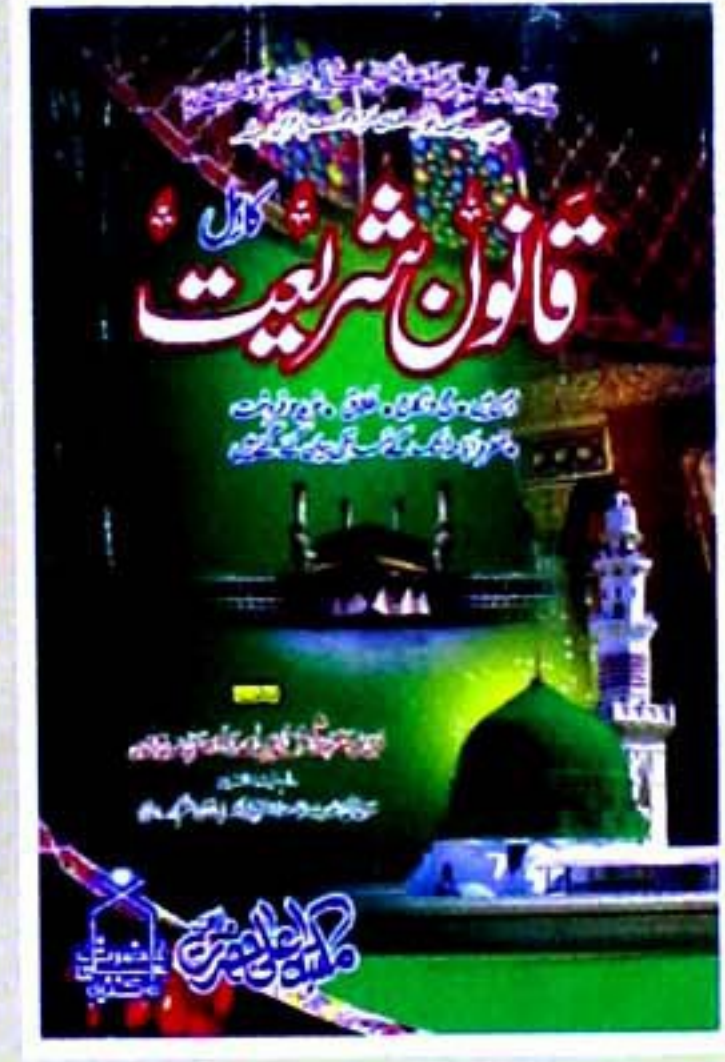
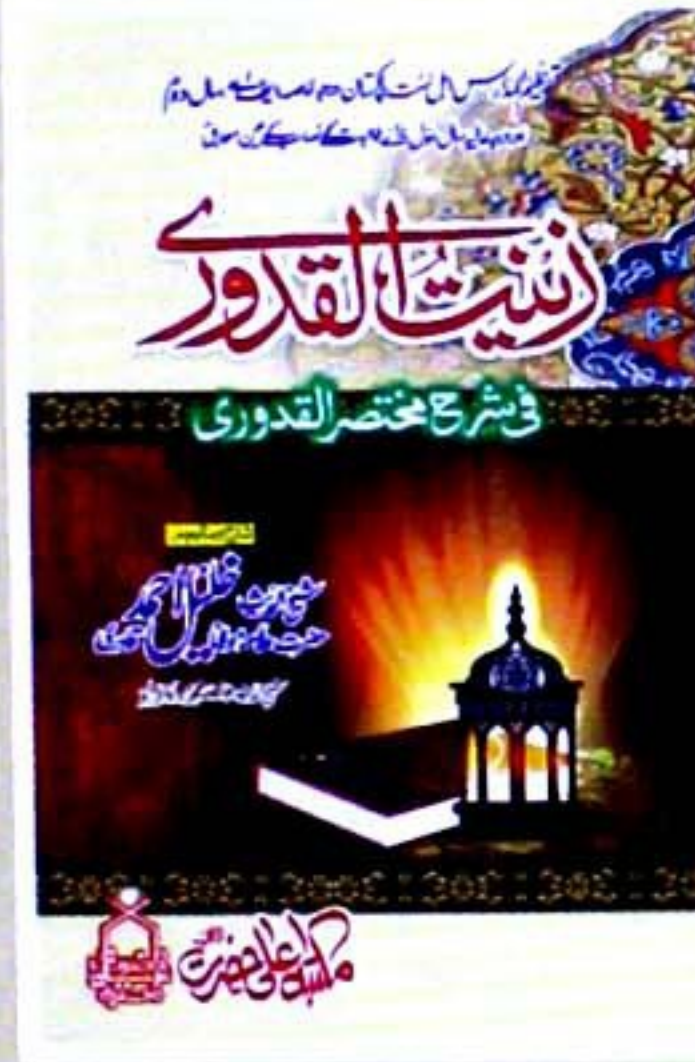
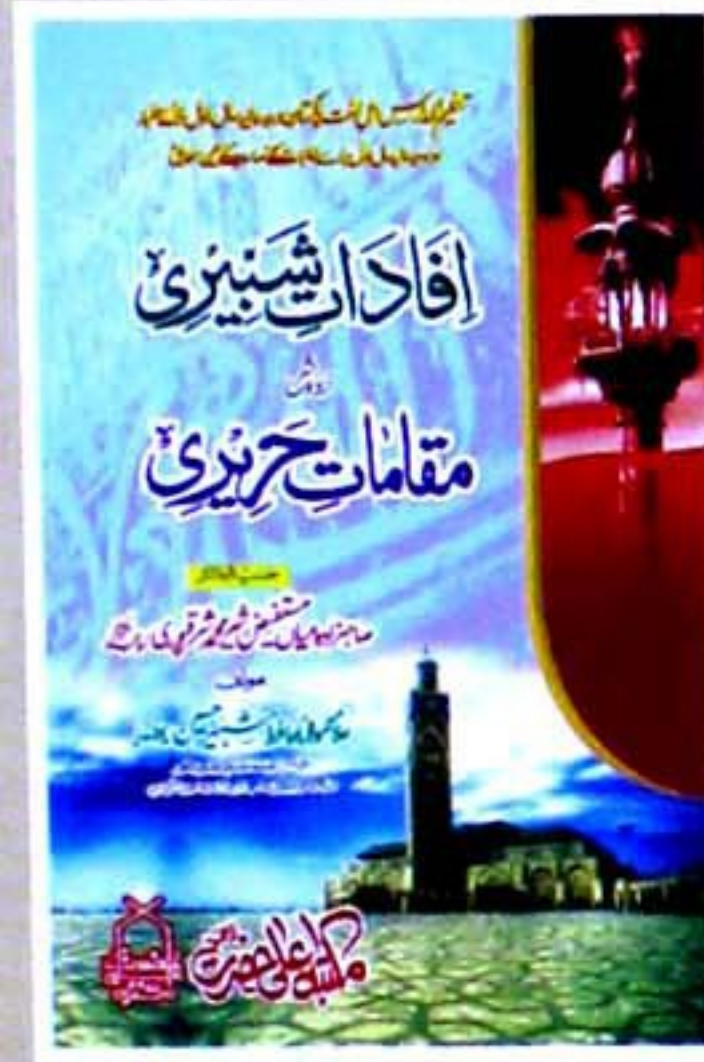
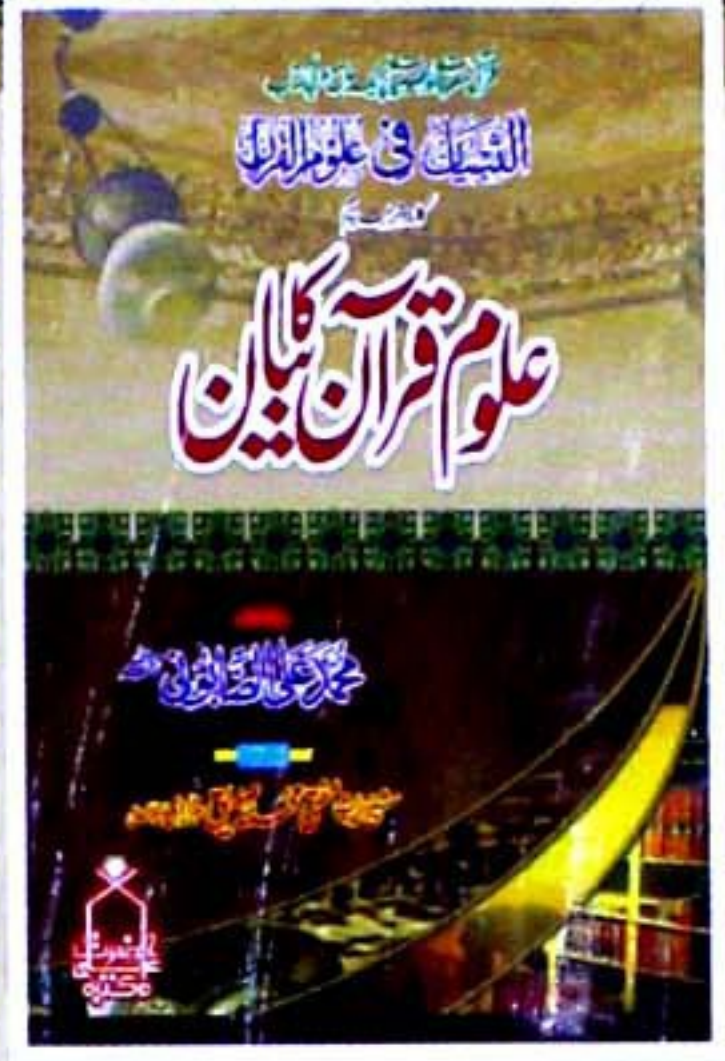
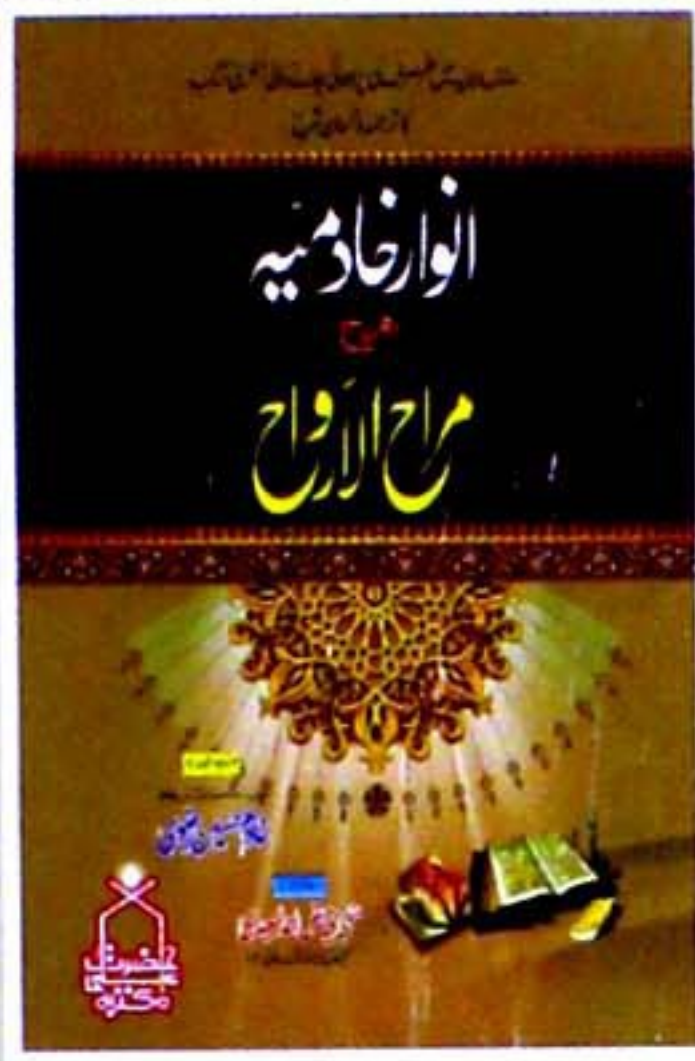
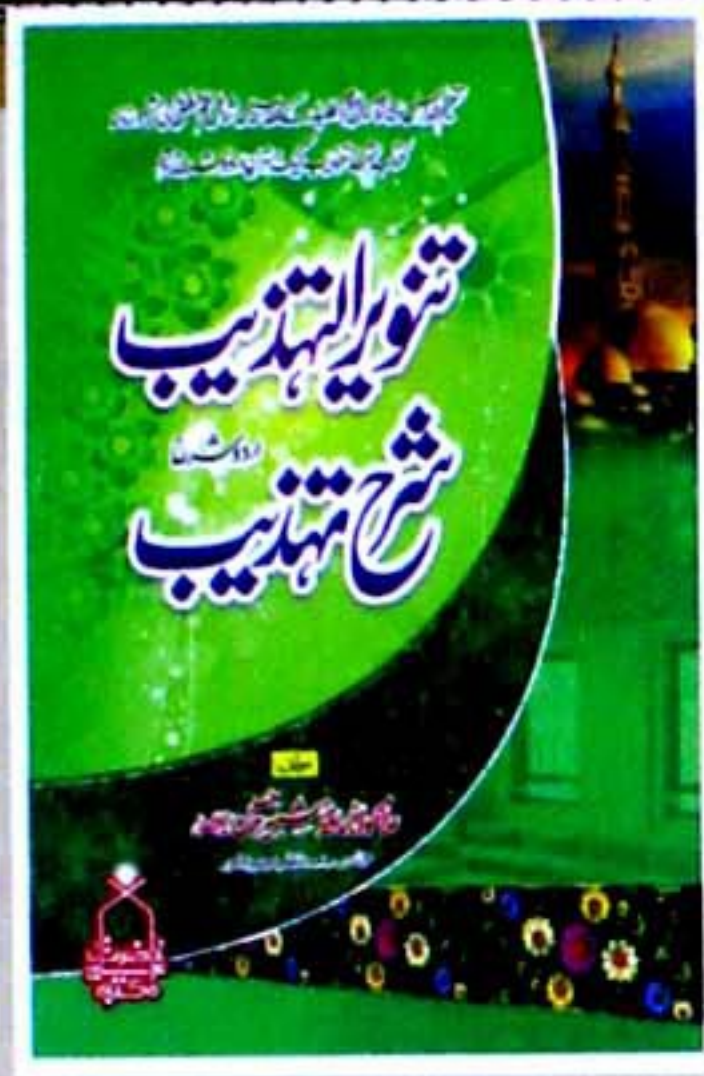


ڈاٹا اور بار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0315-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت



درس نظامی کے طلباء کے لیے چند کتب



ڈاٹا اور بار مارکیٹ، لاہور
042-37247301
0300-8842540
0315-8842540

مکتبہ اعلیٰ حضرت

